تذکرۃ الصحابیات

جسمیں

سرور کائنات رسول اسلام کی ازواج و بنات و قرابت دار اور ان عورتوں کا
افسانۂ حیات و کارنامۂ زندگی درج ہے جو آنحضرتؐ کی زیارت سے مشرف ہوئیں

تالیف لطیف

ام الحسنین (لکھنویہ) بنت جناب مولانا المولوی السید علی محمد عرف [illegible] صاحب مرحوم (کربلائی)

باہتمام احقر العباد محمد جواد مالک و مہتمم مطبع

نظامی پریس وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ میں چھپی

ملنے کا پتہ سید ابن الحسین بازار [illegible] رامپور اسٹیٹ یو پی

قیمت فی جلد عہ علاوہ محصول ڈاک

تذکرۃ الصحابیات

جسمین

سرور کائنات رسول اسلام کی ازواج و بنات و قرابتدار اور اُن عورتون کا
افسانۂ حیات و کارنامۂ زندگی درج ہے جو آنحضرتؐ کی زیارت سے مشرف ہوئی ہین

تالیف لطیف

"ام الحسنین" (لکھنویہ) بنت جناب مولانا مولوی السید علی محمد عرف چھبن صاحب مرحوم کربلائی

باہتمام
احقر العباد محمد جواد مالک و مہتمم مطبع
نظامی پریس وکٹوریہ سٹریٹ لکھنؤ مین چھپی

ایک سورۂ فاتحہ کی التجا

تذکرۃ الصحابیات طبع کے قابل تو ہوگئی تھی مگر زمانے نے مجکو مالی دقتون پر غالب کیا تھا کہ ایک خیر مجسم بی بی اس کتاب کیطرف متوجہ ہوئی اور اسکی اشاعت کو کار خیر سمجھکر طبع کرادیا ۔ مگر طباعت سے پہلے افسوس ہو کہ اون معظمہ کا عالم غربت مین انتقال ہوگیا ۔ چونکہ اونکی ذات خیر محض اور صفات مین خیرات کے جوہر روشن و نمایان تھے لہذا انشاراللہ انجام و عاقبت بھی بخیر ہوگی ۔ اون مرحومہ کو اپنے نام کی اشاعت گوارا نہ تھی اسلیے بے اظہار نام و نشان اِس کتاب کی چھپوانے والی کیلیے ایک سورۂ فاتحہ کی التجا کرتی ہون دست غیب گیر اسکا ثواب مرحومہ کو پہونچا دیگا ۔

ناچیز

اُم الحسنین

علمائے اعلام کثر اللہ امثالہم کی رائے

فہرست مضامین

تذکرۃ الصحابیات میں جن کتابوں سے مدد لی گئی ہے اُسکی مختصر فہرست

۳۶	المختصر فی احوال البشر لابی الفدا
۳۷	کتاب الامامۃ والسیاسۃ ابن ابی قتیبہ مطبوعہ مصر
۳۸	فتوح البلدان بلاذری مطبوعہ لندن پیرس
۳۹	شرح مواہب لدنیہ مشہور بہ زرقانی
۴۰	مقاتل الطالبین لابی الفرج الاصبہانی المتوفی ۳۵۶ھ
۴۱	تاریخ مجموع النوادر قلمی
۴۲	انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب للسیوطی
۴۳	مناقب ابن شہر آشوب
۴۴	اعلام الوریٰ طبرسی رح
۴۵	تاریخ الخلفا للسیوطی
۴۶	مدارج النبوۃ محدث دہلوی
۴۷	نصائح الکافیہ لمن یتولی معاویہ
۴۸	اعلام النبوۃ لامام ابی الحسن علی ابن محمد الماوردی الشافعی المتوفی ۴۵۰ھ مطبوعہ مصر
۴۹	اخبار الدول القرمانی
۵۰	تذکرہ سبط ابن جوزی قلمی
۵۱	روضۃ الشہدا ملاحسین واعظ
۵۲	طراز المذہب مظفری
۵۳	جلاء العیون مجلسی رح
۵۴	شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید
۵۵	بلاغات النسا مطبوعہ مصر
۵۶	طبقات الشعراء

۷۸۶

مقدمہ

میں نہیں جانتی کہ جذبات و حقیقت پسند دنیا میں ایک فسانہ نگار کسی پرحسرت کہانی کا پلاٹ بنانے میں کیوں لگاتار فکر کر رہا ہے اور ایک مصور سراپا رنج و غم تصویر کھینچنے کے خیال میں دیر سے کیوں محو و مدہوش ہے ان دونوں کو چاہیے کہ کسی عورت کا دکھ درد کہنے لگیں یا کسی عورت کی تصویر کھینچ دیں کیونکہ عورت سے زیادہ نہ کوئی مظلوم ہے اور نہ کسی نے اتنا صبر کیا ہے کسی ایک فرد یا پورے خاندان پر دو چار گھڑی کی مصیبت گزر جاتی ہے تو برسوں فریادیں قبضہ میں نہیں آتیں اور مدتوں بھرائی ہوئی آواز صاف نہیں ہوتی۔ دن دن بھر سیلاب اشک زور دکھاتا ہے اور رات رات بھر دل ڈوبا ڈوبا سا رہتا ہے۔ لیکن ہمارے دل کی چوٹ کو عرصہ ہوا کلیجے کے چھالوں کو ٹپکتے مدتیں گذریں ٹھنڈی سانسیں گلے کا پھندا ہوگئیں پھر بھی دامن صبر و استقلال نہیں چھوڑا۔

بڑے بوڑھوں کی زبان سے سنا، تاریخ کے اوراق میں پڑھا، قصہ کہانیوں میں دیکھا کہ اہل مصیبت کی مدد کرنے کا، مرغ قفس کی بلا رد کرنے کا مردوں کو شوق رہا ہے اگر سنا ہے کہ کوئی آفت کا مارا افلاک کا ستایا حسینوں کی راہ اس پار گرفتار بلا ہے تو اہل ہمت منزلیں طے کر کے پہونچے پہاڑ کے راستے جھیل کر پہونچے آگ کا دریا تیر کر پہونچے اور مظلوم کو ظالم کے زبردست پنجہ سے نجات دی۔ اسمیں لڑائیوں کی نوبت آئی فوجیں بسمار ہوئیں لاکھوں جانیں تلف ہوئیں مگر ظلم کا قلعہ ڈھا دیا اور ستم کی کال کوٹھری کا قفل توڑ دیا!

مجھے کسقدر افسوس ہوتا ہے کہ انھوں نے دوسروں کے ظلم کا احساس کیا اور اپنی جبر گیری پر نگاہ نہ کی منزلوں دور جا کر افواج ستم پر چھاپا مارا اور اپنے گھر کی یہ چار دیواری نہ ڈھائی کہ جہیں ہزار در ہزار مصیبت زدہ پڑے ایڑیاں رگڑ رہے ہیں۔

مسیحا آپ کے بیمار مرتے ہیں نہ جیتے ہیں

اے انصاف والو، ہم بھی مظلوم ہیں اے نام کے انسانوں ہم بھی مصیبت کا جینا جی رہے ہیں اور آفت کی گھڑیوں کو جھیل رہے ہیں شاہیوں کے انقلاب عزیز کو ذلیل اور ذلیل کو عزیز بنانے میں کمال رکھتے ہیں مگر ہماری زندگی میں ہزار انقلاب ہوئے پھر بھی ہم جیسے تھے ویسے ہی رہے زمانے کا تغیر روز نئے رنگ بھر کر دنیا کی تصویر پیش کرتا ہے مگر آج تک ہماری صورت پر اس نے بھی پانی نہیں پھیرا۔

تغیر آب و ہوا و طبی تاثرات ہر جگہ مختلف ہیں اس شہر میں جو اچھا ہے وہ دوسرے ملک میں برا ہے مگر ہمارے معاملہ میں دنیا متحد الخیال ہے دست گیر معدوم اور دست ظلم دراز ہے ہندوستان کا کیا شکوہ کریں عرب و عجم و روس میں ہم پر کیا کیا نہ گزری ایشیا کی کیا شکایت، معدن تہذیب یورپ نے ہماری خاک کیا کیا نہ برباد کی۔

جمشید کی صولت نوشیرواں کی عدالت سے ہم نے کیا فائدہ اٹھایا اور الگزنڈر اعظم اور لوئی دہم نے ہم کو کونسا نقصان نہ پہنچایا۔

تم ہمیشہ مری تقدیر سے جلاد رہے

یونان عورت کو شیطان کہا گیا، روما اسباب خانہ داری کے منجملہ عورت کو بھی ایک ناچیز ملکیت سمجھا گیا ہندوستان میں عورت دامن تقدس کا داغ تھی عرب میں لڑکیاں زندہ دفن کر دینے کے قابل اور سر اڑا دینے کے لائق تھیں۔ بڑے بڑے مذاہب امن و امان کا پھریرا اڑاتے تمدن کا راگ گاتے آئے مگر ہماری بےچین زندگی کو راحت نصیب نہ ہوئی توراۃ نے ابدی لعنت کا مستحق ٹھہرایا انجیل پرستوں نے باغ انسانیت کا کھٹکتا کانٹا بتایا ہندو دھرم نے زندگی بھر مرد کی پرستش کے بعد شوہر کی لاش کے ساتھ جلا ڈالا

تھا شوہر شمع کشتہ اور ستی اُس پہ پُرخم تھی
چراغِ حسن کی توقیر پروانے سے بھی کم تھی

م

حضرت آدم سے حضرت عیسیٰ تک ہزاروں انبیار آئے مگر ہمارے معاملے میں کسی نے کوئی مدد نہ کی حضرت آسیہ کا گناہ گویا خطا سمجھو صرف اسقدر تھا کہ انھوں نے مذہب بدل لیا تھا اسپر فرعون نے پہلے اُنکے سامنے اُنکی اولاد کو آگ میں جلایا پھر خود حضرت آسیہ کو لٹا کر ہاتھ اور پاؤں میں آہنی میخیں ٹھکوادیں۔ لطف یہ کہ اس ظلم کو حضرت موسٰی دیکھا کیے نہ ید بیضا نے روشنی ڈالی نہ افعی خوار عصا نے کوئی کروٹ بدلی زبان کلیم صرف بشارت جنت دیا کی اور تلقین صبر کرتی رہی البتہ اگر کوئی مذہب ہمارے آڑے آیا تو وہ اسلام تھا اور کسی دین نے ہمارے سامنے سینہ سپر کیا تو وہ دین محمدی تھا۔ اسلام کی حقانیت کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ اُس نے علسائیت و موسائیت کے مدائم ستم کی ذرہ بھر پرواہ نہ کی اور عورت کو ذلت کے اندھے کنوئیں سے نکال کر بام عزت پر پہونچا دیا۔

یہی وہ عورت ہے جس نے زمانہ ما قبل تاریخ سے آجتک ہر وقت مرد کا ساتھ دیا اور اپنے کمزور ہاتھوں سے اہم سے اہم خدمات پورے کیے زراعت و صناعت ہو یا تجارت و مدنیت کون سا مرحلہ ہے جسکو ہم نے فتح نہ کیا ہو۔

جسوقت دنیا بھر کے تنہا مالک مرد صاحب نباتات کے پودھوں کو پالنے میں عرق ریزی کر رہے تھے لطف ہوتا اگر ہم ان کے نونہالوں کو اپنا خون دودھ کا نام رکھ کر نہ پلاتے اُن کی تعلیم و تربیت سے غافل ہوجاتے پھر دنیا دیکھ لیتی کہ یہ کندۂ ناتراش جوان ہوکر کیا سیکھ لیتے ہیں اور کیا کام کر سکتے ہیں۔ یہ ہمیں تھا کہ سب راحت و آرام پہونچانے کی ضرورت دیکھی تو گہوارے میں جُھلایا نرم بچھونوں پر سلایا گرم و سرد کھ کر کھلایا پلایا جب نظر ٹھہرنے لگی تو اشاروں سے تُتلی کو گردش دینا سکھایا لبعوں میں قوت آتے ہی بولنے کے ڈھنگ پر لگایا پھر ان بانہوں تھام تھام کر میتوں میتوں کرتے تھم اور قدم بڑھانے کا راستا بتلاتے تھے۔

دنیا کے مالک اور عورتوں سے آج تک اپنے کھیتوں میں تخم پاشی کر رہے تھے اور

گل مراد ہمارے گلے کا ہار تھا لیکن قسمت کی خوبی دیکھو کہ مردوں کی زراعت تیار ہوئی تو منافع
سے اُنکے دامن بھر گئے اور ہمارے پودے جتنا بڑھے ہمارے ہاتھوں سے دور ہوتے گئے۔
کسی کے کیے دودھ کے گھڑے کسی کے کیئے پتھر پڑے۔

تجارت و زراعت ہمارے بغیر چل ہی نہ سکی اسلیے کہ پیدا کرنا مرد کا کام تھا تو ذخیرہ رکھنا" حفاظت کرنا ہمارا فریضہ صناعت میں ہم نے جیسا ساتھ دیا اُسکو چکی کے راگوں سے پوچھو چرخے کی گردش تقدیر سے دریافت کرو۔ دو وقتہ کھانا پکانا آگ میں ہاتھ جلانا سوت کاتنا کپڑا بُننا سی سلا کر مرد کو سفید پوش کرنا ہماری محنت کا نتیجہ تھا علمیات میں ہماری ترقی کچھ اس حد پر پہونچ گئی تھی کہ آخر حکمتکدۂ یونان نے ہم پر تعلیم حرام کر دی، شاید مردوں کو اندیشہ تھا کہ اگر ہماری محنت یوں ہی جاری رہی تو قریبی زمانے میں حکومت مسلّم ہو جائے گی جو نتیجۂ تعلیم ہے اور اسکے اس قدیم خیال کو یورپ کی جدید بہنوں نے مساوات کا دعویٰ کر کے صحیح باور کرایا عجب نہیں کہ آئندہ زمانہ مساوات کے بعد افضلیت و برتری کا پیام پہونچائے اور عورت کی حکومت عام ہو جائے۔

یونان کے حکم سے ممنوع التعلیم ہو کر مدتوں ہماری زندگیاں بربادی کا دم بھرا کیں اور ہم ہر جہت سے مجبور کر دیے گئے۔ ہمارے پاس مردوں سے مقابلہ کے لیے سامان موجود نہ تھا دنیا بھر کی عورتیں ہندوستان کے مردوں کی طرح حفاظت خود اختیاری سے محروم اور اسلحہ جات سے عاری تھیں۔ ہم آہنی اسلحہ سے مایوس ہو کر نئے آلات کی فکر کرنے لگے قلعوں تک ہمارے ہاتھوں کی رسائی نہ رہی تھی لیکن فتح قلوب کا راستا کھلا ہوا تھا۔

مرد تلواروں سے ہمارا سر اُڑاتے تھے، ہم آنسوؤں کی دھاروں سے کلیجے برماتے تھے وہ آواز میں غصہ کی قوت نمائی کر کے سہما دیتے تھے اور ہم صدا میں درد کے شعبے پیدا کر کے رولا دیتے تھے، وہ آنکھوں میں اسطرح آنکھیں ڈالتے تھے کہ گویا اسی راہ سے کلیجہ نکال لیں گے اور ہم گردن جھکا کر آنکھیں نیچی کر کے التجائے رحم سے دلوں کے مالک بنتے تھے۔ غرض کمزوری جا

کی جس پالسی پر پتہ چلکر مرد نہ چل سکے وہ قرنوں سے ہماری سبیل عمل ہے ہم نے اس پالسی کو کامیاب بنایا اور اپنے قدیمی دوست نما دشمن پر تدریجی فتح حاصل کی - پھر بھی اسمیں شک نہیں کہ ہمارے حقوق کی پہلی قسط ہم کو دست اسلام سے ملی اور ہماری چھوٹی ہوئی تعلیم اسی مدرسے میں جاری کی گئی ہم دوسرے مذاہب کے نزدیک اُس خدا کی عبادت کے بھی قابل نہ تھے جسکی تسبیح دُنیا کا ذرّہ ذرّہ کرتا ہے اور ہماری ریاضت نے کبھی باب قبول کا راستہ نہیں دیکھا تھا مگر اسلام نے آکر کوہ فاران کی بلندی سے ہماری اس پستی کو دیکھا اور ڈنکے کی چوٹ پر کہدیا ان اللہ لا یضیع عمل عامل من ذکر و انثیٰ خدا مرد وعورت میں سے کسی عمل کرنیوالے کے عمل کو ضائع نہیں کرتا عبادت میں ہمارا مساوی ہونا تھا کہ احکام الٰہی میں ندا کی تفریق بھی ختم ہوگئی اور خطاب کے لیے وہ مشترک لہجہ اختیار کر لیا گیا (یا ایہا الذین آمنوا) جسمیں مرد وعورت کی کوئی تقسیم نہ تھی-

ہماری تعلیم کا جاری ہونا تھا کہ ہمارے قدم ترقی کی شاہراہوں پر پڑنے لگے اور ہم علوم وفنون میں مردوں کے دوش بدوش نظر آنے لگے حقیقت نواز اسلام نے ہمیشہ عمل کو پرکھا کبھی عامل کے ذاتیات پر نگاہ نہیں کی ہم کو نہ صرف عبادت وللّٰہیت میں مردوں کے برابر کر دیا بلکہ اُن سے بازی لیجانے کا بھی موقع دیا چنانچہ جب حضرت عمرؓ نے اسماء بنت عمیس پر فخر فرمایا اور اپنی ہجرت کی فضیلت اپنی زبان پر آنے لگی حضرت اسماء نے آنحضرت صلعم سے شکایت فرمائی سرور کائنات ؐ نے حضرت عمر سے صحابی کے بالمقابل ایک عورت کی فضیلت کا اعلان فرمادیا اور حضرت عمر کی کچھ نہ چلی - ہم نے علوم مروجہ کی طرف توجہ کی اور اُسمیں باعزت واہم ترقیاں حاصل کیں اور اس سے بھی بلند یہ کہ قوت نظری کے کمال تک رسائی ہوئی-

حضرت بی بی (فاطمہ زہرا) نے علم ماکان ومایکون کا دعویٰ کیا اور دنیا کو سر تسلیم خم کرنا پڑا القبل عمارہ یہ تذکرہ امیرالمومنینؑ سے چلا آپ آنحضرتؐ سے بیان کرنے چلے سب مسجد میں پہونچے تو سرور کائنات علیؑ کو دیکھکر مسکرائے اور فرمایا جو کہنا چاہتے ہو اُسکو تم کہوگے یا میں بیان کروں پھر آنحضرتؐ نے سارا ماجرا بیان فرماکر کہا کہ یا علیؑ فاطمہؑ ہمارے نور سے ہے امیرالمومنینؑ سجدۂ شکر کرکے

واپس ہوئے تو فاطمہؑ نے کہا یا ابا الحسن مسجد میں جو گزرا وہ تم کہو گے یا میں کہوں پھر فاطمہ نے
تمام سوال و جواب بیان کر کے کہا کہ یا علیؑ جب خدا نے میرا نور خلق فرمایا تو میں عالم تسبیح میں
تھی پھر اُس نور کو ایک درخت جنت کے حوالے لیا قندیل اثمار میں میرا نور چمکنے لگا شب او
آنحضرتؐ نے نوش فرمایا اور میری خلقت ہوئی اعلم ما کان وما یکون وما لم یکن
یا ابا الحسن المؤمن ینظر بنور اللہ میں جو کچھ ہو چکا اور جو ہونے والا ہے اور جو کبھی نہ ہوگا
اُس سب سے واقف ہوں کیونکہ مومن نور خدا سے دیکھتا ہے۔

چونکہ تعلیم اکتساب حسنات کا ذریعہ ہے اسلیے اب ہماری شہرت عالمگیر تھی کوئی اخلاقی
منزل ایسی نہ تھی جسپر ہمارے نقش قدم نہوں اور کوئی دریائے علمی ایسا نہ تھا جس کا ساحل
ہم نے نہ دیکھا ہو۔

کمال ایقان و اطمینان قلب اس پائے کا تھا کہ ابتدائے اسلام میں ہمارے صفوف
کی ایک عورت دوہری زرہ پہنا کر عرب کی دھوپ اور مکہ معظمہ کی تپتی زمین پر دن دن بھر
کھڑی کی جاتی تھی کہ وہ اسلام کو چھوڑ کر بت پرستی کی طرف ارتداد کر لے لیکن اُسکو
اس دھوپ سے سایۂ جنت نظر آتا تھا اور وہ موت کو قبول کر لیتی تھی لیکن مرتد
نہ ہوتی تھی۔

جہاد جو ایک اہم موقع ہے جسمیں شریعت نے ہماری نزاکت فطرت کا خیال کرتے
ہوئے ہم کو ابدی معافی ... دے دیا ہے وقت پڑ جانے پر ہم نے اُسمیں بھی دریغ نہیں
کیا جب مرد گھبرا گئے ہم نے استقلال سے کام لیا اور جب ان کی صفوں میں لغزش
پیدا ہوئی تو ہم نے ثابت قدمی کے جوہر دکھائے۔

میدان احد سے لے کر شام و عجم تک ہمارے قوت بازو کی دھوم تھی اور ریگستان
عرب سے لے کر کوہستان ایران تک ہماری مادیان عربی کی جست و خیز، یوں تو اسلام
کی تمام لڑائیوں میں ہم نے کم و بیش حصہ لیا لیکن مذہب پر ایک وقت ایسا بھی پڑا

جسمیں پُرجگر مردوں کے زہرے آب ہو گئے اور مشہور فارسان عرب نے ہمت کے ہتھیار کھول دیے
ہم نے اُمید پہ فتح پائی تھی موت حق تھی زندگی باطل، ملک الموت آنکھوں کے سامنے ٹہلتے
دکھائی دیتے تھے مصائب کا ہجوم، بلاؤں کا انبوہ، مرجانا یقینی، گھر کی بربادی ضروری،
لاشوں کی پائمالی کا خطرہ تھا ساتھ ہی ساتھ فوز عظیم اور آخرت کی کامیابی بھی بے شک و ریب
تھی حق ساتھ ساتھ تھا امید ان جنگ کی دھوپ سے جنت کے اشجار یوں نظر آرہے تھے
جیسے زمین سے مریخ کی آبادی۔

یہ جنگ تاریخ میں جنگ کربلا کے نام سے مشہور ہے لیکن خدا کا شکر کہ ہم نے اس مرحلے
کو بھی سر کیا اور ہمارے محیر العقول واقعات کی دُنیا میں دھاک پڑ گئی۔

یہ لڑائی قلت تعداد کثرت مصائب نایابی رسد کجا ساتھ ہونے کی حیثیت سے لڑنے
کے قابل نہ تھی صرف زور حق پر دارومدار تھا ورنہ پانی کا بھی ایک قطرہ ہمارے لشکرگاہ
میں موجود نہ تھا کئی ہزار دشمنوں کے سامنے صرف بہتّر جنگجو تلواریں سنبھالے ہوئے تھے
ان میں بھی اکثر وہ بچے شامل ہیں جنھوں نے آج ہی گھر سے قدم نکالا ہے۔

ہمارا پٹنا؟ محصور تھا مدد کے راستے چوکی پہرے میں تھے گھر میں جو خام جنس موجود تھی پانی
نہ ہونے کی وجہ سے بیکار تھی۔ قاعدہ ہے کہ رسد کی کمی سے پہلے عورتیں ہی گھبرا جاتی ہیں اور بچے کی
آواز فریاد بلند ہو جاتی ہے۔ ہمارا پہلا عدیم النظیر استقلال یہ تھا کہ ہم نے آب و دانہ کے بے پریشانی
ظاہر کی نہ پانی کی فرمائش کی بلکہ بچوں کو تین روز کے فاقوں میں اسطرح بہلاتے رہے کہ لڑنے والوں کے
کانوں میں بچوں کے رونے کی آواز نہ پہونچنے دی صبح عاشور سب قلیل سپاہ کے نمود آتا اپنا اپنا کام
تمام کر کے جنت کی طرف سدھارنے لگے اور مردوں میں ہراس پیدا ہوا تو ہم نے اپنے اپنے وارثوں میں
جوش پیدا کر کے اُنکی جنگ کا تماشا دیکھا جوان جوان اولادیں قتل ہوئیں مگر شکایت کی جگہ شکر کرکے
پلٹے ہمیں یہ نوبت بھی آئی کہ کثیر تعداد والوں نے اولاد کے سر کاٹ کر ہماری گود میں پھینکے مگر
ماں نے گریہ وزاری سے پرہیز کیا۔ آخر ہماری باری بھی آ ہی گئی اور عمود خیمہ لیکر دشمنوں کی

سرکوبی میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔

صبر و استقلال کے یوں تو ہزاروں فسانے سُنے ہیں مگر ناظرین بہ دل سے غور کریں کہ کیا صبر اس حالت میں بھی برتا جا سکتا ہے جب وارث سر کٹائے پڑے ہوں وہ بچے جو صبح تک کھیل رہے تھے موت کی نیند سو رہے ہوں بضاعت لٹ چکی ہو گھر گرستی جل چکی ہو فرش کی بیٹھنے والیاں کھڑی زمین پر غش ہوں۔ ایک طرف فوج مخالف فتح کی خوشی میں مصروف دوسری طرف اپنی پریشاں حالی کا غم آنکھ اُٹھے تو خون برستا نظر آئے نگاہ جھکے تو وارثوں کی لاشیں بے گور و کفن دکھائی دیں۔ یہ قیامت خیز عالم اور بی بی فاطمہؑ کی بڑی بیٹی زینب کا یہ استقلال کہ جلتی ہوئی قنات کو پہلے بجھایا پھر بمشکل اُسکو نصب کر کے ایک ایک عورت اور بچے کا شمار کر کے پردے میں بٹھایا نہ تنہائی کا خوف نہ فوج کی دہشت خدا پر تکیہ کر کے صبح تک ٹہل ٹہل کر پہرہ دیا۔

یہی وہ واقعات ہیں جن پر ہمارا طبقہ جسقدر فخر کرے وہ بجا ہے ہماری ہمت و عزم کے فسانے دُنیا بھر کے لیے درس عبرت ہیں ضرورت ہے کہ انکا روشنی میں لایا جائے اور ہندوستانی بہنوں میں ہمت اور تحریض خیر کے فرائض پورے کیے جائیں اسمیں شک نہیں کہ اسلامی تاریخ عربی زبان میں شروع ہوئی مگر صنف نازک کے واقعات بالاستیعاب اس میں بھی نہیں ہیں لیکن اردو زبان کا دامن ان رنگین پھولوں سے بالکل ہی خالی ہے اسی بنا پر خیال ہوا کہ میں اس خدمت کو حسب امکان انجام دوں جو کچھ بُرا بھلا مجھ سے ہو سکا اُسکو ایک جا کرنے میں بجمدہ کامیابی بھی ہوئی اب دعا ہے کہ خداوند عالم میری اس محنت کو قبول فرمائے اور تصنیف کو نظر خلائق میں محبوب قرار دے اور عورت ورد واقعات سے بہترین نتائج اخذ کریں آمین ثم آمین۔

ناچیز ام الحسنین
۳ مارچ سنہ ۱۹۲۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تذکرۃ الصحابیات

باب اوّل

(۱)

فصل اوّل ازواج

(۱)

ام ہند۔ام المومنین۔ام الائمہ حضرت خدیجۃ الطاہرہ بنت خویلد

اسم گرامی خدیجہ" لقب طاہرہ" اور ام ہند آپ کی کنیت ہے عن[۱] عائشۃ قالت ان خدیجۃ تکنیٰ ام ھند آپ قرشی النسل ہیں اور آپ کا شجرۂ نسب تین زینے اونچا ہو کر اُس شجرۂ طیبہ سے مل جاتا ہے جسکا سایہ آج تمام عالم اسلام کے سروں پر ہے اور جسکے لیے کہا جا سکتا ہے اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء

آپ کے پدر بزرگوار خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصی ہیں یہی قصی آنحضرت صلعم کے بھی جد امجد ہیں اور قصی ہی کی ذات پر ان دونوں خوشگوار چشموں کا سنگم ہو جاتا ہے آپ کی والدہ فاطمہ بنت زائدہ ہیں اور ننھیال اور ددھیال دونوں ایک ہیں آپ کی دادی[۲] اور پردادی کا نسب بھی چند پشتیں آگے بڑھ کر نسب آنحضرت میں جذب ہو جاتا ہے۔

آپ کی ولادت عام الفیل سے پندرہ برس قبل مکہ مشرفہ کی باعظمت زمین پر ہوئی اور

---

[۱] طبقات ابن سعد کاتب واقدی ج ۸ ص ۸ [۲] ابن ہشام وغیرہ ۱۲

آپ نے ابرہہ کے فیل سوار پر خدا کے فضائی سپاہیوں کو (ابابیل) اپنی طاقت کا مظاہرہ کرتے دیکھا۔

آپ اپنی شرافت خاندان، کمال سیرۃ، جمال صورت سے قریش میں طاہرہ کے لقب سے مشہور ہوئیں۔

نکاح آپ کا پہلا شوہر ابوہالہ ہند بن نباش اور دوسرا عتیق بن عائذ اور تیسرا صیفی بن امیہ ہے اور چوتھی مرتبہ آپ کا نکاح آنحضرتؐ سے ہوا ابوہالہ اور صیفی سے ایک ایک لڑکا ہوا جنکا نام بالترتیب ہند اور محمد تھا اور عتیق سے ایک لڑکی ہوئی اسکا نام بھی ہند تھا چونکہ بیٹا اور بیٹی دونوں کا یہی نام تھا اس لیے آپ کی کنیت ام ہند ہوئی لیکن ابن ہشام جو متقدمین علمائے سیر میں سے ہے وہ کہتا ہے وکانت قبله عند ابی هاله احد بنی اسید بن عمرو بن تمیم حلیف بنی عبد الدار وولدت له هند بن ابی هاله وزینب بنت ابی هاله وکانت قبل ابی هاله عند عتیق بن عائذ بن عبد الله بن عمر بن مخزوم ولدت له عبد الله وجاریه[1] یعنی خدیجہ آنحضرتؐ سے پہلے ابوہالہ کے نکاح میں تھیں اور ابوہالہ سے ہند (لڑکا) اور زینب پیدا ہوئیں اور ابوہالہ سے بھی پہلے آپ عتیق کے نکاح میں تھیں اور اس سے ایک لڑکا عبداللہ اور ایک لڑکی (جس کا نام نامعلوم) پیدا ہوئی۔

ابن ہشام کا یہ قول شبہ کی جگہ پیدا کرتا ہے اور ایک طبقہ اسلام یہ کہہ اٹھتا ہے کہ حضرت زینب و رقیہ دونوں آنحضرتؐ کے صلب سے نہ تھیں بلکہ اپنی والدہ گرامی کے ساتھ ساتھ خانۂ رسالت میں تشریف لائیں اور سوتیلی لڑکیاں سگی اولاد کی طرح آغوش عاطفت میں اس طرح پالی گئیں کہ اولاد صلبی کا دھوکا ہونے لگا اور اب تاریخی دور میں بھی انکشاف حقیقت سے معذور ہے حضرت خدیجہ کی ایک ہی صاحبزادی کا نام زینب تھا کسی مورخ

---

[1] (ابن ہشام مطبوعہ یورپ ص ۱۰۰۱)

کے قول سے دو بیٹیوں کا نام زینب نہیں پایا جاتا جب یہ زینب دختر ابو ہالہ (بقول ابن ہشام) مان لی جائیں گی تو کوئی دوسری زینب بنت رسولؐ کہے جانے کے لیے باقی نہ رہے گی اور اسی مقام سے واضح ہو جائے گا کہ جس نامعلوم الاسم دوسری صاحبزادی کا ذکر ابن ہشام نے کیا ہے دوسرے مورخین نے اُن ہی کا نام رقیہ رکھا ہے اور یہ بھی صلب آنحضرتؐ سے نہ تھیں۔

ان دونوں صاحبزادیوں کے معاملہ میں مزید شبہ کی گنجائش اور بھی ہے اُن میں سے ایک زبردست وجہ یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے ان کا عقد ایک کافر (ابوالعاص) کر دیا جو شانِ رسالت سے بعید تھا دوسرے حضرت خدیجہ کا تعلق جب تاریخ اسلام سے وابستہ ہو جاتا ہے اُسکے بعد سے ان دونوں صاحبزادیوں کا ذکر آپ کے ساتھ نہیں آتا بلکہ دونوں بڑی بہنوں کی جگہ سب سے چھوٹی بیٹی (فاطمہ زہراؑ) کا نام اکثر دکھائی دیتا ہے خصوصاً وفات حضرت خدیجہ کے وقت ایک بیٹی کا بھی غم و ملال اور شرکتِ میت وغیرہ نہیں بتائی جاتی جس سے صاف نظر آتا ہے کہ یہ دونوں بیٹیاں اپنے باپ کے مذہب پر تھیں اور جس طرح تمام زنان قریش نے حضرت خدیجہ سے ترک رسم و راہ و رفت کر دیا تھا اسی طرح بیٹیاں بھی ماں کو منہ لیے ایمان دے چکی تھیں۔ البتہ حضرت فاطمہؑ شریک تھیں اور ماں کا فراق اور آپ کا غم بہت مذکور ہے چونکہ آپ کی ولادت بعد بعثت ہے اسلیے آپ پر باطل پرستی کا شک بھی ناممکن ہے لطف یہ کہ قاعدۂ عرب مدتوں سے یہ رہا ہے کہ وہ اپنے اسلاف کے نام اپنی محبوب اولاد کو دیدیا کرتے ہیں اور اسکا استحقاق اکثر بڑی اولاد کو ہوتا ہے مگر حضرت خدیجہ اپنی والدہ کا نام رکھتی ہیں تو اپنی سب سے چھوٹی بیٹی فاطمہؑ کا۔

یہی اسباب ہیں کہ ایک گروہ اسلام ان صاحبزادیوں کو صلب آنحضرتؐ سے نہیں مانتا مگر یہ تحقیقی اختلاف ہے اسپر شیعہ سُنّی کا رنگ چڑھانا طرح افساد سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا بعض اکابر علمائے شیعہ بھی قول مشہور ہی کو پسند کرتے ہیں جیسا کہ علامہ طبرسیؒ نے اپنی مشہور کتاب اعلام الوریٰ میں لکھا ہے۔

لیکن مذہب شیعہ سے ناواقف اُنکے قوانین وصول مذہب کی تحقیق کرنے سے پہلے اہل مذہب کی سب وشتم کرنے کے عادی ہیں درانحالیکہ بغیر تحقیق رائے قائم کرنا صرف حماقت ہے ممکن ہے کہ اس مسئلہ کے اختلاف نام وفور محبت سیدۂ عالم رکھا جائے لیکن یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اگر ان دونوں بہنوں کے وجود سے فاطمہؑ کی منزلت میں کمی محسوس ہوتی تو ایسا بھی سہی مگر جب شیعہ وسنی حضرت فاطمہؑ کی افضلیت کے قائل ہیں تو میری سعی تحصیل حاصل ہے اور ان دونوں صاحبزادیوں ہی سے نہیں بلکہ نساء عالم سے حضرت سیدہ نساء العالمین کا افضل ہونا متفق علیہ ہے بلکہ علامہ سیوطی تو اس درجہ سے بھی آگے بڑھے ہوئے ہیں اور اپنی تائید میں عراقی کا قول پیش کرتے ہیں عن العراق[1] ان فاطمة واخاھا ابراھیم افضل من الخلفاء الاربعه بالاتفاق ونقل عن مالك انه قال لا افضل علی بضعة النبی احدا عراقی کہتے ہیں کہ حضرت فاطمہ اور انکے بھائی حضرت ابراہیم چاروں خلفاء ابوبکر، عمر، عثمان، علیؑ سے باتفاق علما افضل ہیں اور امام مالک سے نقل ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ میں پارہ جگر رسولؐ (فاطمہ) پر کسی کو فضیلت نہیں دیتا۔ ہم جناب سیدہ کی فضیلت کے اسی طرح قائل ہیں جیسے تمام علماے اسلام البتہ علی ابن ابیطالب کو (انکے فضائل خاصہ سے قطع نظر کرکے) آپ سے اُتنا ہی افضل جانتے ہیں جسقدر مذہب، عقل، قانون، عرف، شوہر کی فضیلت کا قائل ہو سکتا ہے۔

حضرت خدیجہ کے تیسرے شوہر کے زمانہ وفات سے قریب قریب آپ کے باپ (خویلد) بھی حرب الفجار میں کام آگئے یہ عرب کی مشہور جنگ ہے اور اسوقت آنحضرت کا سن[2] مبارک بیس سال کا تھا۔

غرض باپ کے سایہ سے محروم ہوکر قریش کی مایۂ ناز بیوہ بے دست و پا ہوگئی اور تمام ذمہ داریاں تن تنہا آپ پر عاید ہوگئیں آپ بے وارث خانہ مگر جد وجہد کی اصولی زندگی

---

[1] الانموذج اللبیب فی خصائص الحبیب للسیوطی قلمی ۱۲ [2] ابن ہشام ص ۱۱۸ ۔

بسر کر رہی تھیں خدا نے مال و جمال کے ساتھ حسب و نسب کے دُرہائے شہوار سے آپ کے آغوش کو بھر دیا تھا اور یہ تینوں چیزیں ایسی ہیں کہ ان میں سے ایک کا ہونا بھی عورت کی عزت کے لیے کافی ہے۔ آپ ہر سہ صفات کی مالکہ تھیں اسلیے پیام سلام کا غیر منقطع سلسلہ ہمیشہ بندھا رہتا تھا اور مکہ کے ہر گھر میں آپ کی تمنا سر شام سے چراغ اُمید جلا دیتی تھی خوش وضع عرب نوجوان ہوں یا بطحا کے مشہور فارس یا شیوخ قبائل سبھی اپنی اپنی طرف آس لگائے ہوئے تھے مگر کارساز ایک دوسرے ہی کو اس رشتہ کے لیے منتخب کر چکا تھا۔

اس نازک وقت کا آپ تندہی سے مقابلہ کر رہی تھیں اور اپنے لیے ایک ایسا شوہر چاہتی تھیں جسمیں صفت امانت داری بھی کامل طور سے پائی جاتی ہو کیونکہ آپ پیام دینے والوں میں سے اکثر کو جانتی تھیں کہ انکی غرض محض مال ہے اور جو عقد کسی حرص سے کیا جائے وہ ہمیشہ غیر پائدار ہوتا ہے۔

آپ کی شہرت کا ذریعہ وہ بڑی تجارت تھی جس کا سلسلہ شام سے عراق عرب و عراق عجم تک پھیلا ہوا تھا باپ اور شوہر کے بعد آپ کے لیے ضروری تھا کہ یا تو اپنے کاربار کو بند کر دیں مگر اس صورت میں آپ کی شہرت کے ساتھ ساتھ آمدنی محدود ہو جاتی یا آپ تجارت کو باقی رکھتیں اور صرف اپنے دل و دماغ سے استمداد پر قانع ہو جاتیں۔ آپ نے یہی کیا جس پر آج دُنیائے اسلام یا مشرقی حلقۂ تجارت فخر کر سکتا ہے کہ ایشیا میں بھی ایسی حوصلہ مند و باہمت خواتین گزری ہیں جو بلا شریک اپنی بڑی سے بڑی تجارت کو کامیابی سے چلاتی رہیں اور ایسے وقت میں جب دشواری رسل و رسائل اور غیر محفوظ راہوں کی وجہ سے تجربہ کار پیشہ ور تاجر بھی تجارت کو جان و مال کے لیے خطرناک سمجھتے تھے۔

حقیقتاً حضرت خدیجہ فطری طور سے ایک باشکیب دل کی مالکہ تھیں اور عزم و ہمت سے مصائب کا مقابلہ کرنا آپ کا کام تھا آپ نے اس پہلی مصیبت کو نہایت استقلال سے جھیل کر تجارت کا سلسلہ اجیر اور غلاموں کے واسطے سے جاری رکھا۔

گرچہ شوہر کی وفات، باپ کا انتقال یہی سہی آس کا ٹوٹنا ازدحام غم کا باعث تھا مگر آپ کے لیے غم حیات تازہ کا سبب اور شمع کے مانند سوز و گداز دلیل زندگی اور تمام روشنی اُسیکا باعث تھا۔

خدیجہ کے دل میں غم و الم کے ویرانے تھے مگر انھیں ویرانوں کے آس پاس ایک چھوٹی سی زمین حسرت آباد کے نام سے آباد ہو چکی تھی ظاہراً آپ کی زندگی بے مزا تھی مگر دل میں ایک چُبھا ہوا کانٹا تھا جسکی خلش لذت آفرینی کر رہی تھی آپ کے دل و دماغ پہ ایک خواب پریشان مستولی تھا مگر آہ یوسف کی خبر تعبیر سے مایوس نہونے دیتی تھی بظاہر اُمید موہوم تھی مگر خدیجہ کے دل پر اس قوت سے مسلط تھی کہ دُنیا کی حکومت کسی زمین پر یوں سلطنت نہیں کر سکتی نفس کی آمد و شد کا انحصار گویا اسی اُمید پہ تھا اور زندگی کا مدار یہی آسرا تھا غم و آلام کا ہجوم سب کچھ بھلا دے مگر روز عید کا واقعہ فراموش نہوتا تھا، یہ ایک چوبیس گھنٹہ کا دن تھا جو ایک صبح و شام دکھا کر خود غائب ہو گیا مگر اپنی یاد برسوں کے لیے چھوڑتا گیا شاید ہی ایسی عید پھر آئے اور اُمید نہیں کہ ایسی عید ہی دوبارہ ملے۔

حضرت خدیجہ عرب کی پرجمال ہجولیوں کے حلقہ میں بتکدۂ قریش میں اصنام کی آؤ بھگت کر رہی تھیں آپ کی ہجولیاں رنگیں لباسوں سے دَیر کو نگار خانۂ چین بن جانے کی تعلیم دے رہی تھیں کہ آفت کا مارا ایک یہودی آنکلا اور توریت کی لَے میں لَے ملا کر کچھ سُنانے لگا۔ یہ کیا خبر تھی ایک نبی کے آنے کی خبر، شجرۂ ابراہیمی میں آخری پھل آنے کی خبر، زمانہ بھر میں اُسکی حکومت کی خبر، قیام قیامت تک اُسکے مذہب کی شہرت کی خبر، پھر اسقدر جلد کہ صبح گذر رہی تو شام نہ آنے پائی، آفتاب نکل آیا تو مہتاب کی باری نہ آنے پائے گی۔ وہ آئے گا اور ضرور آئے گا اور اے قریش کی کنواری لڑکیوں تمھارے گروہ کا طالع کہتا ہے کہ اس منطقہ کے ستاروں میں سے ایک ستارا اُس کے چہرے کا ہالہ ہوگا۔

بس اتنی سی بات تھی جو تمام ہو گئی، کلام زبان سے نکلا اور دل میں ٹھہر گیا، ہوا آواز

کان تک پہونچا کر دوسرے کاموں میں لگ گئی یہودی خدا جانے کہاں سے آیا تھا اور کدھر چلا گیا۔ بتکدے میں یہ آواز گونجی بتوں نے سنی اور سناٹا چھا گیا عرب کی دوشیزہ لڑکیاں کچھ تو جھینپنے لگیں کچھ بُرا بھلا کہہ کر اپنی شرمندگی یہودی کے سر تھوپنے لگیں کوئی جواب تلخ ہی پہ لب بند ہوئی کسی کے ابروؤں کے بل نے "قتل یہودی کو ضروری بتایا۔

مگر خدیجہ کے دل پہ جو گذرنا تھی گذری یہودی بیگناہ نظر آیا پیام بر پیرہنی "الحی را زوالے نیست" کے کلیہ سے مخالف نظر آئی جو سُنا تھا دل میں رکھ لیا اور پچھلے پہر سے طلوع آفتاب کا انتظار کرنے بیٹھ گئیں۔

خدیجہ کو وقت کا انتظار تھا اور ابو طالبؑ کو بھتیجے کے شباب کا اشتیاق ادھر دن بڑھتا تھا اُدھر فراق کی گھڑیاں گھٹ رہی تھیں بچپنا چچا چچی (ابو طالبؑ و فاطمہؑ بنت اسد) کی گود میں گذر چکا صدف سے نکلا ہوا موتی بازاروں میں آنے جانے لگا نظر باز تاڑنے لگے خریدار قیمت بڑھانے لگے کسی نے سر پر اخلاق کی زینت جانا کسی نے کہا کہ خلعتِ شاہی میں ٹانکا جائے تو بہار دے گا مگر جس کا مال تھا اُس نے پہلے ہی سے تاج رسالت کے لیے منتخب کر لیا تھا۔

پرورش کے دن گذر گئے پالنے والے دن رات کی محنت سے آزاد ہوئے اب آخری فریضہ کا ادا کرنا باقی رہا یعنی اکتساب معاش کی راہ بھی بتا دی جائے۔ یہ فریضہ نہ تمام عرب پر فرض تھا: تمام قریش پر نہ اُسوقت صاحبانِ محبت کا جمگھٹا تھا نہ اہلِ دولت کا ہجوم اس مرحلے پر بھی ابو طالب کے ساعد و بازو کا زور درکار تھا اسی لیے کہا جاتا ہے کہ عامۂ اُمت کو [illegible] ابو طالب کے سلوک سے وہ نسبت رکھتا ہے جو ایک جزو کو کل سے حاصل ہے اُمت [illegible] آنحضرتؐ کی کم یا زیادہ مدد کی یا تھوڑا بہت مال دیا اور ابو طالب نے اُمت کو آنحضرتؐ [illegible] رسولؐ دیا رسولؐ کے احساناتؐ ممنون فطرت اُمت سے پوچھو اور ابو طالبؑ کے احسانات آنحضرتؐ کے خُلق مجسم دل سے دریافت کرو۔ حضرت عبد اللہ آنحضرتؐ کے

پدر بزرگوار کُل اُمت کے لیے اس حیثیت سے واجب التعظیم ہیں کہ وہ آنحضرت کے باپ ہیں۔ لیکن اُنھوں نے آنحضرت کے عہد صبا میں وفات پائی اور آنحضرتؐ سایۂ شفقت پدری سے محروم رہے آنحضرت کی تربیت میں حضرت عبداللہؓ مطلق شریک نہ تھے بلکہ فرائض پدری صرف ابوطالبؓ کے ہاتھ سے پورے ہوئے۔

اسپر بھی بعض مسلمان اُنکو کافر کہہ سکے اور یہ حق فراموشی اور محسن کشی کا مترادف تھا لیکن ہم مسلمان ہیں اور بانی اسلام کے مرتبہ کو اس سے بالاتر جانتے ہیں کہ اُسپر کوئی کافر یا بت پرست احسان کرسکے۔

حضرت موسیٰؑ روذیل کے آبی راستے سے فرعون کے گھر مہمان بھیجے گئے مگر حاملِ توریت کے پہنچنے سے پہلے گوہر رسالت کی طہارت و نظافت کے جانچنے والے نے آسیہؓ کو پہونچا دیا اور جب موسیٰ کی صندوق نما کشتی ساحل مراد سے آ لگی تو سب سے پہلے جس گود نے آپ کا استقبال کیا وہ آسیہ سی مومنہ ہی کی گود تھی آپ ہی نے صندوق سے نکالا اور آپ ہی نے پرورش کیا آپ ہی نے سفارش کی اور کہا کہ اسکو اپنا اور میرا فرزند تصور کر یا فرزندی میں لے مگر خدا جانے کس قوت نے اس نسبت ابنیت کو دُنیا اور خود فرعون کے دل سے محو کرا دیا کہ نہ تو اُمت فرعون اور نہ خود فرعون موسیٰ کو اپنا فرزند کہہ سکا۔ درانحالیکہ آنحضرتؐ مدتوں یتیم ابوطالبؓ کے لقب سے پکارے گئے اگر آسیہؓ کی جگہ صاحب خانہ اور بادشاہ وقت ہونے کے لحاظ سے خود فرعون پالتا تو اُسکا استحقاق ظاہر تھا مگر کلیم اللہ کا مالک اپنے عبد [1] پر کسی کافر بادشاہ کا احسان پسند نہ کرتا تھا اور رسول کی پاکیزگی کفر کی نجاست سے دور [...] چاہتی تھی اسی سے اس پرورش کے لیے آسیہؓ تجویز ہوئیں۔

تعجب ہے کہ حضرت موسیٰ کے لیے تو یہ اہتمام بلیغ ہوا اور نبی آخر الزماں سا پاک و پاکیزہ ایک کافر کی گود میں دے دیا جائے اور پھر لطف یہ کہ نسبت ابنیت بھی مشتہر [2] عام ہو جائے۔ ابوطالب نہ صرف مومن تھے بلکہ مومن گر تھے حضرت جعفر طیارؓ وغیرہ آپ نے آنحضرتؐ کے

سلہ سنا ئتبہ ابن حجر آثلوب ج ا-

ہمراہ رہنے اور نماز وغیرہ میں شرکت کرنے کا اکثر حکم دیا ہے اور زندگی بھر معین کار رسالت رہے ہیں۔

اس عہد میں بھی ابو طالب نے بھتیجے کی جوانی دیکھ کر اپنی تنگدستی کا عذر کرتے ہوئے مالِ خدیجہؓ کے ساتھ اجیر ہو کر جانے کا مشورہ دیا۔ اہلِ تاریخ کو نہیں معلوم کہ اس آپس کی صلاح کو خدیجہؓ کے کانوں تک کس نے پہونچایا اور آنحضرتؐ کا یہ قصد کیونکر معلوم ہوا لیکن سوا ابو طالبؓ کے کسی دوسرے خیر خواہ کی صورت اسوقت آنکھ میں نہیں ٹھرتی اسلیے کہ آنحضرتؐ کی محبتِ عام اسوقت ابو طالب کے خانۂ مختصر کے لیے مخصوص نہی مگر یہ معلوم کہ حضرت خدیجہؓ نے بلا کر دریافت کیا کہ کیا آپ اجیر ہو کر جانا پسند فرماتے ہیں اور آپ کے اقرار پر حضرت خدیجہؓ فوراً راضی ہوگئیں۔

اسلیے کہ حضرت خدیجہؓ ہی نہیں بلکہ قریش کا بچہ بچہ آنحضرتؐ کی امانت و دیانت کے افسانے آپ کی صدق گفتاری و راست کرداری کی داستانیں سُن سُن کر رات کو سوتا تھا آپ کی شہرت برقی رَو کی طرح شہر بھر میں دوڑ چکی تھی اور لقب امین ہر خورد و کلاں کی زبان پر بار بار گردش کر چکا تھا۔

اگر حضرت خدیجہ اپنے مال کے ساتھ روانہ کرنے پر فوراً آمادہ ہوگئی ہوں تو کوئی تعجب خیز بات نہیں کیونکہ ایک تاجرانہ نگاہ اپنے شریک تجارت کے لیے سب سے پہلے جس صفت کی جستجو کرتی ہے وہ یہی صفت امانت ہے۔ اسی صفت پر شیدا ہو کر حضرت خدیجہ نے اور اجیروں سے دوگنا نفع دینے کا وعدہ کیا گویا آپ عرب کی لالچ اور اُنکی مالی دستبرد پر ہمیشہ سے یقین رکھتی تھیں اور خیال تھا کہ یہ لوگ پردیس میں جا کر بغیر اظہار اُجرت سے علاوہ بھی ہضم کرنے میں تامل نہ کرتے ہونگے اسلیے اُنکا حصۂ اُجرت ایک تھا اور جس کی امانت داری پر آپ ایمان لا چکی تھیں اُس سے بے اجازت تصرف کا امکان نہ جان کر دوگنی رقم معین کردی تھی اور آپ کا یہ خیال اُس روز دنیا بھر کو صحیح نظر آنے لگا جب قافلہ سالار

عرب وعجم نے منافع سے بھرے ہوئے اونٹ لاکر خدیجہ کے دروازہ پر باندھ دیے بعض کہتے ہیں کہ خدیجہ نے اس مرتبہ دوگنا نفع پایا اور غلام خدیجہ میسرہؓ[۵] بتاتے ہیں کہ اتنا پایا جو چہل سالہ (عمر بھر) تجارت میں نہ پایا تھا اور ہم یہ جانتے ہیں کہ تمام منافع ایک طرف اور گوہرِ شب چراغ رسالت ایک طرف یہ بھی اسی تجارت کا نفع تھا۔ ادھر آنحضرت سفر سے واپس ہو رہے تھے اُدھر خدیجہ اپنے قصر کی کھڑکیوں کو چشم انتظار بنائے آنے جانے والے مسافروں میں اپنے یوسف گم گشتہ کی جستجو کر رہی تھیں۔ اگرچہ قافلۂ کنعان کے بعد یہ دوسرا قافلہ تھا جو اہل واکفال کی طرح جواہر محبت کا بھی حامل تھا مگر زلیخا سے خدیجہ کا انتظار طویل تھا ہزاروں جستجو اور صد آرزو کے بعد خدا خدا کر کے قافلہ نظر آیا اور قافلہ سے آگے قافلہ سالار رہبری کرتا ملا مگر قافلہ تو عرب کی سخت دھوپ میں ہمت آزمائی کر رہا تھا لیکن قافلہ سالار کے سر پر ایک ابر کا ٹکڑا اپنا دامن پھیلائے سایہ کیے ہوئے تھا چونکہ اس شان کے آنیوالے عام نہیں ہوتے اور ایسے مسافر ہر قافلہ میں نظر نہیں آتے اسلیے خدیجہ نے بیچین ہو کر دعا کی کہ کاش یہ آنے والا میرا ہی مسافر ہو اور یہ قافلہ میرے ہی دروازے پر ٹھہرے مطلب یہ تھا کہ اس ابر برکت فشاں سے موتیوں کے چھالے کوئی غیر نہیں میں ہی چنوں۔ دعا قبول ہوئی اور راہبر اُمت اپنے ساتھیوں کے ہمراہ خدیجہ کے دروازہ پر آ ٹھہرا۔ یہ آپ کی فرض شناسی کا بہترین نمونہ ہے کہ سب سے پہلے اپنا گھر چھوڑ کر خدیجہؓ ہی کے دروازے پر دم لیا اور مشرکین وکفار کے شبہات کو وجود میں آنے سے پہلے فنا کر دیا۔

خدیجہؓ نے اپنی کھڑکی سے سر جھکا کر آنحضرتؐ اور نگاہ اُٹھا کر خدائی چتر "سحاب سائگین" کو دیکھا جو حرکت کو چھوڑ کر سکون کا دم بھر رہا تھا۔ یہ حیرت فزا نظارہ روز عہد کی منادی سے کم نہ تھا۔ آپ متحیر ہو کر نور ایمان سے روشنی مانگنے لگیں جاسوس فکر ادھر اُدھر دوڑنے لگا چونکہ آپ ایک با استقلال دل کی مالک تھیں اسلیے سرعت ایقان کام نہ آئی اور آپ

---

[۵] سیرۃ ہشام مطبوعہ لندن ص ۱۰۱۔

امتحان لینے پر آمادہ ہو گئیں آپ کو اس ابر کے متعلق اُتنے خیال پیدا ہوے جو ایک فلیسوف کو ہو سکتے ہیں۔

زیر تحقیق امور میں یہ مسائل تھے کہ ابر کا لکہ کسی انسان کا مطیع نہیں ہو سکتا اور اطاعت پر کمربستہ ہو تو جسکی اطاعت کریگا وہ سلیمان وقت ہوگا (۲) ہوا کا بہاؤ اُسی طرف نہ ہو جسطرف آنحضرتؐ کی رفتار ہے اور اسلیے ابر ساتھ ساتھ آتے نظر نہ آیا ہو (۳) ابر کا سایہ اتفاقی نہ ہوا اور اگر واقعاً یہ سایہ ہی کرنے کے لیے ہے تو ہر وقت ہمراہی میں رہے گا۔

آپ نے ان تمام خیالوں کو ایک کلمہ کہکر جانچ لیا یعنے آنحضرت سے پہلے میسرہؓ کو دریافت کیا اور جب آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ قافلہ کے ساتھ ہیں تو حضرت خدیجہ نے کہا کہ آپ ہی تکلیف کرکے بلا لائیے۔

آنحضرتؐ نے فوراً میسرہ کے بلانے کا عزم کیا اور ابر ساکن میں اضطراب وحرکت نمودار ہوئی اور ایکبارہ وہ ابر ہمراہ گیا اور دوسری مرتبہ میسرہؓ کی طرح ہمراہ آیا اور آپ کے ساتھ ساتھ ٹھہر گیا۔ خدیجہؓ کو یقین ہو گیا کہ ہوا اتنا جلد بار بار پلٹ نہیں سکتی اور یہ ابر آیات الٰہی میں سے ہے اسکے بعد آپ میسرہ کی طرف مخاطب ہوئیں اور اُس نے آنحضرتؐ کی تعریف اسطرح چھیڑی کہ تمام ہونے کو نہ آتی تھی۔

درمیان سفر راہب کا ملنا حکم اطاعت آنحضرتؐ دینا اسکا تصدیق آنحضرت کرنا فرشتہ کا سر آنحضرتؐ پر سایہ کرنا راہ میں آپ کا کھانا نوش کرنا اور برکتِ دست مبارک سے کسی وقت کمی کا ظاہر نہونا وغیرہ وغیرہ بیان کرتا رہا جسپر خدیجہ کو مزید حیرت تھی پھر بھی آپ نے اپنی عقل کو خاموش دیکھکر زبان تصدیق نہیں کھولی بلکہ آپ جسکو اپنی ذات اور تمام اہل مکہ میں علما و فضلا بہتر جانتی تھیں اُس سے (ورقہ ابن نوفل) دریافت کرنے آئیں۔

آپ نے ورقہؓ ابن نوفل سے (جو آپ کے چچازاد بھائی اور علوم مروجہ پڑھا و تھے اور

سلہ سیرۃ ابن ہشام مطبوعہ لندن صفحہ ۱۲۱-

جن کی شہرت علمی نے مکہ کی فضا پر قبضہ کر لیا تھا) قول میسرہؓ بیان کیا اور اُن کے خیالات معلوم کرنے لگیں۔

فقال ورقہ لئن کان حقا یا خدیجہ ان محمد النبی ھذہ الامۃ (ورقہ نے کہا اگر یہ سچ ہے تو یقیناً محمدؐ اس اُمت کے پیغمبر ہونگے)

جب آپ نے ورقہ سے مشہور عالم کو بھی اپنا ہم خیال پایا تو آپ کو تصدیق کرنے میں اب کچھ مانع نہ تھا البتہ قول میسرہ کے صدق وکذب پر ورقہ کے فیصلہ کا مدار تھا اسلیے آپ نے اسکی بھی عملی تصدیق چاہی اور آنحضرتؐ کو متعدد اشخاص کے ساتھ کھانے پر مدعو فرمایا اور اپنی آنکھ سے دیکھ لیا کہ باوجود دوسرے اشخاص کی شرکت کے آپ کی برکت وجود سے کھانا اُتنا کا اُتنا ہی تھا۔

امتحان کا دن گزرنا تھا کہ شام انتظار نے صورت دکھائی اور جس جوہر کو مذاق حکی نفیس اور جس طلائے ثبوت کے پرکھنے میں ساری کاوشیں ختم کردی تھیں اُسکی طلب پیدا ہوئی پیمانۂ دل بادۂ محبت سے چھلک اُٹھا اور ملکۂ عرب نے اپنی کنیز خاص نفیسہ بنت منیہ کے وسیلہ سے پیغام عقد بھیجا جسکو آنحضرتؐ نے اپنے مربی (ابوطالبؓ) کے مشورہ کے بعد قبول فرما لیا محفل عقد میں طرفین کے اعزا مدعو کیے گئے اور بنا برقول بعض مورخین خود خویلد بن اسد بزم شادی میں شریک ہوئے ابوطالب نے وہ خطبۂ فصیح پڑھا جسکو شرف مصطفی میں خرگوشی اور ربیع الابرار وتفسیر کشاف میں علامۂ زمخشری نے نقل کیا ہے۔

الحمد للہ الذی جعلنا من زرع ابراھیم	وہ خدا قابل ثنا ہے جس نے ہم کو کشت زار خلیل کا ثمرہ
الخلیل ومن ذریۃ الصفی وصیصی معد	اور ذریت پاکیزہ واہل معد وعنصر مضر سے مقرر کیا اور ہمکو
وعنصر مضر وجعلنا حضنۃ بیتہ وسوّاس	اپنے گھر کا نگہدار اور اپنے حرم کا منتظم مقرر کیا اور اُس گھر کو
حرمہ وجعل بیتا محجوجا وحرما امنا و	مکان حج اور امن وامان کا حرم کیا اُسی نے ہم کو حکومت

ؔ مناقب ابن شہر آشوب ج ۱ صفحہ ۲۵ ؔ سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۱۲۱ ؔ مناقب ج ۱ صفحہ ۲۴

جعلنا الحکام علی الناس ثم ان ابن اخی هذا	ناس دی (اسکے بعد یہ) کہ میرا یہ بھتیجا محمدؐ بن عبداللہ جسکا جس
محمد بن عبداللہ لا یوازن برجل من	قریشی مرد سے موازنہ کیا گیا اُس سے بڑھ گیا اور جس کسی کے ساتھ
قریش الا رجح به ولا یقاس باحد منهم	اُسکا قیاس کیا تو اُس سے عظیم اور بزرگ تر نکلا اگرچہ مالی اعتبار سے
الا عظم عنه وان کان فی المال مقلا فان	مفلس ہے مگر مال خود ہی اُلٹ پلٹ ہونے والا ورق اور ایک
المال ورق حائل وظل زائل وله والله	چلتا پھرتا سایہ ہے اور خدا کی قسم (محمدؐ) کیلئے بڑا انجام اور ایک
خطب عظیم ونباء شایع وله رغبة فی	پھیلی ہوئی خوشخبری ہے اور وہ خدیجہ اور خدیجہ اُنکی طرف
خدیجه ولها فیه رغبة فزوجوه والصداق	راغب ہیں لہٰذا اُنکی تزویج کردو اور خدیجہ کا مہر خواہ اللہ ہونا
ما سألتموه من مالی عاجله واجله فقال	قرض کی صورت میں جسقدر تم طلب کرو میرے مال میں سے دیا جائیگا یہ
خویلد زوجناه ورضینا به	سنکر خویلد نے کہا کہ ہم نے اس تزویج کو منظور کیا اور ہم راضی ہیں

یہ خطبۂ نکاح اس قابل ہے کہ آپ اس کے الفاظ سے بُت پرستی کے نفی و اثبات کا فیصلہ کریں اسمیں نہ صرف لات وعزّٰی کے نام سے گریز کیا گیا ہے بلکہ آج کل کے مسلمان اپنے خطبے کو تحریراً و تقریراً جس طرح شروع کرتے ہیں وہ گویا زبان حال سے ابوطالب کی اُستادی کا اقرار ہے پھر لطف یہ کہ حضرت ابوطالب حمد خدا کر کے نہ صرف موحد نظر آتے ہیں بلکہ جن الفاظ سے رسالتمآبؐ کا ذکر کرتے ہیں اُس سے وقار نبوت پر نگاہ اور آپ کے متعلق اخبار کتب وانبیاء سے واقفیت بھی معلوم ہوتی ہے اور اگر وقت اور محل کا خیال کیجیے تو آپ محفل عقد کی جمعیت کو ہندوستانی حقہ پان والی مجلس بنا کر نہیں چھوڑتے بلکہ تبلیغ کا کام بھی کر رہے ہیں۔

عقد کے بعد عبداللہ ابن غنم قریشی نے ذیل کی مبارکباد پڑھی[1]

هنیئا مریئا یا خدیجة قد جرت	لک الطیر فیما کان منک باسعد
تزوجته خیر البریة کلها	ومن ذا الذی فی الناس مثل محمد
یبشر به البران عیسی بن مریم	وموسی ابن عمران فیا قرب موعد

[1] مناقب ج ۱ ص ۲۴

اقرت بہ الکتاب قدما بانہ رسول من البطحا ھاد و مھتدی

اے خدیجہ مبارک، مبارک کہ مبارک پانسہ تمہارے نام پڑا اور اب تمہاری سعادت کا کیا کہنا تم نے کل دنیا کے بہترین فرد سے تزویج کی اور دنیا میں مثل محمدؐ اور دوسرا ہے کون عیسیٰؑ اور موسیٰؑ دونوں نے انکی طرف اشارہ کیا تھا اور کتنا جلدی وعدہ (بعثت) پورا ہوا انکے آنے سے پہلے تمام اہل کتب قدیمہ نے اسکا اقرار کیا کہ یہ سرزمین بطحا کے ہدایت یافتہ اور ہدایت کرنے والے نبی ہیں۔

تعداد مہر میں اختلاف ہے ایک قول ہے واصدق رسول اللہ عشرین بکرۃ (آپ نے بیس ناقہ مہر میں دیے) ایک قول ہے کہ پانچسو درہم طلا طرفین کی رضا سے طے ہوئے ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ بارہ اوقیہ[1] سونا تھا اور جسقدر آپ کی تمام[2] ازواج کا مجموعی مہر تھا اُتنا خدیجہؓ کا مہر دیا گیا نکاح کے دن حضرت خدیجہؓ کی عمر چالیس سال اور آنحضرتؐ کی عمر مبارک پچیس برس کی تھی اور پندرہ سال بعد بعثت ہوئی۔

حضرت خدیجہ کے کام قبل و بعد بعثت تاریخ عامہ کی بنا پر ابتداء نزول وحی میں آنحضرتؐ پر ایک خوف طاری ہو جاتا تھا جسکو آپ شماتت و تکذیب کے خیال سے عام لوگوں سے بیان نہ فرماتے تھے البتہ خدیجہؓ پر یہ راز فاش کر دیا گیا تھا آپ بستر پر لیٹ رہا کرتے تھے اور خدیجہ پرستاری میں مشغول ہو جایا کرتی تھیں آپ کو ڈھارس یا تسکین دینے اور ورقہ کے پاس جا کر اُلجھے مطالب صاف کرنے میں آپ کا وقت گزرا کرتا تھا۔

اس عرصہ میں کفار تک یہ خبر جا پہونچی اور دشمنوں نے آپ کو جن زدہ بتانا شروع کر دیا حضرت خدیجہ نے اس افواہ کو جس طرح بے بنیاد ثابت کیا ہے وہ آپ کی ذہانت اور معلومات دونوں کی دلیل ہے آپ نے آنحضرتؐ سے کہا کہ جسوقت آپ کے پاس ملک آتا ہے کیا آپ اُسوقت مجھے اُس کے آنے کی اطلاع دے سکتے ہیں اور کیا آپ کو اُس ملک کا نام بھی معلوم ہے یا نہیں آپ نے فرمایا کہ اُن کا نام جبرئیلؑ ہے اور اب وہ جسوقت آئینگے

---

[1] چالیس درہم وزن ۱۲ [2] طبقات ابن سعد ص ۹ و اعلام الورے طبرسی

اُسوقت میں تم سے کہدوں گا۔ حضرت خدیجہؓ ورقہ بن نوفل کے پاس آئیں اور آپ نے جبرئیل کی حقیقت پوچھنا شروع کی ورقہ نے کہا یہ وہی ناموس ہے جو موسیٰ پر نازل ہوا کرتا تھا۔

پھر آنحضرتؐ نے خدیجہ سے ایک روز کہا کہ دیکھو یہ جبرئیلؑ نظر آرہے ہیں آپ نے آنحضرتؐ کو پہلے اپنے زانو پر بٹھایا اور پوچھا کہ کیا اب بھی ملک نظر آرہا ہے آپ نے فرمایا کہ ہاں حضرت خدیجہؓ نے پھر آنحضرتؐ کو اپنے آغوش میں جگہ دی اور پوچھا کہ اب بھی جبرئیلؑ نظر آرہے ہیں آپ نے فرمایا کہ ہاں میں اب بھی دیکھ رہا ہوں۔

پھر حضرت خدیجہؓ نے اپنا سر کھول دیا اور چادر اُتار ڈالی اور پوچھا کہ اب بتاؤ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اب جبرئیلؑ نظر نہیں آتے یہ سُن کر خدیجہؓ خوش ہوگئیں اور کہنے لگیں کہ اے میرے برادر عم زاد خدا مبارک کرے یہ کوئی شیطان نہیں بلکہ فرشتہ ہے۔

حضرت خدیجہؓ مالی امداد کے علاوہ آپ کا بارِ غم بھی بانٹ لیا کرتی تھیں خدا کا شکر ہے کہ اہلبیت جس طرح تمام صفاتِ حسنہ میں دُنیا سے آگے ہیں اُسی طرح مالی صیغہ میں بھی ان ہی کا ایثار مقدم ہے۔ سب سے پہلے جس نے آنحضرتؐ کی مالی امداد کی وہ ابوطالبؓ تھے اور پھر حضرت خدیجہؓ کا نام آتا ہے اور یہ دونوں دولتیں ایسے وقت صرف کی گئی ہیں جن پر تاجرانہ ایثار کا شبہ بھی نہیں ہو سکتا۔ یہ کہنا حماقت ہوگا کہ ان دونوں میں سے کس نے اسلیے مال صرف کیا ہوگا کہ آج ایک دیں گے اور کل دس پائیں گے اس کا بڑا ثبوت یہ ہے کہ اولاد ابوطالب و اولاد خدیجہ دونوں محروم رہے اور جس نے اسی غرض سے صرف کیا تھا اُس نے حوصلہ سے زیادہ وصول کیا۔

آپ کی مستقل مزاجی آنحضرتؐ سے نکاح کے بعد قریشی عورتوں نے مفلس سے عقد کرنے کے الزام میں میل جول ترک کر دیا حضرت خدیجہؓ گھر میں تنہائی کی زندگی بسر کرنے لگیں لیکن آپ نے آنحضرتؐ پر چشم و ابرو سے بھی اسکا

---

۱۵ ابن ہشام ص ۱۰۷

بلاں ظاہر نہ کیا یہ مقاطعہ عرصہ تک جاری رہا یہانتک کہ جب سیدہ زنانِ عالم فاطمہ زہرا[۳]

شکم اقدس میں تھیں تو آپ کی پریشانی ضروریات نسوانی کو دیکھتے ہوئے بہت زیادہ تھی

اسی حالت میں ایک روز آنحضرت صلعم نے خدیجہؓ کو بغیر مخاطب باتیں کرتے سُن کر دریافت کیا کہ

اے خدیجہ کس سے ہمکلام ہو آپ نے فرمایا کہ جنین (پیٹ کا بچہ) میرے شکم سے باتیں کر رہا

ہے۔ فقال یا خدیجہ ھذا جبرئیل فبشرنی انہا انثی وانہا النسلۃ الطاہرۃ

المیمونۃ وان اللہ سیجعل نسلی منہا وسیجعل من نسلہا ائمۃ ویجعلہم

خلفائہ فی ارضہ بعد انقضاء وحیہ آنحضرتؐ نے فرمایا اے خدیجہ یہ جبرئیلؑ

مژدہ دے رہے ہیں کہ یہ جنین لڑکی ہے جو پاک و پاکیزہ و مبارک ہے عنقریب میری نسل

اسی سے پھیلے گی اور اسکی نسل سے امام ہوں گے جنکو خداوند عالم اپنی زمین پر میرا خلیفہ

کرے گا جب وحی کا سلسلہ قطع ہوجائے گا۔

اسکے بعد وقت ولادت فاطمہؓ حضرت خدیجہ کی پریشانی اور زیادہ تھی اسلیے کہ اسوقت

عورت کو خدمت کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ خدمت صرف عورتوں ہی کے متعلق ہے لیکن خدا نے پہلی

ایمان لانے والی اور اسکے رسول کی تصدیق و تائید کرنے والی کے غم کو اُسی طرح دفع کیا جیسے

وقت ولادت عیسٰیؑ زور قدرت سے کام لیا تھا یعنے جب خدیجہ کی ملاقات کے لیے مادّی

دروازے بند پائے تو اُس نے روحانی ابواب کو وا کیا اور حضرت مریم و سارہ و آسیہ و

ام کلثوم خواہر موسیٰؑ نے آکر تمام خدمات پورے کیے۔

مذہب حقہ اسلام کے اعلان کے بعد آنحضرتؐ ظاہر بظاہر کعبہ میں نماز پڑھنے لگے اسوقت

بھی خدیجہ ساتھ تھیں چنانچہ ابن عفیف[۲] ناقل ہے کہ میں تجارتی اغراض سے مکہ میں آکر

حضرت عباس بن عبدالمطلب کا مہمان ہوا ایک روز ہم دونوں دروازۂ کعبہ کے سامنے

---

[۱] [illegible] شیخ صدوق رہ [۲] ناسخ التواریخ ج ۴ کتاب ۲ ص ۱۰ [۳] خصائص مرتضوی امام نسائی مترجم ترجمہ اردو ص ۳ ملنے کا پتہ سید ابن الحسینی بازار ملاظریف رام پور اسٹیٹ ۱۲

بیٹھے ہوئے تھے کہ میں نے ایک جوان (آنحضرتؐ) شخص کو دیکھا کہ وہ آیا اور آسمان کی طرف بغور نظر کرکے (وقت نماز معلوم کرکے) نماز پڑھنے لگا پھر ایک تازہ جوان آیا اور پہلے شخص کے پس پشت ٹھہر کر نماز پڑھنے لگا پھر ایک عورت آئی اور وہ بھی قیام وقعود و رکوع وسجود میں ساتھ دینے لگی میں نے متحیر ہوکر حضرت عباس سے استفسار کیا تو آپ نے بتایا کہ سب سے آگے میرا بھتیجا محمدؐ بن عبداللہ ہے اور انکے پس پشت علیؑ ابن ابی طالبؓ وخدیجہ بنت خویلد ہیں پھر حضرت عباس نے مجھ سے بیان کیا کہ میرا بھتیجا کہتا ہے کہ اسکو خدا نے اس دین کا صاحب شریعت وپیمبر مقرر فرمایا ہے خدا کے کعبہ کی قسم اسوقت روئے ارض پر ان تین کے سوا اس مذہب کا پیرو چوتھا نہیں ہے۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جبکہ عرب کے پُرجگر مرد آنحضرتؐ کی قربت میں خطرہ محسوس کرکے آپ سے دور رہنا پسند کرتے تھے اسوقت خدیجہ کس بے جگری سے آپ کا ساتھ دے رہی تھیں اور یہ ساتھ دنیا راحت کے عالم میں ہوتا تو چنداں باعث حیرت نہ تھا بلکہ یہ معیت شعب ابوطالب میں بھی رہی جہاں کے مصائب تاریخ اسلام کو قیامت تک یاد رہیں گے۔

آپ کی اولاد قاسمؓ، طیبؓ، طاہرؓ، رقیہ، زینب، ام کلثوم، فاطمہ زہرا۔ صاحبزادوں میں سب سے بڑے قاسمؓ اور صاحبزادیوں میں سب سے بڑی حضرت رقیہ تھیں۔ حضرت سیدہؓ کے علاوہ تمام اولاد قبل بعثت ہوئی صرف فاطمہ طاہرہ بعد بعثت ومعراج پیدا ہوئیں اور صاحبزادیوں کے عقد کفار سے بھی ہوئے مگر سیدۂ عالم کے لیے بعض بڑے بڑے مسلمان بھی کفو نہ سمجھے گئے۔

تمام صاحبزادوں نے قبل بعثت عالم جاودان کی طرف رحلت فرمائی صاحبزادیاں عہد اسلام تک پہونچیں اور ایمان بھی لائیں اور آپ کے ہمراہ مدینہ کی طرف ہجرت بھی کی ان سب کا تفصیلی ذکر آئندہ آئے گا۔

کلام مجید اور مدح خدیجہ

کلام مجید میں بارہ عورتوں کا ذکر کنایۃً آیا ہے اُن میں ایک حضرت خدیجہ بھی ہیں جنکو نعمت احسان سے یاد کیا ہے و وجدك عائلاً فاغنی یعنی تم کو نادار پایا تو خدیجہ کی دولت سے غنی کیا یوں ہی سورۂ کوثر میں انا اعطینٰك الکوثر کی اگر مراد نسل طاہرہ کی امواج ہیں تو اسمیں خدیجہ کی شرکت ظاہر ہے اس لیے کہ نسل رسولؐ کی بقا صرف اسی بی بی سے ہوئی۔

احادیث کی مدح خوانی

عن[۱] عائشۃ قالت اول من اسلم خدیجہ — حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ سب سے پہلے حضرت خدیجہ ایمان لائیں۔

عن[۲] الزھری قال مکث رسول اللہ وخدیجہ یصلیان سرآ ما شاء اللہ — حضرت رسالتؐ آبؐ حضرت خدیجہؑ نے پوشیدہ طور سے جبتک خدا نے چاہا نماز پڑھی (مدت نامعلوم ہے)

حضرت خدیجہ و امیر المومنین علیؑ ابن ابیطالبؑ کے اعلان ایمان کا زمانہ قریب ہی قریب ہے اور سبقت الی الاسلام کی احادیث دونوں کی جانب وارد ہیں مثلاً زید بن ارقم وغیرہ کی روایت جسکو امام نسائی نے خصائص مرتضوی میں لکھا ہے اول من اسلم مع رسول اللہ علی بن ابی طالب دوسری روایت اول من صلی مع رسول اللہ علیؑ ابن ابیطالب (سب سے پہلے علیؑ نے آنحضرتؐ کے ہمراہ نماز پڑھی) خود امیر المومنینؑ سے بھی ایک روایت امام نسائی نے نقل کی ہے عن[۳] عباد بن عبد اللہ قال علیؑ انا عبد اللہ واخو رسول اللہ و انا الصدیق الاکبر وصلیت قبل الناس سبع سنین ولا یقولھا بعدی الا کاذب وعن طریق اخر عبد اللہ بن ھذیل عن علیؑ لا اعرف احدا من ھذہ الامہ عبد اللہ مع نبینا غیری عبدت اللہ قبل ان یعبدہ احد من ھذہ الامۃ تسع سنین (میں بندۂ خدا و برادر رسول و صدیق اکبر ہوں میں نے تمام لوگوں سے سات برس پہلے نماز پڑھی اور میرے سوا) اسکا دعویٰ کرنے والا جھوٹا ہے اسی طرح دوسرے طریقہ سے امیر المومنینؑ سے روایت کی گئی ہے میں

---

[۱] تاریخ ج ۴ ص ۱۹۴ [۲] طبقات ابن سعد ص ۹ [۳] ایضاً ص ۱۰ [۴] خصائص مرتضوی مترجم۔

اس اُمت بھر میں اپنے سوا کسی ایک کو بھی نہیں جانتا جس نے رسالتمآبؐ کے ہمراہ ابتدا سے خدا کی پرستش کی ہو میں نے اُمت بھر سے نو سال پہلے خدا کی عبادت کی (عفیف والی حکایت جو نقل ہو چکی اسی کی مؤید ہے جب یہ طے ہو چکا کہ امیرالمومنینؑ تمام اُمت سے نو سال قبل نماز پڑھا کیے ہیں تو اُمت میں خود حضرت خدیجہؑ بھی داخل ہیں اور اس حساب سے مدت صلوٰۃ خدیجہؑ بعد امیرالمومنینؑ مقرر ہو جائے گی۔

عن[۱] ابی عبد اللہ قال قال رسول اللہ ان اللہ اختار من النساء اربعۃ مریم و آسیہ و خدیجۃ و فاطمۃ

امام جعفر صادق علیہ و علیٰ آبائہ السلام سے روایت ہے کہ خدا نے عورتوں میں سے چار عورتوں کو منتخب فرمایا مریمؑ و آسیہؑ و خدیجہؑ و فاطمہؑ

ابونعیم نے حلیہ اور ابن البیع نے مسند اور خطیب نے اپنی تاریخ اور ابن بطہ نے ابانہ اور ثعلبی نے اپنی تفسیر اور سلامی نے اپنی تاریخ خراسان اور ابوصالح موذن نے اربعین میں شعبی و جابر انصاری و سعید بن مسیب و ابن عباس و سلیمان و ضحاک و ابومسعود و عبدالرزاق و احمد و اسحٰق وغیرہ وغیرہ سے روایت کی ہے[۲] اللہ قال حسبک من نساء العالمین مریم ابنۃ عمران و خدیجۃ بنۃ خویلد و فاطمۃ بنۃ محمدؐ و آسیہ بنت مزاحم امراۃ فرعون (ترجمہ قریب قریب وہی ہے جو گزر چکا)

قال[۳] ابن ہشام حدثنی من اثق بہ ان جبرئیل اتی رسول اللہ فقال اقرء خدیجۃ السلام من ربھا فقال رسول اللہ یا خدیجۃ ھذا جبرئیل یقرئک السلام من ربک فقالت خدیجۃ اللہ السلام ومنہ السلام وعلی جبرئیل السلام

ابن ہشام اپنے معتبر ذریعہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن آنحضرتؐ پر جبرئیل امینؑ نازل ہوئے اور عرض کی کہ خدیجہؑ سے انکے خدا کا سلام فرما دیجیے آپ نے فرمایا کہ اے خدیجہ جبرئیل ہیں تم سے تمہارے پروردگار کا سلام کہہ رہے ہیں خدیجہؑ نے جواباً کہا اللہ سلام ہے اور اُسکی جانب سے سلامتی ہے اور جبرئیل پر بھی اسلام ہو۔

عن[۴] عائشۃ قالت کان رسول اللہ اذا ذکر

حضرت عائشہ ناقل ہیں کہ آنحضرتؐ ذکر خدیجہؑ فرماتے تھے تو

---

[۱] ناسخ ص ۲۰۶ ج ۴ [۲] ناسخ ج ۴ ص ۴ ۱۹ [۳] سیرۂ ابن ہشام ص ۱۰۶ لفظی اختلاف سے صحیح بخاری میں بھی یہ حدیث نقل ہوئی ہے [۴] خلاصۃ السیر لمحب الدین احمد بن عبداللہ الطبری المتوفی سنہ ۶۹۴ھ فصل العاشر ۱۲

خدیجہ لم یکد یسأم من ثناء علیہا واستغفار لہا فذکرہا ذات یوم فاحملتنی الغیرۃ فقلت لقد عوضک اللہ من کبیرۃ السن قالت فرأیت رسول اللہ غضب غضبا شدیدا وسقط فی جلدی فقلت اللہم ان اذہبت غضب رسولک لم اعد اذکرہا بسوء ما بقیت وقال کیف قلت واللہ لقد امنت بی اذ کذبنی الناس وآوتنی اذ رفضنی الناس وصدقتنی اذ کذبنی الناس ورزقت الولد حیث حرمتموہ

اُنکی تعریف اور اُنکے لیے طلب مغفرت سے نہ رکتے ہی تھے ایک روز مجھے رشک (سوتاپے کی جلن) آیا اور میں نے کہا کہ اب تو آپ کو خدا نے اُس بڑھیا کے عوض ایک کمسن دولھن دیدی میں نے دیکھا کہ آپ پر شدت سے غصہ طاری ہوا اور میں لرز کر دل سے کہنے لگی کہ خداوندا اگر اس مرتبہ تو اپنے رسول کا غصہ ٹال دے گا تو زندگی بھر پھر کبھی خدیجہ کو بُرا نہ کہونگی (اتنے میں) آنحضرت نے فرمایا کہ تم نے کیا سمجھکر یہ کہا خدا کی قسم جب لوگوں نے مجھے چھوڑ رکھا تھا وہ ایمان لائیں اُنھوں نے اُسوقت مجھے پناہ دی جب سب چھوڑ چلے تھے اور جب مجھے لوگ جھٹلا رہے تھے اُنھوں نے تصدیق کی اُنکو خدا نے مجھ سے اولاد دی جس کی تم محروم رہیں۔

لیکن آپ اپنی فطری شعلہ مزاجی سے اس عہد پر قائم نہ رہ سکیں۔

دخل[1] النبی علی فاطمۃ فرآہا منزعجۃ فقال لہا ما لک فقالت الحمیراء[2] افتخرت علی امی انہا لم تعرف رجلا قبلک وامی عرفتہا مسنۃ فقال ان بطن امک کان للامامۃ وعاء

ایکدن آنحضرت خانۂ فاطمہؑ میں تشریف لائے اور آپ نے انکو مضطرب پاکر سبب پوچھا فاطمہؑ نے عرض کی کہ آج عائشہ حمیرا نے میری ماں پر فخر کیا کہ میں تمھارے باپ سے پہلے کسی مرد سے واقف نہ تھی اور تمھاری ماں وہ تھیں جو تھیں آپ نے فرمایا (غم نہ کرو) تمھاری ماں کا شکم ظرف امامت ہے یعنے کنیز والیاں بانجھ ہیں جنسے اولاد نہوگی اور یہ عورت کا سخت عیب ہے ایک ایسی بیٹی کا یہ قول ہے جسکی ماں (ام رومان) اُسکے باپ (حضرت ابوبکر) سے پہلے عبداللہ بن الحرث سنجرہ کے پاس تھیں اور اُنسے ایک فرزند طفیل بن عبداللہ پیدا ہوے اسکے یہ معنی ہوے کہ اس طعن میں آپ اپنی والدہ کو بھی نہ بھولی ہونگی۔ تذکرہ سبط ابن جوزی

عن[3] عبد اللہ ابن جعفر قال قال صلعم امرت ان ابشر خدیجۃ ببیت من قصب[4] لا صخب فیہ ولا نصب

عبداللہ بن جعفر کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا کہ خدیجہ کو (جنت میں) ایسے گھر کی خوشخبری دیدوں جسمیں رنج و ملال نہوگا اور وہ ایک ڈال موتی کا ہوگا۔

فی[5] البحار عن ابی عبد اللہؑ ان خدیجہ لما

امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ جب حضرت خدیجہؑ نے وفات پائی

۱؎ بحار الانوار ج۱ مطبوعہ طہران ۲؎ حضرت عائشہ کا لقب یا عرف ۳؎ سیرۃ ابن ہشام ص ۱۰۶ ۴؎ قال ابن ہشام القصب ہٰہنا اللؤلؤ المجوف ۵؎ ناسخ ج ۲ ص ۱۹۷۔

تو فیت جعلت فاطمۃ تلوذ برسول اللہ
وتدور حولہ وتسئلہ یارسول اللہ این
امی فجعل النبی لا یجیبہا فجعلت تدور
علی من تسئلہ ورسول اللہ لا یدری ما
یقول فھبط الامین جبرئیل فقال ان
ربک یامرک ان تقرء علی فاطمۃ السلام
وتقول لہا امک فی بیت من قصب کعابہ
من ذھب واعمدۃ من یاقوت احمر بین
اسیہ امرأۃ فرعون ومریم ابنۃ عمران
فقالت فاطمۃ اللہ ھو السلام ومنہ السلام
والیہ السلام

تو فاطمہ آنحضرت کے پاس آتی تھیں اور گرد پھر کر
پوچھتی تھیں کہ بابا میری ماں کہاں ہیں اسوقت
آپ جواب نہ دیتے تھے اور وہ بار بار سوال کرتی
تھیں اور آپ متحیر تھے کہ کیا جواب دیں (اتنے میں) جبرئیلؑ
نازل ہوئے اور کہا کہ آپ فاطمہؓ کو خدا کا سلام
پہونچا دیجیے اور کہہ دیجیے کہ تمہاری ماں ایک
ڈال موتی کے مکان میں ہیں جس کی برجیاں
سونے اور ستون یاقوت سرخ کے ہیں اور
خدیجہؓ درمیان آسیہؓ و مریمؑ بیٹھی ہوئی ہیں
فاطمہؓ نے جواب دیا کہ خدا سلام ہے اور سلامتی
کا مبدء و مرجع وہی ہے۔

خدیجہ سے محبت رسول

عنؓ عائشۃ قالت ما غرت علی احد من ازواج النبیؐ ما غرت علی خدیجۃ وما بی ان اکون ادرکتہا وما ذالک الا لکثرۃ ذکر رسول اللہ لہا وان کان مما تذبح الشاۃ فیتتبع بہا صدائق خدیجۃ فیھدیہا۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے سوتاپے کا رشک جسقدر حضرت خدیجہؓ سے تھا آنحضرتؐ کی کسی بی بی سے نہ تھا میں نہیں جانتی کہ اگر میں اُنکے ساتھ ہوتی تو میرے اوپر کیا بن جاتی میرا حسد اسلیے تھا کہ آنحضرت خدیجہؓ کو بہت یاد کرتے تھے آپ ایک بکری ذبح کرتے تھے تو خدیجہؓ کی سہیلیوں کو ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر ہدیۃً گوشت بھیجا کرتے تھے۔

لہ اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۳۸

ہالہ[1] بنت خویلد (خدیجہ کی بہن) مدینہ میں آئیں تو آنحضرت سے بھی ملنے کی اجازت چاہی آپ نے اجازت دی اور جب اُنھوں نے باتیں کیں تو آپ مغموم ہوگئے اس لیے کہ ہالہ کی آواز حضرت خدیجہ سے بہت مشابہ تھی آپ کو خدیجہ یاد آگئیں اسوقت حضرت عائشہ بھی تشریف رکھتی تھیں آپ کو جلا یا پیدا ہوا اور آپ فرمانے لگیں (جسکو خود ہی نقل بھی فرمایا ہے) فقلت وماتذکر من عجوز من عجائز قریش حمراء الشدقین ھلکت فی الدھر فابدلک اللہ خیرا منھا۔ میں نے کہا کہ تم قریش کی بڑھیوں میں سے ایک ایسی بڑھیا کو کیا یاد کرتے ہو جسکی باچھیں سرخ تھیں اور پنڈلیاں سوکھ گئی تھیں مدت ہوئی کہ مرگئی اب خدا نے تم کو اُس سے بہتر بی بی دیدی۔

آنحضرت خاموش رہے اور یہ خاموشی صاحبانِ فہم میں اقرارِ فضل عائشہ بن گئی۔ مگر حضرت عائشہ کے الفاظ نثر میں وہ کام کر رہے ہیں جو جہالت کا معتقد ایک ناظم اپنی نظم ہجو میں کرسکتا ہے اور ہجو سب وشتم کا ایک جزو ہے آج بھی شریف آدمی کو گالی دی جائے تو وہ خاموش ہی ہو رہے گا۔ مجھ کو حضرت عائشہ کے اخلاق کی داد دینا ضروری ہے کہ اُنھوں نے اپنے ایک مہمان (ہالہ) کی ترحیب اُسکی بہن کی ہجو سرائی سے شروع کی اہلِ اعتقاد کو یہ اخلاق اپنی عورتوں میں پیدا کرانا چاہیے۔

علمائے اسلام کی رائے | وکانت له وزیر صدق (ابن ھشام)[2] خدیجہ آنحضرت کی سچی وزیر تھیں ابن ھشام[3] اصدقھا رسول اللہ عشرین بکرۃ وکانت اول امراۃ تزوجھا ولم یتزوج علیھا غیرھا حتی ماتت ابن ہشام کہتے ہیں کہ آنحضرت نے بیس[2] ناقہ اُن کا مہر مقرر فرمایا اور وہ پہلی بی بی تھیں جن سے عقد کیا اور اُنکی حیات میں کسی دوسری سے نکاح نہیں کیا وامنت[3] بہ خدیجہ وصدقت بما جائہ من اللہ وازرتہ علی امرہ فکانت اول من امن باللہ وصدقت بما جائہ من اللہ فخفف اللہ بذلک عن رسولہ

---

[1] سراج وہاج شرح صحیح مسلم ص ۹۵ [2] سیرۃ ابن ہشام ص[illegible] [3] ایضاً ص ۱۲ [4] ایضاً ص ۱۰۵ و استیعاب ۱۲

لا یسمع شیئا یکرھه من رد علیه وتکذیب له فیحزنه ذلک الا فرج اللّٰه عنه بها اذا رجع الیها تثبته وتخفف علیه وتصدقه وتھون علیه امر الناس یرحمها اللّٰه

خدیجہ آنحضرتؐ پر ایمان لائیں اور جو کچھ خدا کی طرف سے رسولؐ لائے تھے اُسکی تصدیق کی اور آپ کی رسالت میں آپ کی مددگار رہیں یہی سب سے پہلے ایمان لائیں اور تصدیق رسالت کی ہمراہی خدیجہؓ سے خدا نے آنحضرتؐ کے غم و غصہ میں تخفیف فرمائی آپ نے کوئی مکروہ بات سُنی نہ اپنی تردید و تکذیب دیکھی جو آپ کو مغموم کرے بلکہ خدا نے حضرت خدیجہؓ کے دم سے آپ کو مسرور کیا۔ آپ جب خدیجہؓ کے پاس آتے تھے وہ آپ کو مضبوط کرتی تھیں اور تصدیق کرتی تھیں اور لوگوں کے معاملہ اور زیادہ گوئی اور بے حقیقت بتاتی تھیں خدا اُن پر رحم کرے۔

وقال[۱] ابن اسحٰق قد تتابعت المصائب علی رسول اللّٰهؐ بهلاک خدیجه وابی طالب ابن اسحٰق قائل ہیں کہ وفات خدیجہؓ و ابیطالبؑ سے آنحضرتؐ پر مصیبتیں ٹوٹ پڑیں۔

وفات } آپ کو[۲] آنحضرتؐ کی ہمراہی میں چوبیس[۳] سال گزرے اتنی مدت کسی بی بی کو صحبت رسالت میں بہرہ اندوزی کا شرف حاصل نہیں ہوا ہے اور بعثت[۴] کے آٹھ سال بعد ہجرت سے تین سال قبل ماہ صیام کی پندرھویں تاریخ آپ نے رحلت فرمائی اُسوقت تک نماز جنازہ فرض نہوئی تھی البتہ آنحضرتؐ نے خود قبر میں اُتارا اور مقام حجون کو مدفن بنا کر اپنی امانت سونپ دی یہی وہ امانت گاہ رسولؐ ہے جسکا نشان وہابی طبقہ مٹا رہا ہے۔ حضرت خدیجہ و حضرت ابوطالبؑ نے چند دن آگے پیچھے انتقال کیا ہے سال وفات دونوں کا ایک ہے، آپ کی عمر پینسٹھ سال کی تھی۔

---

[۱] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۳۹ [۲] ایضاً ص ۴۳۵ [۳] ایضاً ۴۳۵ [۴] طبقات س ۹ [۵] ایضاً ص

فصل

(۲)

ام المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمعۃ القرشیہ

سودہ (بفتح اول وثالث) بنت زمعہ بن قیس بن عبد الشمس بن عبد ود عامری القرشی اور ماں کا نام شموس بنت قیس بن زید بن عمر ہے ان کے پہلے شوہر سکران بن عمر انکے ابن عم تھے دونوں مکہ ہی میں[۱] اسلام لائے اور یہیں بیعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف حاصل کیا۔

یہ عہد اسلام کا سخت ترین عہد تھا مسلمان ہونا اور اسلام لانا آسان نہ تھا اسلیے یہ دونوں زن وشوہر زیادہ دنوں تک مکہ میں قیام نہ کرسکے اور کفار قریش کے دست ستم سے عاجز آکر ہجرت ثانی کرنے والوں کے ہمراہ ارض حبشہ[۲] کی طرف کوچ کرگئے۔ واپسی کے بعد سکران نے مکہ میں توطن کا ارادہ کیا اسلیے کہ دردولت نبوت کی کشش ایمانی اپنی طرف کھینچ رہی تھی لیکن مکان بننے سے پہلے وقت موت آ پہونچا اور قبر نے ہم جواری کعبہ کی حسرت نکال دی۔

نکاح ثانی سکران کے انتقال کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم[۳] نے پیغام نکاح بھیجا سودہ نے قبول کیا اور اپنا اختیار ذات مختار کے سپرد کیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طلب پر حاطب بن عبد الشمس کو اپنا ولی کرکے بھیجا ماہ رمضان نبوت[۴] کے دسویں سال میں یہ نکاح ہوگیا مہر کی تفصیل نہیں معلوم مگر امید ہے کہ پانچسو درہم ہوگا اسلیے کہ آپ کے اکثر ازواج کا یہی مہر تھا[۵]۔

اسباب نکاح کہا جاتا ہے کہ خولہ بنت حکیم زوجۂ عثمان بن مظعون نے آپ کو فراق خدیجہ میں ملول ومغموم پاکر نکاح ثانی کا مشورہ دیا

[۱] طبقات ج ۸ ص ۳۶ [۲] ایضاً [۳] ایضاً [۴] ایضاً [۵] خلاصۃ السیر احمد بن عبد اللہ طبری ۱۲

اور آپ کا ایما پاکر ایک چھوڑ دو نکاح کرادیے ایک حضرت سودہ سے دوسرا حضرت عائشہؓ سے۔

پہلے تو ایک نسبت کا ایما حاصل کرنا اور دو نکاحوں کا کرادینا تعجب سے خالی نہیں ہے دوسرے حضرت خدیجہؓ کا قلق اگر ان نکاحوں کے بعد جاتا رہتا تو میں دوا کو کارگر اور تشخیص مرض کو درست مانتی لیکن یہ غم آپ کی حیات کا ایک جز ہوگیا تھا اور سچ تو یہ ہے کہ حضرت نیاز فتحپوری کے دعوے کو غلط ثابت کرنے کے لیے حضرت عائشہ کے نکاح پر بھی اس نے کوئی کمی نہ کی ورنہ حضرت عائشہ کو جلاپا کیوں پیدا ہوتا جیسا کہ حضرت خدیجہؓ کے حالات میں ہم لکھ چکے ہیں۔

اس حالت کو دیکھتے ہوئے میں نہیں کہہ سکتی کہ آپ کو اپنے دُکھ کا احساس صحیح نہ تھا اس لیے تدبیر بھی عبث کی گئی جو آپ کے حکیمانہ طرز کے منافی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت سودہ کی طرح اور بھی بعض امہات مومنین کے نکاح مصالح پر مبنی تھے اور اس میں حفاظت وحراست اہل اسلام کے خیال کو اکثریت حاصل ہے کیونکہ آپ کو تبلیغ کے بعد ہر مسلمان کی جان ومال وعزت وآبرو کی فکر پڑجاتی تھی اور آپ معاد کی طرح انکے معاش کے بھی حامی ہوجاتے تھے جیسے اصحاب صفہ اور فقراے اسلام ومظلومین مذہب جنکی حفاظت میں شب وروز آپ اپنی ذات پر سختیاں اٹھاتے تھے۔

حضرت سودہ کا عہد اسلام اور انکے شوہر اولی کی وفات ایسے وقت میں ہوئی ہے جب اسلام کو کوئی قوت حاصل نہ تھی اور مسلمانوں میں افلاس کا مرض عام تھا اسلیے جہاں سودہ کی بے وارثی و یگانیت مذہب انکی حفاظت کو فرض کرتی تھی وہاں ایسے صاحبانِ دل کی بھی کمی تھی جو بے ضرورت اپنا خرچ دوگنا اور اپنے بار کو مضاعف کرلیں نہ آپ کی سی ہمت و اثیار تمام امت میں پیدا ہوسکتا تھا اس لیے آنحضرتؐ کو کثرت ازدواج ضروری ہوجاتی تھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سودہ کے لیے بھی یہی صورت درپیش ہوئی اور آپ نے نکاح کرکے خانہ امن وامان کے سایے میں بٹھا لیا اگر آپ ایسا نہ کرتے تو

حضرت سودہ کسی سرپرست کی تائید وحمایت سے محروم رہ کر اپنی حفاظت آپ نہ کر سکتیں
ان کے عقد کے چند روز کے بعد عبداللہ بن زمعہ انکے بھائی مکہ میں پہونچے اور یہ خبر سُن کر
کہ سودہ خانۂ رسالت میں مکیں ہیں رنج وغم سے اپنے سر پر خاک اُڑانے لگے اگرچہ بعد اسلام
اپنی اس حرکت سے اکثر شرمندہ ہوتے تھے لیکن اگر اسوقت سودہ انکے اختیار میں آجاتیں
تو کیا کم از کم خوف ارتداد نہ تھا چاہے عبداللہ ابن زمعہ بعد اسلام اسپر بھی شرمندہ ہو لیتے
مگر سودہ کو اگر سودائے اسلام پورا ہو چکا تھا تو ان کی دشواریاں اپنی حد کو پہنچ جائیں اور
اگر اس نشۂ (اسلام) کو بھائی کی ترش مزاجی اُتار دیتی تو ارتداد میں شک نہ تھا اور اُسوقت
کی اسلامی مردم شماری پر اخراج اسم اک مہلک ضرب ہوتی۔

ہاں یہ عقد صرف اُسوقت بے وجہ ہوسکتا تھا جب ضرورت حفاظت باقی نہ رہے
چنانچہ جب اسلام کو دست کفار سے سکون واطمینان حاصل ہوا اور شوکت اسلام نے بت پرستوں
کے حوصلے پست کردیے اُسوقت حفاظت کی ضرورت ختم ہوگئی اور آنحضرتؐ نے طلاق
دیدیا آپ اور ہر دانشمند پر اُسیوقت تک حفاظت فرض ہے جبتک اُسکی ضرورت ہو چنانچہ
خود آپ کے محافظین بھی مقرر تھے جن میں ابو ایوبؓ انصاری معاذؓ بن جبل محمد بن مسلمہؓ وغیرہم
کے اسما قابل الذکر ہیں لیکن نزول[1] یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان
لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس الخ اے رسول جو کچھ ہم نے تم پر نازل
کیا ہے اُسکو پہونچا دو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو رسالت کا کوئی کام ہی نہ کیا خدا خود لوگوں سے
تمھاری حفاظت کرے گا کے بعد پہرہ اُٹھا دیا گیا (معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت تک امین کے
پاس کوئی چمکدار ہیرا تھا جسکے لیے پہرہ چوکی قائم تھا جب وہ نہ رہا تو پہرہ بے ضرورت ہوگیا)۔

جب حضرت سودہؓ کی ضرورت حفاظت نہ رہی تو آپ نے اُنکو بھی آزاد فرما دیا جب
سودہؓ کے پاس یہ پیغام پہونچا تو آپ خانۂ حضرت عائشہؓ کی راہ پر آبیٹھیں اور قسم دے کر

[1] خلاصۃ السیر صـ۹۳ طبقات ج ۸ ص ۳۷۔

پوچھا کہ کیا آپ نے مجھ میں کوئی خاص بات (قابل طلاق) ملاحظہ فرمائی۔ آپ نے فرمایا نہیں سودہ نے قسم دے کر کہا کہ پھر آپ رجوع فرمالیجیے میں ضعیف ہوچکی ہوں مجھے خواہش مرد نہیں ہے البتہ آرزو ہے کہ روز حشر آپ کے ازواج میں شامل رہ کر قبر سے اُٹھوں اور میں اپنی باری کا روز و شب حضرت عائشہ کو دیے دیتی ہوں آنحضرت نے قبول فرمالیا اسی واقعہ پر یہ آیت نازل ہوئی۔

وان امراۃ خافت من بعلها نشوزا او اعراضا فلا جناح علیهما ان یصلحا بینهما صلحا والصلح خیر واحضرت الانفس الشح وان تحسنوا وتتقوا فان الله کان بما تعملون خبیرا ولن تستطیعوا ان تعدلوا بین النساء ولو حرصتم فلا تمیلوا کل المیل فتذروها کالمعلقة وان تصلحوا وتتقوا فان الله کان غفورا رحیما[۱]

اور اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی طرف سے ظلم یا بے رغبتی کا اندیشہ رکھے (پھر) وہ دونوں آپس میں صلح کرلیں تو کوئی الزام نہیں ہے اور نفس بخل کے سامنے کیے گئے ہیں اور اگر تم نیکی کرو اور پرہیزگار ہو تو جو کچھ بھی تم اعمال کرتے ہو خدا اُس سے آگاہ ہے اور اگر تم عدالت تعدد ازدواج کے لئے کر سکتے ہو عورتوں میں تو خیر اور اگر تم اس بات کے حریص ہو کہ ازدواج زیادہ کرو تو پھر ظلم بھی نہ کرو اور نہ اسکو (زوجہ) بیچ ادھر میں نہ معلق چھوڑدو اور اگر تم صلح کرو اور ڈرتے رہو تو اللہ بہت بخشنے اور رحم کرنے والا ہے

مجکو تعجب ہوتا ہے کہ مسلمان اس آیت کا سبب نزول واقعہ بالا کو بتاتے ہیں اور ارباب سیرت خواہ متقدمین ہوں یا متاخرین اس روایت کے اعتماد و اعتبار پر قسم کھا چکے ہیں البتہ دنیائے اُردو میں مولوی عبدالسلام صاحب ندوی اور نیاز صاحب فتحپوری مستثنیٰ ہیں ان دونوں کی یہ ادا پسند آئی کہ اگر رد کی ہمت نہ ہوئی تو اس واقعہ کے ایراد سے گریز کر گئے غنیمت ہے کہ سیرت نویسوں میں مادہ شرم وحیا تو پیدا ہونے لگا لیکن اس روایت کی رد میں اپنے اہل مد کی اعتماد شکنی کے ساتھ حضرت عائشہ کی ایک خصوصیت

[۱] سورۂ نساء پارۂ پنجم ۱۲

(دو باریوں کا مالک ہونا) مٹی جاتی تھی اگرچہ آنحضرت پر سے ایک لاطائل الزام دور ہوجاتا اسلیے دونوں بزرگ مجبور رہتے اور یہ ایک ایسا فخر تھا جسکو حضرت عائشہ کا پسندیدہ کہنا چاہیے آپ نے خود بھی اسکو سراہا ہے اور محدثین نے بھی مدح سرائی میں کوئی کوتاہی نہیں کی ہے۔

عن[1] الزہری عن عروہ عن عائشہ قالت کانت سودۃ بنۃ زمعۃ قد اسنت وکان رسول اللہ ﷺ لا یستکثر منہا وقد علمت مکانی من رسول اللہ ﷺ وانہ یستکثر منی فخافت ان یفارقہا وضنت بمکانہا عندہ فقالت یا رسول اللہ یومی الذی یصیبنی لعائشہ وانت منہ فی حل فقبلہ النبی ﷺ وفی ذلک نزلت وان امراۃ الخ

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ سودہ بڑھیا ہوگئی تھیں اور آنحضرت ان سے کثرت مجالست پسند نہ فرماتے تھے اور وہ میرے مرتبۂ محبت سے واقف تھیں جو آنحضرت مجھ سے رکھتے تھے اور جس کثرت سے میرے پاس آتے تھے لہذا وہ ڈریں کہ آنحضرت چھوڑ دیں اسلیے کہ اپنا مرتبہ تو معلوم ہی تھا انھوں نے کہا کہ اے خدا کے رسول میں اپنی باری کا دن حضرت عائشہ کو دیتی ہوں اور آپ اس روز آزاد ہیں آنحضرت نے اسکو قبول کرلیا اور اسی بارہ میں آیت (مرقومۂ بالا) نازل ہوئی۔

یہ واقعہ صحیح ہو کہ نہ ہو لیکن اسمیں شک نہیں کہ یہ الفاظ حضرت عائشہ کے ضرور ہیں اسمیں آپ کا رنگ طبیعت جھلک رہا ہے آپ کو اپنی جوانی کمسنی پر اکثر ناز رہا ہے اور دوسروں کو بڑھاپے کے طعنے دیئے ہیں آپ نے کبھی تنگ ہمتی سے کام نہیں لیا ہے آج سودہ کا معاملہ ہے اور کل خدیجہ کے لیے با لفاظ مختلف بھی ہوچکا ہے۔ تمیر نے سچ کہا ہے۔

جنوں کا مبحث میرے مذکور ہے جوانی دوانی ہی مشہور ہے

اس واقعہ سے چند قسم کے کام لیے گئے ہیں (۱) سودہ کی جسقدر رسرد بازاری تھی اسیقدر میری محبت کی گرما گرمی اور یہ اعلان یقیناً مفید مطلب تھا (۲) میرے سوا کوئی بی بی اس قابل نہ تھی جسکو یہ باری دی جاتی اور آنحضرت قبول فرمالیتے۔ ان الفاظ پر ہمکو نوٹس نہ لینا چاہیے

[1] طبقات ج ۸ ص ۳۶

اسلیے کہ اگرچہ تعلیم یافتہ عورتوں کے مطابق حال نہ سہی مگر عام عورتوں کا مذاق بھی ہے۔

سب سے زیادہ قیامت آنحضرت کا قبول فرما لینا ہے (جس کا اظہار کیا جا رہا ہے)

ہمارے نزدیک نہ یہ واقعہ ہی تھا نہ آپ نے قبول فرمایا ہوگا اسلیے کہ یہ شان رسالت کے موزوں نہیں ہے کہ عورت کا سن آجانے سے شوہر طلاق دینے پر آمادہ ہو جائے کیا عورت اپنی عمر بڑھا لینے کی مجرم کہی جا سکتی ہے، کیا آنحضرت نے پیغام نکاح کیوقت سودہ کے سن وسال پر غور نہ کیا تھا اور آپ کو یہ اندازہ نہ تھا کہ دس برس کے بعد انکا سن کسقدر ہو جائے گا اور اگر غور نہ کیا تھا تو اسکا الزام کسپر ہے سودہ پر یا آنحضرت پر ہم اگر اہل سیرت کی اس روایت کو مان لیں اور انصاف پر نظر بھی رکھیں تو سودہ کا نقصان ماننا پڑے گا اسلیے کہ اگر آنحضرت نکاح نہ فرماتے تو شاید کوئی نباہنے والا شوہر مل جاتا جو آخر وقت تک ساتھ دیتا اور آیت کو آکر یہ سمجھانا نہ پڑتا کہ بیوگی اور نکاح کے درمیان عورت کو نہ چھوڑ دینے نسبت نکاح کی موجودگی ہیں نہ وہ بیوہ کہی جا سکے اور نہ بے تعلقی سے شوہردار ہونا ثابت ہو سکے۔

افسوس کہ اہلِ اسلام آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر قلم اٹھاتے ہیں اور غیر مذہب والوں کو خود محل اعتراض دیتے ہیں ارباب سیر تو جب گنجائش اعتراض پیدا کر کے دم لیتے ہیں علما کتے ہوئے اٹھتے ہیں۔

مرتا ہوں اس آواز پہ ہر چند سر اڑ جائے ۔۔۔ جلاد سے لیکن وہ کہے جائیں کہ ہاں[1] اور

اس ناشدنی دعوے کی یکطرفہ ڈگری میں علامہ زمخشری[2] فرماتے ہیں ومعنی الصلح ان یتصالحا علی ان تطیب له نفسا عن القسمة او عن بعضها کما فعلت سودة بنت زمعة حین کرهت ان یفارقها رسول الله ﷺ وعرفت مکان عائشة من قلبه فوهبت یومها معنی صلح یہ ہیں کہ عورت اپنی پوری تقسیم یا اسکے کسی حصے

---

[1] منج الصادقین ۴۲ [2] الکشاف عن حقائق التنزیل زمخشری مطبوعہ نولکشور پریس ص ۲۲۶ ج ۱ والطیاب فی علم الکتاب ابو حفص ج ۳۔

بہ طیب خاطر (ہاتھ اُٹھالے) جیسا کہ حضرت سودہ نے کیا جب اُنکو اندیشہ ہوا کہ آنحضرت چھوڑ دینگے اور اُنھوں نے قلب آنحضرتؐ میں محبت عائشہ کو جا گزیں دیکھ لیا تو اپنی باری کا دن حضرت عائشہ کو دے کر (صلح کر لی) اسکے بعد رہے سہے شرائط صلح بیضاوی شریف میں مرتب ہوجاتے ہیں فلا جناح علیهما ان یتصالحا } بان[1] تحط له بعض المهر او القسم او تهب له شیئا تستمیله بہ معنی صلح یہ ہیں کہ عورت اپنا حصہ یا اپنے مہر کا کچھ حصہ چھوڑ دے یا ایسی کوئی چیز دیدے جس سے مرد کو اپنی طرف مائل کر سکے۔ دنیا میں صلح کا قاعدہ یہ ہے کہ دونوں فریق اپنے مطالبہ کے اقل قلیل پر جمع ہوجاتے ہیں لیکن یہاں صرف مجبور و بے بس عورت دبائی جا رہی ہے جسکے لیے انھیں رسولؐ نے کہا ہے[2] کہ ازواج تمھارے اسیر ہیں اُنپر رحم کرو مگر یہاں کمزوری سے فائدہ اُٹھایا جاتا ہے[3] اور جرم یہ کہ تم بڑھیا کیوں ہوگئیں لہذا مہر چھوڑ دو، یا آئندہ سے کم خوراک ہو جاؤ، یا گھنا پاتا شوہر کے حوالے کرکے صلح کر لو۔

کیا یہی اُس مذہب کا قانون ہے جسکا دعویٰ ہے کہ اُس نے عورت و مرد کو مساوی کر دیا ہے

کیا اس الزام کے قابل اُس نبی کی ذات ہوسکتی ہے جو عالم مرض میں بھی ایک بی بی کے گھر سے دوسری بی بی کی باری کے دن دوسرے گھر میں لایا جاتا (جب خود نقل و حرکت کے قابل نہوتا تھا) جو عادل زمانہ ازواج کے درمیان تقسیم کے لیے بیٹھتا تھا تو اسکو اُس سورہ کی یاد آتی تھی جسکے لیے خود فرمایا تھا شیبتنی سورۃ هود (مجھے سورۂ ہود نے بوڑھا کر دیا) اسلیے کہ اُسمیں نقطۂ عدل پر ثابت قدمی سے ٹھہرنے کا حکم تھا فاستقم کما امرت اور اس نقطہ پر قیام صحیح کی دشواریاں آپ کو دعا پر مجبور کرتی تھیں اور آپ فرماتے تھے اللّٰھم[4] ھذہ قسمتی فیما املك فلا تواخذنی فیما تملك ولا املك

---

[1] بیضاوی شریف مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ ج ۱ ص ۲۰۵ [2] ناسخ التواریخ جلد حالات آنحضرتؐ
[3] منہج الصادقین تفسیر شیعہ ص ۲۲ [4] تفسیر صافی تفسیر شیعہ ۱۲

خداوندا یہ میری وہ تقسیم ہے جسکا میں مالک ہوں میری گرفت اُس چیز (محبت) میں نہ کرنا جس کا تو مالک ہے اور میں مالک نہیں ہوں اُسی پیمبر کی یہ حدیث ہے من کانت لہ امراتان[1] یمیل مع احدھما جاء یوم القیامۃ واحد شقیہ جو دو بیبیوں والا اپنی ایک بی بی کو چاہیے گا وہ قیامت میں اسطرح آئیگا کہ اُسکا نصف جسم پشت کی طرف خمیدہ ہوگا۔ اس عدالت پر اسلام کو ناز تھا اور سچے مسلمانوں کا یہی عقیدہ رہا اس عدالت کو سب سے پہلے جس نے برتا وہ خود رسول کریم تھے اور اُنکے سچے پیرو بھی عمل کرتے رہے چنانچہ معاذ بن جبل کی دو بیبیاں وقت واحد میں طاعون سے انتقال کر گئیں تو اُنکو غسل وکفن میں بھی ایک کو مقدم کرنا خلاف عدالت معلوم ہوا اور قرعہ ڈالا گیا امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ کا یہ حال تھا کہ ایک بی بی کی باری کے روز دوسری کے گھر میں وضو بھی نہ فرماتے تھے (تاکہ تقسیم برکت بھی مساوی رہے) ہم نہیں کہہ سکتے کہ ایسے عدل پرور پیمبر نے ایسا کیا ہوگا البتہ حضرت عائشہ وحضرت سودہ کا کوئی نامعلوم قصہ درمیان میں ہو تو اُسکا حال واضح نہیں ہے مگر حضرت عائشہ کی محبت اُمید کے خلاف حضرت سودہ سے نظر آتی ہے چنانچہ آپ کا قول تھا کہ میں عزیز رکھتی کہ میری روح جسم حضرت سودہ میں ہو جس عورت میں حسد و رشک اور سوتاپے سے متاثر ہونا فطری ہو اور جو شوہر کی مردہ بی بی سے بے دیکھے جلے وہ اپنی پہلی سوت سے اسقدر راضی ہو یہ امر قابل تعجب ضرور ہے لیکن یہ بھی یاد رہے کہ یہ رذیلہ (جسکو سوتاپا کہتے ہیں) حضرت عائشہ کی محبت میں علمائے اسلام کے نزدیک فضیلت یا کم از کم لائق عقوبت نہیں رہا ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ شیعہ مذہب رسولؐ کو اُنکے پورے وقار کے ساتھ دیکھتا ہے اور وہ اپنی تحقیق سے کام لے کر آپ کو بے جرم ومعصوم ثابت کرتا ہے اُنکے یہاں سوا ارباب سیرۃ

[1] منتہی الصادقین ص ۲۴۳ [2] مجمع البیان تفسیر شیعہ ص ۲۲۶ [3] منہج الصادقین ص ۴۳ [4] طبقات ج ۸ ص ۳۷ [5] سراج وہاج شرح صحیح مسلم مطبوعہ صدیقی پریس بھوپال ص ۴۹۶

(جو تمامتر اہلسنت ہیں) کے نقل قول کے کوئی حرف اس واقعہ کے اثبات میں نہیں پایا جاتا بلکہ اس آیت کے نزول کا سبب رافع بن خدیج اور انکی زوجہ خولہ بنت محمد بن مسلم اور دوسری نوجوان بی بی کا قصہ بتایا جاتا ہے جنھوں نے اپنی نوجوان بی بی کی خاطر سے اپنی بڑھیا بی بی کو طلاق دیدی تھی اور اس آیت نے انکی مصالحت کرادی تھی۔ شیعہ قوم کو واجب ہے کہ وہ اپنے نبی کے اتہامات کو صحیح نہ جانیں۔

حضرت سودہ کے خواب آپ نے قبل نکاح رسول ایک روز[۱] خواب میں دیکھا کہ آنحضرت تشریف لائے اور میری گردن پر پاؤں رکھدیا۔ آپ کے شوہر اول سکران نے اسکی تعبیر دی کہ میں مرجاؤں گا اور آنحضرت تم سے نکاح کرلیں گے تھوڑے عرصہ کے بعد پھر آپ نے دیکھا کہ ایک چاند آسمان سے میرے سینہ پر گر پڑا اسکی تعبیر بھی سکران نے وہی دی جو مذکور ہوئی اور اسقدر اور بھی کہا کہ اب وقت قریب ہے۔

مکّہ سے ہجرت آنحضرت جب مدینہ پہونچ لیے تو زید بن حارثہ وابورافع (آزاد کردۂ آنحضرت) کو پانچسو درہم اور دو شتر دے کر آپ نے مکہ معظمہ روانہ فرمایا کہ حضرت سیدۂ عالم سودہ بنت زمعہ، (ام کلثوم) اسامہ، ام ایمن، کو ساتھ لے آئیں۔ ہمارے یہاں کی روایتیں بتاتی ہیں کہ حضرت فاطمہ اور اکثر ضعفاء اہل اسلام کو امیرالمومنین لائے ہیں جیسا کہ ہجرت فاطمہ میں تحریر ہوگا لیکن ان دونوں روایتوں کو دیکھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ کو آنحضرت نے طلب بھی نہیں فرمایا اور وہ زید کے ہمراہ مدینہ بھی نہیں گئیں بلکہ عبیداللہ بن ابی بکر (اولاد ابی بکر میں اسوقت صرف یہی مسلمان تھے) اپنی دونوں بہنوں حضرت عائشہ و حضرت اسماء ذات النطاقین اور اپنی والدہ ام رومان کو لے کر آئے ہیں روایات کی ترتیب بتاتی ہے کہ یہ تینوں اپنے اپنے مقام پر صحیح ہیں جو لوگ خود استطاعت سفر رکھتے تھے (مثل عبیداللہ بن ابی بکر) وہ خود روانہ ہوئے اور خاندان کی عورتوں اور مردوں کو

---

[۱] مجمع البیان [۲] اخبار الدول الوقائی ص ۸۸

امیر المومنینؓ لیگئے اور ضعفائے اہل اسلام زید کے ہمراہ تھے چنانچہ مدینہ میں یہ سب لوگ اسلیے ایک ساتھ بھی نہیں پہونچے۔

حضرت سودہ کا حلیہ حضرت سودہ جسیم اور بلند قامت تھیں ایک روز قضائے حاجت کو تشریف لیے جاتی تھیں کہ حضرت عمرؓ راستے میں مل گئے اور آپ نے فرمایا میں نے پہچان لیا۔ یقیناً یہ حضرت عمر کا مذاق ہوگا مگر خدا جانے حضرت سودہ نے مذاح المومنین سے اسوقت کیوں گریز فرمایا درانحالیکہ آپ کا مزاج چلبلا اور مذاق پسند واقع ہوا تھا۔ آپ نے آنحضرتؐ سے شکایت فرمادی اسکے بعد آیت حجاب نازل ہوئی اور آپ کی بیبیوں کے لیے آر بعد وفات بھی گھر سے نکلنے کی ممانعت ہوگئی۔ ہم نے دیکھا ہے کہ کسی گھر کی لونڈی گھر سے نکلکر محلہ والوں سے وقت بے وقت گفتگو کرنے لگتی ہے تو شریف گھر والے لونڈی کا پردہ کرا دیتے ہیں اور اسمیں دونوں کی تنبیہ مدنظر ہوتی ہے مگر امام بخاریؒ[۱] راستہ چلتی ہوئی عورتوں کا ٹوکنا وجہ فضیلت خیال فرماتے ہیں یعنے کہ اسکے بعد آیت حجاب اتری۔ ایسا ہی ہوگا بڑوں کی بات بڑی ہوتی ہے۔

آپ کی جسامت کے خیال سے حجۃ الوداع میں آنحضرتؐ نے تمام حاجیوں کے مزدلفہ کے پہلے حضرت سودہ کو روانگی کی اجازت دیدی تھی اسلیے کہ مجمع اور بھیڑ بھاڑ میں چلنا آپ کو دشوار تھا

ایک روز[۲] ازواج نے آنحضرتؐ سے پوچھا کہ جنت میں سب سے پہلے آپ سے کون ملے گا آپ نے فرمایا جس کا ہاتھ سب سے بڑا ہوگا اُس روز سے تمام ازواج اپنے ہاتھ ناپا کرتے تھے اور حضرت سودہ کا ہاتھ سب سے بڑا نکلتا تھا مگر بعد آنحضرتؐ جب جناب زینبؓ کی وفات ہوئی تو معلوم ہوا کہ طول ید سے مراد زیادتی و کثرت صدقات تھی ہم کو درایت سے یہ روایت قابل طرح

---

[۱] بخاری شریف باب خروج النساء الی البراز [۲] ایضاً [۳] طبقات ج ۸ ص ۳۸ [۴] طبقات جلد ۸ ص ۳۷۔

معلوم ہوتی ہے اسلیے کہ ان ازواج میں حضرت عائشہ سی بی بی بھی ہیں جنکی ذہانت وفہم وفراست کا شہرہ ہے اور اسی مدار پہ آپ مجتہدہ ہیں یہانتک کہ بعض علماے اسلام نہ صرف فقہ میں بلکہ ادب وفن شعر میں بھی آپ کو فخر زمانہ اور افضل عہد جانتے ہیں۔ آپ سے یہ اُمید نہیں ہو سکتی کہ آپ اتنی سی بات جو ایک معمولی شاعر بلکہ ایک ذہین بچہ بھی سمجھ سکتا ہے حضرت زینب کی وفات تک نہ سمجھی ہوں اور اگر یہ روایت صحیح ہے تو یہ تمام شہرہ ذہانت غلط ثابت ہوگا۔

فضائلِ علمی } دُنیاے علم میں آپ کا تعارف کسی خاص صورت سے نہیں کیا جاتا آپ سے کُل پانچ حدثیں پہونچیں ہیں راویوں میں ابن عباس ابن زبیر یحیٰی بن عبدالرحمٰن کے نام لیے جاتے ہیں کمی روایت کے اسباب ہیں جیسا کہ حضرت ابوبکر کے لیے علامہ سیوطی[۵۱] نے تجویز کیے ہیں ایک کمی حیات ہے جو حضرت سودہ میں نہ تھی دوسری بات یہ تھی کہ قرن اولی میں جو بات ایک صحابی نے سُنی تھی وہی دوسرے نے بھی سُنی تھی لہذا اُسکو ضرورت نہ ہوتی تھی کہ آنحضرتؐ اور اپنے درمیان میں کسی تیسرے کا نام لے بلکہ وہ اپنے ہی نام سے حدیث کو پیش کر دیتا تھا ممکن ہے کہ یہی سبب حضرت سودہ کی کمی روایت کا ہو اور اسی بنا پر حضرت عائشہ کی روایات کا حجم بڑھ گیا ہو۔

مذاح } آپ میں شوخی تھی اور اکثر مذاح فرماتی تھیں آپ کی باتوں پر آنحضرتؐ مسکرا دیا کرتے تھے مگر حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ غصہ[۵۲] ور اور حاسد تھیں خدا جانے یہ غصہ باری کے ہبہ کرنے کے بعد پیدا ہوا تھا یا اول سے تھا۔ مذاح دوستی وغصہ وری ایک جگہ مشکل سے جمع ہوتی ہے ممکن ہے کہ حضرت سودہ کرشمہ فطرت کا نیا نمونہ ہوں۔

بہرحال کبھی کبھی آپ[۵۳] ایسی چال بنا کر چلتی تھیں کہ آنحضرت ہنس دیتے تھے ایک روز کہنے لگیں کہ یا رسول اللہ[۵۴] آپ نے نماز کے رکوع میں اسقدر طول دیا کہ میں نے تو اپنی ناک پکڑلی کہ کہیں نکسیر نہ پھوٹ جائے آپ مسکرا دیے آپ دجال کے ذکر سے بہت ڈرتی تھیں

۵۱- تاریخ الخلفا مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ صفحہ ۲ ۵۲- طبقات ج ۸ ص ۳۸ ۵۳- حلیۃ فی الصحابۃ ج ۸ ص ۲ ۵۴- طبقات ج ۸ ص ۳۷

ایک روز[1] جب آپ حضرت عائشہ کے یہاں آ رہی تھیں تو حضرت حفصہ نے کہہ دیا کہ دجّال آ گیا حضرت سودہ ڈر کر ایک قریب کے خیمہ میں جسمیں آگ روشن کی جا رہی تھی گھس گئیں آنحضرت اطلاع پا کر تشریف لائے اور دروازے سے پکار کر کہا کہ ابھی دجال نہیں آیا ہے تو آپ نکلیں اور آپ کے لباس میں مکڑی کا جالا بھرا ہوا تھا (جو کسی گوشہ میں چھپنے کی علامت ہے) ایک روز[2] آپ فرمانے لگیں

یا رسول اللہ اذا متنا صلی لنا عثمان بن	جب ہم مرینگے تو عثمان بن مظعون نماز پڑھنے لگیں گے
مظعون حتی تاتینا فقال لہا یا ابنۃ زمعہ	پھر آپ آجائیے گا آپ نے فرمایا اگر موت کا علم
لو تعلمین علم الموت لعلمت انہ اشد مما	رکھتیں تو جانتیں کہ وہ اس سے زیادہ شدید
تظنین	ہے جیسا کہ تم نے سمجھ رکھا ہے۔

فخر سخاوت اطاعت } آپ کی فضیلت[3] میں کہا جاتا ہے کہ آپ وہ بی بی ہیں جو حضرت خدیجہ کے بعد سب سے پہلے خانۂ رسالت میں آئیں ظاہر ہے کہ جس کی بعدیت مشرف ہے خود اس کا شرف کیا ہوگا۔

ایک روز[4] حضرت عمر[5] نے ایک تھیلی میں درہم بھیجے تو آپ نے پوچھا یہ کیا ہے عرض کیا گیا کہ درہم ہیں فرمایا واہ جیسے کھجوریں بھر کر بھیجتے ہیں پھر آپ نے وہ سب درہم تقسیم کر دیے آنحضرت کے بعد حضرت سودہ حج کے لیے بھی گھر سے نہیں نکلیں کیونکہ قرآن مجید نے صاف صاف منع کر دیا تھا اور ازواج رسول کو گھر میں بیٹھنے کا حکم تھا اس حکم کو علامہ سیوطی[6] آنحضرت کی خصوصیت خاصہ جانتے ہیں واختص بوجوب جلوس ازواجہ فی البیوت وتحریم خروجھن ولو بحج او عمرۃ خدا نے آنحضرت کو مخصوص کیا تھا کہ انکی بی بیاں گھروں میں بیٹھی رہیں اور ان کا نکلنا حرام تھا اگرچہ حج اور عمرہ ہی کے لیے کیوں نہ ہو حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ سودہ اور

[1] اصابہ جلد ۸ صفحہ ۶۰ [2] اصابہ ایضاً [3] طبقات ص ۳۶ [4] طبقات ص ۳۸ [5] الموذج اللبیب فی خصائص الحبیب للسیوطی [6] طبقات ص ۳۷۔

زینب دونوں بی بیاں نہ نکلیں اور یہ کہا کرتی تھیں کہ ہم نے حج اور عمرہ دونوں کر لیے اب تعمیل حکم خدا میں ہم کو بیٹھا رہنا چاہیے لیکن ازواج کا بعد وفات گھر میں بیٹھنا آنحضرتؐ کی خصوصیت تھی اور قرآن مجید کے خلاف اجتہاد عملی کرنا اور مدینہ سے مکہ اور مقام حواب و بصرہ کی سیر کرآنا حضرت عائشہ کی خصوصیت تھی۔

اولاد وفات آپ کے شوہر اولی سے صرف ایک صاحبزادے عبدالرحمٰن[۵۱] نام پیدا ہوئے جو جنگ جلولا فارس میں شہید ہوئے۔ آپ کی وفات حضرت عمر کے آخر عہد خلافت[۵۲] تقریباً ۲۳ھ میں ہوئی مرض الموت و مقام دفن کا پتہ جستجو پر بھی نہ ملا۔

---

[۵۱] زرقانی ج ۳ ص ۲۶۰ [۵۲] اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ۵ ۴۸۵۔

فصل

(۴)

ام عبداللہ ام المومنین حضرت عائشہ حمیراء

قبل اسکے کہ میں حضرت عائشہ کے حالات لکھوں یہ عرض کر دینا ضروری ہے کہ میں فرقۂ اثنا عشری (شیعہ) کی ایک ناچیز فرد ہوں اور مجھے عالیہ زمانے میں کوئی اُمید بھی نہیں کہ کوئی دوسرا فرقہ مجھے اس آستان حق سے جدا کر سکے۔ لیکن اگر آپ کا میل ملاپ شیعوں سے دوستانہ رہا ہو اور آپ کا تجربہ کسی شیعہ سے بھی صداقت کا اُمیدوار ہو نگے تو میری بے تعصبی کے دعوے کو بھی آپ تسلیم کریں۔ میرا نصب العمل مذاکرۂ علمی سے آگے نہیں بڑھتا نہ اسلام میں فساد پھیلانے کا حوصلہ ہے نہ یہ وجہ کسی مسلمان کی دلشکنی مجھے مسرور کر سکتی ہے نہ ازواج رسولؐ کو ذلیل کرنے سے میری مذہبی عزت میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ لیکن میرا پڑوسی فرقہ ان معاملات پر غور و فکر سے منع کر دیا گیا ہے اور اُس سے کہہ دیا گیا ہے کہ تم دیدہ و دانستہ سکوت کرو اور میرے فرقہ نے انسانی تحقیق کی توہین نہیں کی ہے مجھے اجازت ہے کہ میں معاملہ کو جانچوں، اور معتقدات کو تحت عمل لا کر نتیجہ تحقیق قرار دوں اسلیے میں مجبور ہوں نہ میں دائرۂ تحقیق سے ایک قدم ہٹ سکتی ہوں اور نہ اپنی سال بھر کی لگاتار محنت بے معنی تعریف و توصیف کر کے برباد کر سکتی ہوں۔ اسلیے میری دقت اور دشواری کو صرف صاحبان فہم ہی سمجھ سکتے ہیں، میں نہیں جانتی کہ اس شور و شیرین دریا کے سنگم کو کیونکر عبور کروں۔

درمیانِ قعر دریا تختہ بندم کردۂ   باز میگوئی کہ دامن تر مکن ہوشیار باش

میرے پاس تعصب اور جنبہ داری سے بچنے کا ایک ہی راستا ہے، اور اسکے بعد خدا کا نام ہے یعنی ابتک تو میں مخلوط (شیعہ سُنّی) سیرۃ لکھتی آئی ہوں اور میں نے کسی فرقہ کی تاریخ سے چشم پوشی کا جرم نہیں کیا ہے لیکن زیر قلم فصل میں صرف حضرات اہلسنت کی تاریخ و

احادیث جمع کی جائیں گی یہ میری نیک نیتی کی آخری دلیل ہے اسکے بعد بھی اگر میں متعصب کہی جاؤں تو بصد شکریہ قبول کروں گی کیونکہ میرے ساتھ وہ تمام بڑے بڑے محدثین ومتکلمین ومورخین بھی متعصب ثابت ہونگے جو مذہب ارباب سنت کے کوہ وقار وفلک مدار اساس ہیں اسکے بعد یہ نکتہ بھی لائق غور ہے کہ جنبہ داری نے نہ صرف حمایت بیجا کرائی ہے بلکہ اس معاملہ میں ہیں خود اخلاق بدلے ہوئے نظر آتے ہیں آپ کو اس فصل میں بعض ایسے حالات نظر آئیں گے جو نہ صرف عربی وفارسی والوں نے اپنے ولایتی قلم کی رو کے حوالے کیے ہیں بلکہ علامہ شبلی مولوی محمد سعید صاحب انصاری نیاز فتحپوری نے بھی اسکی تحریر کو سنت سمجھا ہے۔

ہم حیران ہیں کہ جو واقعات اُنکے لیے خوش گوار قابلِ تقلید باعث فخر ہیں وہ ہماری نسبت میں اُن ہی الفاظ کے ساتھ نا قابل ذکر نا قابل تقلید و باعث نکوہش ہیں ایسے واقعات کو دیکھکر مجھے سخت حیرت ہوتی ہے اور مجھے مجبوراً اُنکے سامنے لکھدینا ہوگا کہ اسپر مسلمان بہنیں عمل کریں لیکن شیعہ بہنیں ان سے احتراز کریں۔

خاندان ونسب و نام وکنیت ولقب آپ کا عائشہ نام اور حمیرا لقب ہے چونکہ عرب میں اکثر کنیت اولاد کے نام پر ہوتی ہے اور آپ کی اولاد ہی نہ تھی اسلیے کوئی کنیت بھی نہ ہوئی البتہ آپ نے ایک روز آنحضرت[1]ؐ سے عرض کی کہ میری بھی کوئی کنیت ہونا چاہیے تو آپ نے فرمایا کہ تم اپنی بہن کے بیٹے عبد اللہ بن زبیرؓ کے نام پر اپنی کینت "ام عبد اللہ" رکھ لو۔ میں نہیں کہہ سکتی کہ یہ آرزو کس جذبہ کے ماتحت تھی لیکن اسمیں شک نہیں کہ عورت کی سب سے زیادہ پیاری آرزو اولاد کی آرزو ہے ممکن ہے کہ حضرت عائشہ نے اسی مطلب کو مہذب الفاظ میں دریافت کیا ہو اور غیب کے جاننے والے نے اعجازی جواب دیا ہو کہ تم اولاد کی آرزو نہ کرو بلکہ اپنی بہن کے بیٹے کے نام پر کنیت اختیار کرلو آپ کا رنگ رخسار لالہ گوں تھا اسلیے آپ کو حمیرا کہتے تھے کیونکہ حمیرا حمرا کی تصغیر ہے

(۱) استیعاب ج ۲ ص [illegible]۔

آپ کے پدر بزرگوار حضرت ابو بکر بن ابی قحافہ تیمی ہیں اور ماں حضرت ام رومان کنانیہ گویا
آپ باپ کی طرف سے تیمیہ اور ماں کی جانب سے کنانیہ ہیں حضرت ابو بکر کا نسب خلفائے
ثلاثہ میں بہترین نسب ہے۔

ولادت } آپ کا سنہ ولادت نہ صرف اہل تاریخ کے حافظہ سے باہر ہے بلکہ آپ کو خود بھی
صحیح سنہ یاد نہ تھا چنانچہ[1] آپ نے فرمایا ہے کہ سنہ نکاح میں میں چھ یا سات
برس کی تھی اسی حدیث کی بنا پر سال ولادت ۵ سنہ نبوت کو ہونا چاہیے[2] ۴ یا ۵ سنہ
نبوت والی روایت قابل نظر ہے اسلیے کہ قریب قریب روز وفات آنحضرت[3] حضرت
عائشہ کی عمر بے اختلاف[4] اٹھارہ سال کی تھی لیکن آپ کی وفات کے وقت (۵۸ھ)
آپ کی عمر تریسٹھ سال کی کہی جاتی ہے اور یہ بھی شبہ سے خالی نہیں۔

کمسنی اور نکاح } میں نے جس اخلاق کے اختلاف کا ذکر کیا اُسکا ایک کھلا ہوا محل یہ
بھی ہے حضرت نیاز فتحپوری آپ کے بچپن کو عموم اطفال سے ممتاز
بتاتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ اسکی تائید نہ کوئی واقعہ وہ پیش کرسکے اور نہ حقیقی الفاظ میرے
پاس موجود ہیں۔ ہاں جس کھیل کود کے واقعہ کو نیاز صاحب اس دعوے کے بعد لکھتے ہیں
اسکو میں اپنی قومی بچیوں کے لیے ہرگز قابل تقلید نہیں بنا سکتی یہ واقعہ گڑیوں سے
کھیلنے پر منحصر ہے میرے نزدیک وحدت پرست گھر کی لڑکیوں کو اس بُت پرستانہ کھیل میں
ہاتھ بھی نہ لگانا چاہیے اور اُنکو اپنا یہ وقت تعلیم دینی و دنیوی میں صرف کرنا چاہیے جو اُنکے
لیے دونوں جہان میں باعث خیر ہے۔

حضرت عائشہ سے عقد کی وہی بنا ہے جسکو میں ام المومنین سودہ کے حالات میں مجملاً بیان
کرچکی ہوں یعنی خولہ بنت حکیم نے وفات خدیجہ سے آپ کو ملول پاکر عقد کا مشورہ دیا
جب آپ نے دریافت فرمایا کہ کس سے عقد کروں تو خولہ نے کہا چاہے دو[5] (بیوہ (سودہ)

[1] اصابہ مطبوعہ مصر ج ۸ ص ۱۳۹ [2] ۵۲ [3] استیعاب ج ۲ ص ۷۶۲ [4] ۵۳ [5] اصابہ ج ۸ ص ۱۴۰

یا بن بیاہی (عائشہ) سے آنحضرتؐ نے دونوں بی بیوں کے لیے پیغام دینے کی اجازت دیدی
میں سودہ بنت زمعہ کے حالات میں اس روایت کی صحت کے متعلق اپنا معذورانہ خیال ظاہر
کر چکی ہوں۔

اجازت کے بعد خولہ بنت حکیم حضرت ابوبکرؓ کے گھر میں آئیں اور حضرت ام رومان کو مژدۂ
خیر و برکت کے ساتھ آنحضرتؐ کی طرف سے پیام دیا مگر اُسوقت حضرت ابوبکرؓ گھر میں نہ تھے
اسلیے کچھ دیر انتظار کرنا پڑا جب آپ تشریف لائے تو دوبارہ یہ پیغام دیا گیا آپ نے فرمایا
کہ بھلا بھائی کی بیٹی سے بھی کہیں نکاح ہوا کرتا ہے (حضرت ابوبکرؓ کا تفقہ اس واقعہ سے
اچھا خاصا نظر آتا ہے یعنی آپ برادر دینی کی اولاد کو ایک دوسرے پر حرام جانتے تھے
جسکے یہ معنی ہوسے کہ غیر مذہب کے سوا مسلمان کا عقد ہی نہو سکتا) آنحضرتؐ سے
جب اس خواب کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا کہ ابوبکر برادر دینی ہیں اور ایسے بھائیوں کی
اولاد سے عقد ہو سکتا ہے۔ حضرت عائشہؓ[1] کی نسبت جبیر بن مطعم کے لڑکے سے ٹھہر چکی
تھی (اسلیے حضرت ابوبکرؓ کو دوبارہ بھی تشویش لاحق ہوئی مگر یہ نسبت جلد قطع ہو گئی
اور ماہ شوال میں عقد ہو گیا۔

یہ عقد نہایت خاموشی سے عمل میں آیا یہانتک کہ حضرت عائشہ کو بھی اسکا مطلق علم
نہ تھا چنانچہ آپ فرماتی ہیں کہ جب میرا نکاح ہوا ہے اُسوقت میں لڑکی[2] یا لڑکوں[3] کے ساتھ
کھیل رہی تھی پھر مجکو پردہ میں بٹھایا گیا تو میں سمجھی کہ میرا نکاح ہو گیا ہے اسکے بعد میری
ماں نے مجھ سے بتا بھی دیا اسی طرح رخصتی میں ولیمہ کا رسم بھی ادا نہیں کیا گیا اگرچہ اور
تمام نکاحوں میں آنحضرتؐ نے یہ رسم پوری کی ہے۔ اسماء بنت عمیس[4] ناقل ہیں کہ حضرت عائشہ
کے ولیمہ میں صرف ایک دودھ کا پیالہ تھا جو خود آنحضرتؐ نے نوش فرمایا اور کچھ حصہ حضرت
عائشہؓ کو دیا۔ مہر بھی آپ کا حیرت ناک ہے جو تمام ازواج نبیؐ میں کسی سے نسبت نہیں رکھتا

[1] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۳۹ [2] اصابہ ج ۸ ص ۱۴۰ [3] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۳۹۔
[4] مدارج النبوۃ شیخ عبدالحق صاحب دہلوی ج ۲ ص ۸۹۔

درانحالیکہ کہا جاتا ہے کہ شوق سے آنحضرتؐ نے صرف یہی نکاح کیا تھا اور یہی بی بی آپ کی محبوب بی بی ہوکر ہم ردیف رہیں اور باقی سب تو صرف برائے بیت تھیں۔ لیکن تمام ازواج کا مہر کم سے کم چار سو درہم تھا اور حضرت عائشہؓ کا مہر صرف گھر گرستی کے اشیاء پر باندھا گیا تھا جسکی قیمت پچاس یا پچاس درہم سے بھی کم تھی جو ہمارے یہاں کے حساب سے کل بارہ تیرہ روپیہ کے برابر ہوتا ہے اور اتنا مختصر مہر متعہ کے سوا نکاح کے لیے موزوں نہیں کہا جاسکتا آپ کی کمسنی کے کھیل کود کے قصے طولانی ہیں جنکا سلسلہ آپ کے دولتسرا (مکہ) سے خانۂ رسالت (مدینہ) تک مسلسل نظر آتا ہے چنانچہ آپ نکاح کے وقت بھی کھیل رہی تھیں اور دولتسرائے نبوت میں بھی آپ کی ہمجولیاں جمع رہتی تھیں اور گڑیوں کا کھیل ہوتا تھا یہ گڑیاں مکان کے ایک حصہ میں اپنا پرستان الگ جمائے رہتی تھیں اُن میں ایک پردار گھوڑا[51] بھی تھا جسکو دیکھ کر آنحضرتؐ نے ایک روز پوچھا کہ یہ گھوڑے کے پر کیسے تو حضرت عائشہؓ نے کہا یہ حضرت سلیمانؑ کا گھوڑا ہے اسپر آنحضرتؐ ہنسنے لگے۔

حضرت عائشہ نے گھوڑے کے پروں کی جو وجہ بیان فرمائی یہ نہ تو صداقت پر محمول ہے نہ اسمیں آپ کے اُس علم کا اظہار ہے جو زنان عالم کے علم سے راجح تھا[52] کہ حضرت سلیمانؑ کے پاس کوئی گھوڑا ایسا نہیں بتایا جاتا۔ البتہ اولاد کی تعلیم سے بیخبر ماں باپ رات دن جھوٹی کہانیاں کہہ کر یا اپنی اولاد کو جاہلوں کی صحبت میں چھوڑ کر بچپنے ہی سے ایسے جاہلانہ خیال پیدا کرادیتے ہیں۔ آج بھی ہندوستان کے سیکڑوں بچے راجہ اندر کی طلسمی زندگی اور پُراسرار قوت کے دل سے قائل ہیں۔ اور جب وہ اپنے وہم کو رسا کرتے ہیں تو خواجہ عمر بن اُمیہ ضمیری زنبیل سمیت اُڑتے ہوئے تخت پر افراسیاب کے پل پر پیدا اور دریائے خوان رواں کے پار نظر آتے ہیں۔ درانحالیکہ اسکا وجود کسی فہیم انسان کے ذہن میں نہیں ہے۔ حضرت عائشہ بھی بچہ تھیں اور جاہل عربوں کی صحبت میں رہی تھیں

[51] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۴۰ [52] ایضاً ص ۴۲ -

اگر انکے خیال میں کسی پردار گھوڑے کی تصویر ہو تو کوئی تعجب خیز بات نہیں ہے یہی طرح حضرت عائشہ کو عرب کے اُن تمام کھیلوں میں حصہ لینے کا حق تھا جسکو اطفال عرب کھیلتے تھے اسلیے کہ سوسائٹی کا اثر ناگزیر ہے مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ آنحضرتؐ سے موحد نے اس بت پرستانہ کھیل کی اجازت کیونکر دی اور پھر لطف یہ کہ آپ سوال فرما کر اور جواب پر ہنس ہنس کر ہمت افزائی بھی فرماتے رہے۔ میں تو حرم خدا کے بعد حرم رسول کو دوسرے درجہ پر جانتی ہوں اور مسجد سے کچھ کم محترم نہیں سمجھتی میں نہیں جانتی کہ خانۂ خدا سے آنحضرتؐ نے پتھر کے بت کیوں نکالے اور اپنے گھر میں ان کپڑے کے بتوں کو کیوں جگہ دی اگر گھر میں ان کو امان مل سکتی تھی تو نمازیوں کی آستین کے آشیانوں میں بھی رہنے دیا ہوتا۔ میں کیا کروں کہ مجھے اس روایت پر اعتبار نہیں ہوتا چاہے حضرت عائشہ کے اظہار محبت کو نقصان ہی کیوں نہ پہنچے لیکن یہ حدیث صحیح نہیں کہی جا سکتی اسپر دلیل یہ ہے کہ اگر یہ کھیل جائز و قابل پسند ہوتا تو کمسن زوجہ کے علاوہ چھوٹی سی بیٹی (فاطمہؑ) بھی کھیلتی حسنؑ حسینؑ و زینبؑ وام کلثومؑ کے یہاں بھی گڑیاں گڈے ہوتے مگر آپ یقین رکھیں کہ بت شکن علیؑ کا گھر ان نجاسات سے پاک و پاکیزہ تھا اور یہی بڑی دلیل ہے کہ جب اولاد اور بیٹی کو ایسے کھیلوں کی اجازت نہ تھی تو حضرت عائشہ ماں ہو کر کیونکر کھیل سکتی نہیں۔ اور اسکو آپ خود تجویز فرمائیں کہ حضرت عائشہ و سیدہ میں کس کا فعل قابلِ تقلید کہا جا سکتا ہے۔

ان ہی محبت کے کرشموں میں یہ واقعہ بھی یاد رکھنے کا ہے کہ خدا نے حضرت جبرئیل کے ہاتھ[1] ایک پارچہ حریر پر حضرت عائشہ کی تصویر کھینچ کر بھیجی ہو گویا ابتدائے عشق کا نظارہ تھا اور اس سے بھی بالاتر یہ کہ آنحضرتؐ کو فراق خدیجہ میں ملول پاکر حضرت جبرئیل حضرت عائشہ کا سبز جھولا اٹھا لائے اور آنحضرتؐ کو صورت دکھا کر فرمایا کہ یہ تمھارے غم کو دور کرنے گی اور خدیجہ کی نیابت کا شرف حاصل کرے گی اس دن سے آنحضرت خاد

---

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۰۲ [2] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۵۴ -

حضرت ابوبکر کے پھیرے لگانے لگے اور حضرت عائشہ کی والدہ (ام رومان) سے انکی حراست و حفاظت کی وصیتیں فرمانے لگے ان وصیتوں نے حضرت عائشہ کی منزلت انکے گھر والوں میں بڑھا دی تھی اسی زمانے میں ایک روز آنحضرتؐ تشریف لائے تو آپ نے حضرت عائشہ کو انکے دروازے پر دردناک انداز سے روتے دیکھا (حضرت عائشہ سی محبوب روے اور آنحضرتؐ نہ روئیں یہ ناممکن تھا) چنانچہ آپ بھی رونے لگے اسکے بعد سبب پوچھا تو حضرت عائشہ نے اپنی ماں کی شکایت کردی آنحضرتؐ نے ام رومان سے کہا کہ تم نے میری وصیتوں کو ضائع کردیا (عائشہ کو رولادیا) ام رومان نے عرض کی یا رسول اللہؐ یہ (عائشہ) اپنے باپ (ابوبکر) سے میری چغلی کھاتی ہیں اور وہ مفت مفت مجھ پر غصہ ہوا کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ چاہے انکی چغل خوری بھی جاری رہے مگر تم انکو نہ رولاؤ۔

اس روایت سے اگر حضرت عائشہ کو میوائے پر جبرئیل کھلانا اور مخصوص معراج سے آنحضرتؐ کا ہمردیف بنانا اور خانہ حضرت ابوبکر کو مہبط ملک مقرر کرنا اور آنحضرت کی انتہائی محبت کا اعلان کرنا مقصود ہے تو کوئی نقصان نہیں حضرت عائشہ ہمارے پیمبر کی زوجہ محترمہ ہیں انکے فضائل کی کثرت ہمارے لیے باعث فخر و مسرت ہے اور اس سے بھی قطع نظر کرلی جائے تو یہ معتقدات ہیں جن میں فرقہ وارانہ جذبات کا ہونا ضروری ہے اور پھر یہ روایت تخصوصیت سے حضرت عائشہ کے خاندانی غلام سے مروی ہے اور اگر اسنے خلاف واقعہ بھی بیان کرکے اپنے مالکوں کی عزت افزائی چاہی ہو تو یہ اسکی نمک حلالی اور وفاداری کی اچھی نظیر کہنے کے قابل ہے۔ حقیقۃً اس روایت میں تھوڑے سے کذب کی گنجائش نظر آتی ہے خصوصاً وہ مقام جہاں فرشتہ (جبرئیل) کی زبان سے کہلوایا گیا ہے کہ حضرت عائشہ خدیجہ کی بعدیت کا شرف حاصل کریں گی اسلیے کہ یہ بالکل واقعہ کے خلاف ہے اور یہ بعدیت کا شرف صرف سودہ بنت زمعہ کے لیے تھا اور اگر اس سے عموم بعدیت مقصود ہے تو اسمیں حضرت عائشہ کی تخصیص بیکار ہے جتنی بھی بی بیاں آنحضرتؐ نے کیں

سب خدیجہؓ کے بعد تھیں لیکن ظاہر ہے کہ حدیث بیان کرنے کی جلدی میں ماحول پر نظر نہ کرنا اور واقعہ کو بھول جانا کوئی قابل گرفت غلطی نہیں ہے ایسا تو ہوتا ہی آیا ہے لیکن اسکا افسوس ضرور ہوتا ہے کہ اس واقعہ سے آنحضرتؐ کی منزلت کا تناسب قائم نہیں ہوتا۔ آپ کا حضرت عائشہ کے لیے حضرت ابوبکر کے گھر کے چکر لگانا بغیر نکاح و متعہ کسی شریف گھر کی لڑکی سے اظہار محبت کرنا پھر انتہائے محبت میں چغل خوری ایسی بدعادت سے چشم پوشی کرنے کا فتویٰ دیدینا جو نتیجہ میں حضرت عائشہ کے لیے مضرت رساں بھی ہو نہایت نامناسب الزام ہیں جو غیر قوموں کے لیے بات کا تبنگڑ بنانے میں مددگار ثابت ہونگے۔

رہا میرا فرقہ (شیعہ) وہ اخلاق کے لیے نقطۂ عدالت تجویز کرتا ہے تو نبی کا عاشق ہونا کہاں تسلیم کرے گا اسلیے کہ عشق افراط محبت کا نام ہے اور افراط و تفریط دونوں اخلاقی کمزوریاں ہیں لیکن اسقدر میں ضرور عرض کرونگی کہ حضرت عائشہ کی محبت دوسرے طریقوں سے بیان ہوسکے تو کبھی ایسا طرز اختیار نہ کرنا چاہیے جس سے وہ نبوت ہی مٹ جائے جس کا اتصال خود حضرت عائشہ کی دھوم دھام کا سبب ہے حضرت عائشہ کی رضاعت کا فرض ابو قعیس وائل کی بی بی نے پورا کیا اور آپ کے رضاعی چچا حضرت افلحؓ شادی کے بعد بھی حضرت عائشہ کے پاس آتے جاتے رہتے تھے اور آپ ان کے سامنے ہوتی تھیں حضرت افلح کی آمد و رفت نے بڑے بڑے صحابہ سے گہری محبت و الفت پیدا کردی تھی۔[۱]

ہجرت } حضرت عائشہ اپنے بھائی حضرت عبداللہ بن ابی بکر کے ہمراہ مکہ معظمہ سے مدینۂ مشرفہ تشریف لائیں راہ میں میدان منیٰ میں ایک حادثہ پیش آیا یعنے جس اونٹ پر آپ اپنی والدہ کے ہمراہ سوار تھیں وہ بھڑک اٹھا اور دونوں ماں بیٹیوں کو لے کر تیزی سے بھاگا حضرت ام رومان اس سے بہت پریشان ہوئیں اور ہائے مری بچی ہائے میری دلہن کہہ کہہ کر رونے لگیں (کیونکہ رخصتی کا زمانہ قریب تھا اور آپ کو شادی کی بڑی آرزو تھی) غرض خدا نے اپنا

---

[۱] صحیح بخاری [۲] ایضاً [۳] طبقات ج ۸ ص ۴۳ [۴] ایضاً۔

فضل کیا اور ساونٹ اپنے شترِ غمزے سے باز آیا اور یہ لوگ صحیح سالم مدینہ منورہ میں پہنچ گئے اور محلہ بنو حارث میں حضرت ابوبکر کے ساتھ رہنے لگے یہ وہ زمانہ تھا جب مسجد نبوی کے گرد مکان بنائے جا رہے تھے اسوقت حضرت اہلبیت ہمراہ تھے اور اصحاب مختلف محلوں میں جہاں بھی گنجائش تھی مقیم تھے۔ اسی زمانے میں حضرت عائشہ پر دوسرا حادثہ یہ پیش آیا کہ اب سخت علیل ہوئیں اور بیماری کی شدت میں سر کے بالوں نے بھی ساتھ چھوڑ دیا۔

رخصتی مدینہ منورہ میں تشریف لا کر آنحضرت ؐ کی بیچارگی کے مصائب تو ختم ہو گئے تھے مگر آپ کی کدو کاوش کے مرحلے روزانہ تازہ بتازہ اور نو بنو تھے آپ کے سامنے ایک عظیم الشان نقشۂ عمل تھا جسکا تعلق آپ کی ذات کے علاوہ تمام اُس قوم سے تھا جو آپ کے ہاتھ یا آپ کے نام پر ایمان لانے والی تھی آپ کا تخیل مدینہ و مکہ یا عرب کے جزیرہ نما ہی تک محدود نہ تھا بلکہ کسریٰ پرویز کے عجمی قصر اور روما کے سنہری محل اور ہندوستان کی راجدھانیاں اسکے حصار میں محصور تھیں۔ اتنے بڑے کام کا تہیہ کرنے والا حضرت عائشہؓ کی طرف متوجہ ہونے کا کسقدر وقت پا سکتا ہے۔ یہ اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت برابر سات ماہ تک حضرت عائشہ کا کوئی ذکر نہ کر سکے یہانتک کہ آخر حضرت ابوبکر کو خود ہی رخصتی کی دعوت دینی پڑی اور آپ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ؐ اب آپ اپنی عروس کو رخصت کیوں نہیں کرائے آپ نے پھر بھی عذر فرمایا اور کہا میرے پاس ادائے مہر کیلئے کچھ نہیں ہے حضرت ابوبکر نے کہا کہ (الٹا) مہر بھی میں حاضر کرتا ہوں۔ یہ واقعہ بھی حلیۂ ایمان لے آنے کے قابل نہیں ہے حضرت عائشہ کا مہر بیان ہو چکا۔ یہاں راوی حضرت ابوبکر کی منزلت کو نہیں سمجھتا لاکھ دوستی و محبت سہی لیکن کوئی بیٹی کا باپ اپنے لختِ جگر کی رخصتی کا تقاضہ نہیں کر سکتا اور پھر وہ بھی خود داماد سے۔ پھر اگر غریب گھر کی لڑکی ہو تو کہا جا سکتا ہے کہ مفلسی نے مجبور کر دیا حضرت ابوبکر کی دولت کے ڈنکے آجتک گرج رہے ہیں۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ حضرت ام رومان کے اصرار نے آپ کو مجبور کیا ہو کیونکہ ماں کی حسرت اگر دُنیا میں کچھ ہو سکتی ہے تو وہ صرف اولاد کا

سلہ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری سکہ طبقات ج ۸ ص ۴۳۔

پروان چڑھتا ہے اور پھر جب خوش قسمتی سے بیٹی بڑے گھر جا رہی ہو تو اُس حسرت کا کیا پوچھنا
اسی سبب سے حضرت ام رومان حضرت عائشہ کو موٹا کرنے کی لگا تار زحمت اُٹھا رہی تھیں تاکہ
جلدی سے رخصتی کر سکیں۔

حضرت عائشہؓ خود فرماتی ہیں کہ مجھے میری ماں ککڑی اور کھجوریں کھلایا کرتی تھیں تاکہ میں
جلدی سے موٹی ہو جاؤں اور یہ علاج مفید بھی ہوا میں جلدی سے موٹی تازی ہو گئی۔[۵۱] چونکہ
یہ واقعہ حضرت عائشہ کی کمسنی کا تھا اسلیے آپ کو صرف دو ہی چیزیں ککڑی اور کھجوریں
یاد رہیں ورنہ حضرت ابوبکرؓ کے گھر میں برس رہا تھا ایسی معمولی چیزیں تو اُنکے لونڈی غلام کھاتے
ہوں گے اور حضرت عائشہ کے لیے سیکڑوں مقویات ہر وقت موجود رہتے ہوں گے۔

آخر یہ مرادوں کا دن ماہ شوال میں آیا یہ وہی شوال تھا جسکی ربیع اول[۵۲] میں آنحضرتؐ
نے ہجرت فرمائی تھی گویا آٹھ ماہ کے بعد حضرت عائشہ کی خاموش رخصتی عمل میں آئی۔ آپ کا
عقد بھی شوال میں ہوا اور رخصتی بھی شوال میں ہوئی اسلیے آپ چاہتی تھیں کہ اور شادیاں بھی
اسی مہینے میں ہوا کریں چنانچہ فرمایا کرتی تھیں[۵۳] کہ تم لوگوں نے کیا نہیں دیکھا کہ آنحضرتؐ کے
ازواج میں مجھ سے بڑا اور کوئی دوسرا حصہ دار نہ تھا اور میرا نکاح و رخصتی دونوں اسی شوال
ماہ میں ہوئے تھے۔

آپکی آمدنی و مالیات آنحضرتؐ کے ذاتی فقر و فاقہ کا اعتبار ہماری روحانیت میں اسطرح راسخ
ہے کہ ازواج نبیؐ و امہات مومنین کی دولتمندی کا یقین آنا دشوار ہے مگر کیا
آپ اپنے عقیدے کو کبھی یوں بھی صرف کر سکتے ہیں کہ آنحضرتؐ عامۂ اسلام کے لیے رحمت تھے
آپ کی ذات کسی کے لیے باعث زحمت نہیں ہو سکتی۔ یہ ظاہر ہے کہ جس شخص کے پاس ایک
بیوی کے کھلانے کو پیسہ نہ ہو وہ متعدد ازدواج کرنے میں حق بجانب نہیں کہا جا سکتا اسلیے ہرگز
یہ خیال نہیں کیا جا سکتا کہ آپ کے ازدواج سخت تنگ دست اور محتاج تھے بلکہ آپ نے اُنکے

[۵۱] ابن ماجہ باب القثاء والرطب یجمعان - [۵۲] طبقات ج ۸ ص ۴۰ [۵۳] استیعاب ج ۱ ص ۷۶۵ -

نفقہ کے لیے بڑی بڑی زمینیں عطا کردی تھیں اور وہ انہیں اچھی طرح بسر کرتی تھیں۔ رہے خود آنحضرتؐ اور وہ خاندان والے جو فطرت نوری سے لے کر انتقال جسم عنصری تک نوری شخصیت کے مالک تھے وہ بحکم یا ایھا الرسل کلوا من الطیبات الخ اپنی غذا آسانی سے دوروقتہ حاصل نہ کرسکتے تھے اسلیے کہ اکل حلال اور اکل طیب میں عظیم فرق ہے۔ اسی بنا پر آنحضرتؐ فاقے بھی کرتے تھے اور آپ کی زندگی بھی محتاجی کے اصول پر سادہ تھی اور صرف آپ کی عترت اس قرینہ پر آپ کے ساتھ تھی۔ ازواج نبی عمدہ لباس سے بھی آراستہ رہتی تھیں اور طلائی ونقرئی زیور بھی استعمال کرتی تھیں مگر سیدۂ عالم نہ خود یہ اشیاء استعمال کرتی تھیں اور نہ انکے لیے اسکا حکم تھا اسلیے کہ یہ ذوات مقدسہ جسطرح نشاۃ نور میں متحد الحال تھے اسی طرح دُنیائے آب وگل میں بھی ایک ذرہ برابر آنحضرت کے اور اپنے درمیان تمیز وامتیاز پیدا نہیں کرسکتے تھے۔ یہی بنا ہے کہ آیۂ مباہلہ میں نہ کوئی محبوب زوجہ جان وروح نبی اور نہ کوئی گھرایا اوچھا دوست نفس رسولؐ ہوسکا وہی علیؑ مقام نفس پر آئے جنکے لیے آیت قرآن سے پہلے آنحضرتؐ فرما چکے انت منّی[1] وانا منک (تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں) پھر ایک ایسی ہی حدیث اور وارد ہوتی ہے جو اس پنجتنی سلسلہ کی آخری کڑی سے تعلق رکھتی ہے حسینؑ منّی[2] وانا من الحسین (حسینؑ مجھ سے ہیں اور میں حسینؑ سے) پہلے علیؑ کے لیے کہا گیا اور پھر حسینؑ کے لیے کیونکہ جو نفسیت اول وآخر میں سرایت کرتے نظر آئے گی اوساط (فاطمہؑ وحسنؑ) میں بھی اُسکا ہونا یقینی ہے۔

حضرت عائشہ کی فارغ البالی حیات رسولؐ میں بھی تھی اور آپ کے بعد برابر زیادہ ہوتی گئی سہم خیبر کے زمینات سے آپ کو اچھی رقم ملتی تھی اُسپر حضرت عمر نے اور ازواج کی نسبت آپ کو سالانہ[3] دو ہزار درہم زیادہ دینا منظور فرمائے تھے تمام ازواج کو دس دس ہزار اور حضرت عائشہ کو بارہ ہزار درہم ملا کرتے تھے اور جب اسکا سبب دریافت کیا گیا تو حضرت عمر نے فرمایا کہ حضرت عائشہ آنحضرتؐ کی پیاری بیوی ہیں اسکے علاوہ مزید رعایات بھی آپکی طرف سے

[1] خصائص مرتضوی امام نسائی [2] بحار الانوار جلد عاشر [3] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۴۶ -

روا رکھے جاتے تھے مال غنیمت (جسکا عہد حضرت عمر میں کوئی ٹھکانا نہ تھا) میں سے بھی اکثر نایاب و نادر اشیا حضرت عائشہ کو تحفۃً دیدیا کرتے تھے جیسے غنائمِ ایران سے ایک موتی کی ڈبیا آئی تھی اور وہ حضرت عمر نے حضرت عائشہ کے حوالے کر دی۔[1] یہ رعایت صرف حضرت عمر کی مہربانی کے اجتہادات تھے جسکا مدعا بار احسان سے دبا لینا تھا ورنہ مال غنیمت میں تصرف کرنا یا زیادتی تنخواہ کا سبب زیادتی محبت رسولؐ کو قرار دینا کوئی شرعی مطابقت پیدا کرنے سے قاصر ہے اور نہ یہ دستور خلافت کے کسی دور میں برتا گیا ورنہ شاید کوئی اور بھی ایسا مل سکتا جس سے آنحضرتؐ کی محبت اتنی زیادہ تھی کہ خود حضرت عائشہ بھی قائل تھیں

اسکے علاوہ ہدیہ بھی کثرت سے لیے جاتے تھے اور یہ رقم لاکھوں کے وارے نیارے کرنے میں حضرت عائشہ کی معین تھی۔ یہ ہدیے تقریباً ویسے ہی ہوتے تھے جیسے خداوندانِ لندن کو ہندوستان کے کالے آدمی ڈالیاں دیا کرتے تھے اور جسکو اب قانون نے ممنوع قرار دیدیا ان ہندی ڈالیوں اور عربی ہدیوں میں اتنا ہی فرق ہے جاسا کہ ایک عرب تریہ کے ذائقہ میں

غرض ان تمام رقموں کی آمد سے آپ کی ڈیوڑھی آباد رہتی تھی اور اس کا بڑا حصہ حدیث کے راویوں اور آپ کے خاندان والوں پر صرف ہوتا تھا۔ آپ خود بھی خوش خوراک و خوش پوشاک تھیں عطر و زعفران کا استعمال کثرت سے پایا جاتا ہے لباس اسقدر رنگدار اور شوخ رنگ ہوتا تھا کہ راوی اسکو شعلۂ جوالہ سے تعبیر کرتا ہے انمیں بعض بیش قیمت رداء اور خز کی بھی تھیں جو قیمتی اور عمدہ کہی جا سکتی ہیں اور ان کو آپ حالت احرام میں بھی اوڑھتی تھیں اسی اعتبار سے طلائی قلادہ کنگن پازیب اور گھر گرستی کے اشیا بھی امیرانہ ٹھاٹھ سے موجود تھے

آپ کی سخاوت کا سب سے بڑی سخاوت یہ ہے کہ آپنے حضرت عمر کو آنحضرتؐ کے قریب اپنے حجرے میں اور اس زمین پر قبر عطا کی جو اپنے لیے رکھ چھوڑی تھی اور یہ معاملہ حضرت عمر نے اپنے

[1] مستدرک حاکم ۱۲ [2] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۴۶ - [3] ایضاً [4] روضۃ الصفا ج ۲ صفحہ ۲۴۷ مطبوعہ لکھنؤ ۱۲ [5] صحیح بخاری شریف کتاب الجہاد غزوۂ احد ۱۲ [6] صحیح بخاری شریف باب الجنائز ۱۲

اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ کی معرفت اپنی حیات ہی میں طے کر لیا تھا مجھے یہ نہیں معلوم کہ حضرت عائشہ نے یہ زمین گو ہری ڈبیہ اور تحفہ جات لینے سے پہلے عطا فرمائی تھی یا بعد لیکن آپ نے ابتداءً یہ عذر ضرور کیا تھا کہ یہ جگہ تو میں نے اپنے لیے رکھی تھی پھر آپ راضی ہو گئیں۔

زرگر بہر فولاد نہی نرم شود

حضرت عروہؓ بن زبیر (آپ کے بھانجے) ناقل ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ کو ستر ہزار درہم بیک وقت تقسیم کرتے دیکھے اس حالت میں کہ آپ اپنا دامن اُٹھائے ہوئے تھیں۔[۱] اُمّ ذرہؓ[۲] ایک لاکھ درہم لائیں آپنے سب کے سب تقسیم کر دیے۔ اُمّ ذرہ نے کہا کہ آپنے انہیں سے اتنا تو رکھ لیا ہوتا کہ افطاری کے لیے گوشت آجاتا۔ آپنے فرمایا کہ تم نے پہلے کہا ہوتا تو یہ بھی کرتی۔ یہ واقعات بھی ازواج نبیؐ کی فارغ البالی کے لیے دلیل ہیں۔

عبادت و للہیت { عن[۳] قاسم بن محمد بن ابی بکر ان عائشۃ کانت تصوم الدہر۔[۴] حضرت عائشہ کے بھتیجے فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ ہمیشہ روزہ رکھتی تھیں آپ کے مزاج میں نسیان نہ تھا کیونکہ آپ سے بہت سی حدیثیں روایت کی گئی ہیں کہ حضرت ابوہریرہ کے سوا کوئی دوسرا آپ کا جواب نہیں دے سکا مگر یہ واقعہ کم سے کم اکیلی شہادت پیش کرتا ہے کہ آپنے اور حضرت حفصہؓ نے ساتھ ساتھ روزہ رکھا اتفاق سے اس دن کوئی ایسا مزے دار کھانا سامنے آگیا جو آپ دونوں کو بہت پسند تھا لہذا آپ دونوں نے روزے توڑ ڈالے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب آنحضرتؐ تشریف لائے تو حضرت حفصہ نے مجھ سے پہلے یہ مسئلہ اُن سے پیش کر کے پوچھ لیا کہ اسکی قضا رکھنا چاہیے کیونکہ وہ اپنے باپ کی بیٹی تھیں (یعنے نہایت چالاک)۔ آنحضرتؐ ماہ مبارک رمضان کی آخری تاریخوں میں اعتکاف فرمایا کرتے تھے حضرت[۵] عائشہ فرماتی ہیں کہ ایک روز آنحضرت جو برآمد ہوئے تو اُنھوں نے

[۱] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۴۵ [۲] اصابہ ج ۸ ص ۱۴۱۔ [۳] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۴۷۔

[۴] نسائی ج ۱ کتاب الصوم باب ما جاء فی ایجاب القضاء علیہ [۵] صحیح بخاری کتاب الصوم باب اعتکاف النساء

میرا اور حفصہ اور حضرت زینب بنت حجش کے خیمہ اعتکاف الگ الگ دیکھ کر اصحاب سے فرمایا کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ خیمہ ثواب کی نیت سے کھڑے کیے گئے ہیں یعنی ان میں للّٰہیت تو خاک نہیں نمائش کی حد تک ضد ہے۔

مذاح و حاضر جوابی ایک عورت[۱] نے آپ کو ماں کہہ کر پکارا آپ نے فرمایا میں تمہاری نہیں تمہارے مردوں کی ماں ہوں۔ ایک روز حضرت عائشہ نے آنحضرت[۲] سے پوچھا کہ یا رسول اللہ اگر آپ[۳] ایسے دو درختوں کے پاس پہونچیں جنمیں سے ایک درخت سے لوگ اپنے اپنے اونٹ چرا چکے ہوں اور ایک سے نہ چرایا ہو تو آپ اپنا اونٹ کس سے چرائینگے آنحضرت[۴] نے فرمایا ایسے درخت سے اپنے اونٹ کو چراؤں گا جس سے کسی نے نہ چرایا ہو حضرت عائشہ نے یہ تلمیح اپنی سوتوں کے لیے کی تھی کیونکہ اور سب دو ہاجو اور آپ کنواری تھیں جب حضرت معاویہ نے سیاسی مصالح کے ماتحت زیاد[۵] بن ابیہ کو اپنا بھائی تسلیم کرلیا تو زیاد نے چاہا کہ وہ حضرت عائشہ سے فرضی سند حاصل کرلے چنانچہ اُس نے حسب قاعدہ عرب ایک خط لکھا جس کے سرنامہ پر لکھا گیا کہ یہ خط ہے زیاد ابن ابی سفیان کی طرف سے مقصود یہ تھا کہ حضرت عائشہ جواب میں اسکو لکھ دیں کہ یہ خط ہے زیاد ابن ابی سفیان کی طرف مگر آپ اس رمز کو سمجھ گئیں اور آپ نے لکھا کہ من عائشہ ام المومنین الی ابنہا زیاد۔

پردہ داری ایک[۶] مرتبہ اسحٰق نابینا حضرت عائشہ کی خدمت میں تشریف لائے تو حضرت عائشہ چھپ گئیں اسحٰق نے عرض کی کہ میں تو نابینا ہوں آپ نے پردہ کیوں کیا حضرت عائشہ نے فرمایا اگر تم مجھ کو نہیں دیکھ سکتے تو میں تو تم کو دیکھ سکتی ہوں۔ مجھے نہیں معلوم کہ یہ واقعہ جنگ جمل سے قبل کا ہے یا بعد کا جبکہ آپ ہزاروں نامحرموں میں کھڑی ہوئی اصحاب امیرالمومنین کی صفوں پر سنگ ریزے پھینک رہی تھیں۔

لیکن چاہے تمام اُمت سے پردہ ہو یا نہ ہو کم سے کم آپ حسنین[۷] سے پردہ کرتی تھیں ابن عباس

---

۱ طبقات ابن سعد صفحہ ۴۴ ۲ ایضاً ص ۵۵ ۳ نمائج الافہام مطبع مصری ص ۵۶ ۴ طبقات ابن سعد ص ۴۴ ۵ ایضاً ص ۴۹

نقل میں جاتے تھے کہ نواسوں سے پردہ نہیں چاہیے ہے لیکن آپ پردہ کرتی تھیں۔ میرے خیال میں آپ کو اپنا چہرہ دکھانا چاہیے شریعت کے اعتبار سے جائز ہو مگر آپ کے حالات قلب حسنینؓ کا چہرہ دیکھنے کی اجازت نہ دیتے ہونگے اس مقام پر پردہ کا حکم جو امام مالک و امام ابوحنیفہ کی طرف سے دیا گیا ہے نقل کر دینا مناسب ہے۔

قال ابو حنیفةؒ ومالک الرجل یتزوج المرأة فلا یحل لولده ولا لولد ولده من الذکور ان یتزوجها ابدا الا انهم ولا اولادهم ولا اولاد بناتهم وهذا مجمع علیه

امام ابو حنیفہ اور مالک فرماتے ہیں کہ (زید) نے جس عورت سے نکاح کیا وہ عورت نہ تو زید کے بیٹے پر حلال ہے نہ پوتے پر نہ پر پوتے پر زید پر وہ سب کے لیے حرام ہے اور نہ زید کے نواسوں پر حلال ہوگی یہ مسئلہ مجمع علیہ ہے۔

آنحضرتؐ کی محبت } عن عمرو بن عاص قال قلت رسول اللهؐ ای الناس احب الیک قال عائشة قلت فمن الرجال قال ابوها۔

حضرت عمرو عاص فرماتے ہیں کہ میں نے آنحضرتؐ سے پوچھا کہ تمام لوگوں میں آپ کس کو زیادہ چاہتے ہیں آپ نے فرمایا عائشہ کو میں نے پوچھا کہ مردوں میں سب سے زیادہ دوست تھا آپ نے فرمایا کہ عائشہ کے باپ کو

حضرت عمرو عاص جس شخصیت کے بزرگ ہیں اس سے انصاف پسند طبقہ کافی طور سے آگاہ ہے اور جو آپ کی سیرت کا مطالعہ کرنا چاہے وہ میدان صفین میں آپ کو ایک نظر دیکھ لے یہی وہ میدان ہے جسمیں بقول خود آپ نے اپنے دین[3] (طرفداری علیؑ کو) اپنی دنیا (ہمراہی معاویہ) کے ہاتھ چند سکوں پر بیچ ڈالا تھا جو شخص ایسی کمزور طبیعت و شہزور لالچ کا مالک ہو اگر اس نے حضرت معاویہ کے حدیث ساز عہد میں انکی لمیٹڈ کمپنی کا کوئی حصہ اس مختصر قول کے عوض مول لے لیا ہو تو چنداں قابل تعجب نہیں ہے اسلیے کہ یہ قول خود حضرت عائشہ اور دیگر اصحاب کے قول کے خلاف ہے حضرت عائشہ سے جب یہی سوال ہوا ہے تو آپ نے عورتوں میں حضرت سیدہ عالم اور مردوں میں انکے شوہر علیؑ ابن ابیطالب کو محبوب ترین اشخاص بتایا ہے۔ لیکن حضرت عمرو عاص روشن خیال و زمانہ شناس آدمی تھے آپ حضرت معاویہ کے عہد میں علیؑ و فاطمہؑ کو آنحضرتؐ کا سب سے زیادہ محبوب بتا کر اپنے مالیات کو

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۴۲ [2] استیعاب ج ۲ ص ۴۶۶ [3] اعثم کوفی

کمزور نہ کرسکتے تھے۔

(۲) عن ہشام[1] بن عروۃ عن ابیہ عروۃ عن عائشۃ کان الناس یتحرون بھدایاھم یوم عائشۃ قال قالت فاجتمع صواحبی الی اُم سلمۃ فذکرالحدیث وفیہ فقال رسول اللہ لا تؤذینی فی عائشۃ فانہ واللہ ما نزل علیّ الوحی وانا فی لحاف امراۃ منکن غیرھا۔

ہشام بن عروہ نے اپنے باپ عروہ سے نقل کیا ہے کہ لوگ آنحضرت کی خدمت میں حضرت عائشہ کی باری کے دن تحفے لایا کرتے تھے اسپر ناراض ہوکر میری تمام سوتیں ام سلمہؓ کے یہاں جمع ہوئیں اور یہ قصہ چھیڑ گیا آنحضرت نے فرمایا کہ دیکھو تم لوگ مجھے عائشہ کے بارے میں ایذا نہ دیا کرو خدا کی قسم مجھپر وحی نازل نہیں ہوئی جب تمیں عائشہ کے علاوہ تم میں سے کسی عورت کے لحاف میں ہوتا تھا۔

یہ روایت بیان فرماکر حضرت ہشام نے حضرت عائشہ کو تو ایک خاص عزت عطا فرمائی مگر حضرت حفصہ وغیرہا کو صاف صاف ذلت دی آپ کو خاص کر یہ نہ چاہیے تھا اسلیے کہ ان دونوں خاندانوں کی قدیم محبت کی زنجیر تھی

(۳) آنحضرت حضرت عائشہ[2] سے فرمایا کرتے تھے کہ میں تمھاری رضا و رغبت کو پہچان جاتا ہوں حضرت عائشہ نے پوچھا کہ یہ کیونکر آپنے فرمایا کہ جب تم خوش ہوتی ہو رب محمد کہکر قسم کھاتی ہو اور اگر ناراض ہوتی ہو تو رب ابراہیمؑ کہتی ہو۔ حضرت عائشہ کس خوشنمائی سے اظہار ناراضی فرماتی تھیں لیکن یہ آپ ہی کو زیب تھا کہ نام رسولؐ کو ترک کریں یا عوض و بدل مقرر فرمائیں اسلیے کہ آپ آنحضرتؐ سے برابر کا رشتہ اور بالکل مساوی منزلت رکھتی تھیں چنانچہ آپ کو اسرار وحی میں شریک بتایا گیا ہے۔ ہم ایسی غریب مسلمان عورتیں ان کی تقلید نہیں کرسکتیں اگرچہ حضرت ابراہیمؑ آنحضرتؐ کے جد امجد سہی مگر ہمارے نزدیک وہ غریب بھی اپنے پوتے کی منزلت میں مساوی نہ تھے۔

عن اسحٰق[3] بن طلحۃ اخبرت ان رسول اللہ قال لقد رایتھا فی الجنۃ لیھون بذالک علیہ موتی کانی اری کفیھا

اسحٰق بن طلحہ کہتے ہیں کہ مجھے کسی نے خبر دی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مجھے (وقت نزع) جنت میں (خدیجہؓ) حضرت عائشہ دکھائی گئیں تاکہ مجھپر موت آسان ہوجائے گویا میں انکی ہتھیلیاں دیکھ رہا ہوں۔

---

[1] اصابہ ج ۸ ص ۱۴۰ مطبوعہ حیدرآباد دکن [2] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۴۴ [3] ایضاً ص ۴۵ ۔

پہلی روایت حضرت زبیر کے صاحبزادے کی تھی اور یہ روایت اُنکے پہلو نشین حضرت طلحہ کے صاحبزادے کی ہے جو اداے حق میں اپنے بھائی سے کم نہیں رہے۔ حدیث کیسی ہی سہی ناظرین کے سامنے ہے مگر افسوس تو اُس بے دردی پر ہے جو آنحضرت کے ساتھ برتی جاتی ہے۔ او مسلمانو! تمہارے نبی کی معرفت الٰہی کا بھرم صرف اسقدر رہا کہ اگر اُنکو جنت میں ایک عورت نہ دکھائی جاتی تو وہ لقاے الٰہی سے گریز کر جاتے اور اگر مرنا ضروری ہی تھا تو ناچار مرتے مگر دم مشکل سے نکلتا

انا للہ وانا الیہ راجعون

(۵) عن[۱] عائشۃ قالت خرجت مع رسول اللہ حتی اذا کنا بالقاحۃ سال علی وجھی من راسی صفرۃ مما جعلت فی راسی من الطیب حین خرجت فقال ان لونک الان یا شقیرا احسن	حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ایک سفر میں میں آنحضرت کے ساتھ چلی جب موضع قاحہ پر پہونچی تو میرے چہرہ پر وہ زردی بہ آئی جو میں نے چلتے وقت خوشبو (کیلئے) سر پر لگائی تھی آنحضرت نے یہ دیکھکر فرمایا کہ اے لال بھبھوکا عورت اب تیرا رنگ خوب نکھرا بہت اچھا ہے
(۶) عن[۲] عائشہ قال سابقنی رسول اللہ فسبقتہ	حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت میرے ساتھ دوڑے مگر میں اُن سے نکل گئی۔

اسپر حاشیہ اور لطیف ہے یعنی یہ اُسوقت کا قصہ ہے جب حضرت عائشہ دُبلی تھیں اور جب آپ موٹی ہوگئیں تو یہ دوڑ پھر ہوئی اور اس مرتبہ آنحضرت نکل گئے اور آپ نے فرمایا کہ پہلی دوڑ کا بدلا ہے۔

مجھے ایک ہی مرتبہ آنحضرت کے دوڑنے کا یقین نہیں آتا مگر محشی صاحب اس لطف کو مکرر دیکھنا چاہتے ہیں حضرت عائشہ کی محبت کے لیے یہ دوڑ دہانا چاہتے نتیجہ غیر ہو مگر راوی صاحب سے یہ ضرور دریافت طلب ہے کہ آنحضرت و حضرت عائشہ دونوں کی عمرون کا لحاظ کرتے ہوے کیا یہ فعل آنحضرت سے منسوب کرنے کے قابل ہے۔ اور ذرا آنکھیں بند کر کے تصور صادق الکا

[۱] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۵۰ [۲] ابن ماجہ کتاب النکاح باب حسن معاشرۃ النسا ۱۲

دوڑ کو ملاحظہ فرمایئے تو کہ ایک کمسن لڑکی آگے آگے بھاگ رہی ہے اور ایک شخص سالہ مرد پیچھے پیچھے جا رہا ہے کیا مہذب دُنیا اسپر قہقہہ تو نہ اُڑائے گی مگر آپ کا تو مطلب یہ ہے کہ حضرت عائشہ جیسی بی بی ثابت ہو جائیں چاہے عزت نبوت رہے چاہے جائے۔ بریں عقل و دانش بباید گریست

مجھے افسوس ہے کہ اسکے بعد ثبوت محبت عائشہ میں ایسے خلاف تہذیب قصے نقل کیے گئے جنکو کوئی مہذب سوسائٹی دیکھنا پسند نہیں کر سکتی اسلیے میں اس باب کو اس مقام پر ختم کر دینا مناسب جانتی ہوں۔ اسکے بعد یہ ایک عجیب و غریب بات ہے کہ تعلقات زن و شو کی فحش الفاظ احادیث تقریباً جسقدر بھی ہیں اُنکی روایت حضرت عائشہ سے کی جاتی ہے اور ان واقعات کو نہ صرف عورتوں سے بلکہ غیر مردوں سے آپ نہایت بیباکی سے بیان کرتی ہیں جسکو ہمارا کہنا کذب و افترا معلوم ہو وہ صحیح بخاری شریف کے اُن ابواب کو دیکھے جنکا تعلق عورتوں سے ہے۔ ان ابواب کے دیکھنے اور حضرت عائشہ کی سیرۃ پیش نظر رکھنے کے بعد اسمیں شک نہیں رہتا کہ آں حضرتؐ نے ان ضروری مسائل کے بیان کرنے کے لیے صرف آپ کا تعلق باقی رکھا تھا کیونکہ آپکے خاندان کی عورت ان مسائل کو یہ کہہ کر کہ مجھ پر ایسا ہی عمل ہوتا تھا بیان نہیں کر سکتی تھی بلکہ ارادہ بیان ہی پر اُسکا مر جانا زیبا تھا۔ خدا اُس طبقہ پر رحم کرے جو ان مسائل کو علم تشریح کرنے کے بعد بھی حضرت عائشہ کی غیرت و حیا کا قائل ہے۔

آنحضرت کے نصائح

عن عروة بن زبیر عن عائشہ قالت قال لی رسول اللہ یا عائشہ ان اردت اللحوق بی فلیکفیک من الدنیا کزاد الراکب وایاک ومجالسة الاغنیاء ولا تستخلقی حتی ترقعیہ

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے مجھ سے فرمایا کہ اے عائشہ اگر تم مجھ سے جنت میں ملنا چاہتی ہو تو تم کو دُنیا میں سے اتنا لینا چاہیے جو ایک مسافر کی زاد سفر ہو اور تم کو غنی لوگوں کی صحبت سے خاص کر منع کرتا ہوں اور دیکھو پیوند دار لباس ہی پہنا کرو

[۴۲] ابن عباس قال قال رسول اللہ — ابن عباس ناقل ہیں کہ آنحضرت نے اپنے ازواج سے فرمایا

[۴۱] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۵۳ ۔ [۴۲] اعلام النبوة الامام العلامہ ابی الحسن علی بن محمد الماوردی الشافعی المتوفی ۴۵۰ھ مطبوعہ مصر ص ۸۲ ۔

لنسائه ليت شعري ايتكن صاحبة الجمل الادبب تخرج فتنبحها كلاب الحوءب يقتل عن يمينها و يسارها قتلى كثيرة وتنجو بعد ما كادت تقتل فقيل ان عائشة لما وصلت الى مياه بني عامر ليلا نبحت ها الكلاب فقالت ما هذا قالوا الحوءب قالت ما اظنني الا راجعة ان رسول الله قال لنا ذات يوم كيف باحدكن اذا نبح عليها كلاب الحوءب

کاش میں جانتا کہ تم میں زیادہ بالوں والے اونٹ[1] کی سوار کون ہے جو نکلے گی تو اسپر مقام حوءب کے کتے بھونکیں گے اسکے داہنے بائیں کثرت سے کشتہ (پڑے ہوگئے) اور وہ خود بھی قتل ہوتے ہوتے بچ جائے گی (کہتے ہیں) کہ جب حضرت عائشہ اپنی عامر (حوءب) پر پہونچیں تو وہاں کے کتے بھونکنے لگے آپنے پوچھا یہ کون جگہ ہے لوگوں نے کہا حوءب آپ نے کہا کہ بس اب میرا مصمم قصد پلٹ جانے کا ہے اسلیے کہ آنحضرتؐ نے ایک روز ہم سب سے فرمایا تھا کہ تم میں سے اس ایک عورت کا کیا حال ہوگا جسپر حوءب کے کتے بھونکیں گے۔

(۳) عن[1] ام سلمه قالت قال رسول الله لعائشه لا تكوني صاحبة كلاب الحوءب ولا يغرنك الزبير والطلحة فانهما لا يغنيان عنك من الله شيئا

ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرتؐ نے عائشہ سے کہا کہ تم حوءب کے کتوں (میں گزرنے والی عورت) نہ ہونا اور نہ زبیر و طلحہ کے بھڑکانے میں نہ آجانا یہ دونوں عذاب خدا سے تمکو نہیں بچا سکیں گے۔

(۴) عن[2] عبد الله ابن عمر قال قال النبيؐ خطيبا فاشار نحو مسكن عائشه فقال ههنا الفتنة ثلثا من حيث يطلع قرن الشيطان۔

حضرت عبداللہ ابن عمر کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ خطبہ فرماتے کھڑے ہوئے اور آپ نے مکان مسکونہ حضرت عائشہ کی طرف اشارہ کرکے تین بار یہی فرمایا کہ فتنہ یہیں ہے فتنہ یہیں ہے فتنہ یہیں ہے اور اسیطرف سے شیطان کا سینگ نکلے گا۔

علامہ قسطلانی نے ہہنا کے بعد لکھا ہے کہ (الی جانب المشرق) یعنی یہ اشارہ مشرق کی طرف کیا گیا خدا کرے یہ معنی خود تصنیف نہوں اسلیے کہ آپ خود تو اشارۂ رسولؐ دیکھنے کو موجود نہ تھے اور خود آپ کو یہ پتہ کس نے دیا اسکا نشان نہیں دیتے لیکن اگر یہ صحیح ہے تو حضرت عبداللہ ابن عمر کو

[1] اعثم کوفی مطبوعہ بمبئی ص ۱۲۳ [2] ارشاد الساری فی صحیح بخاری معروف بقسطلانی مطبوعہ کانپور ج ۵ ص ۱۹۰۔

حضرت عائشہ کے دشمنوں میں لکھ لینا چاہیے کہ انھوں نے مشرق چھوڑ مسکن عائشہ فرماکر مسلمانوں کو آپ کی طرف سے شبہ میں مبتلا کردیا بھلا حضرت عبداللہ ابن عمر جیسے شخص پر ایسی گھبراہٹ طاری ہے کہ آپ پورب پچھم کا فرق بھول جائیں اسکے بعد علامہ و امام بخاری سے بھی شکایت ہے کہ آپ نے اس حدیث کو کتاب جہاد میں لا ڈالا ہے ذرا ناظرین غور کریں کہ اس حدیث کو جہاد سے کیا ربط ہے ہاں یہ ممکن ہے کہ اس فتنہ پر غازیوں کی تلواروں کا پردہ ڈالا گیا ہو۔

حضرت عائشہ کے متعلق معززین کی رائے — اس باب کو ناظرین پڑھیں اور اگر حقیقت کے خلاف شاعرانہ مبالغہ پائیں تو قلمزد فرمادیں چاہیں

حضرت مسروق[1] جب آپ سے روایت کرتے ہیں تو ادباً نام نہیں لیتے بلکہ فرماتے ہیں حدثتنی صادقۃ ابنۃ الصدیق حبیبۃ حبیب اللہ (مجھ سے سچے باپ کی سچی بیٹی اور حبیب خدا کی پیاری نے حدیث بیان کی ہے) یہی مسروق کہتے ہیں[2] کہ بڑے بڑے صحابہ آپ سے فرائض دریافت کرتے تھے یعنی فقہ میں آپ سب سے بہتر تھیں اور عطا بن رباح کا قول ہے کہ حضرت[3] عائشہ نہ صرف فقہ بلکہ جمیع علوم میں اور اصابت رائے میں سب سے بہتر ہیں عروہ بن[4] زبیر کہتے ہیں کہ آپ برمحل شعر پڑھا کرتی تھیں اور علم شعر میں بلند پایہ رکھتی تھیں زہری نا[5]م ازواج بلکہ تمام عالم نسائیت کے علم سے آپ کے علم کو افضل جانتے ہیں ہشام[6] بن عروہ کہتے ہیں کہ میں نے فقہ و طب و شعر میں (اپنی نانی) حضرت عائشہ سے اعلم کسی کو دیکھا ہی نہیں حضرت عبداللہ ابن زبیر آپ سے کبھی بدعقیدہ نہیں ہوئے یعنی آپ کو روایت میں حضرت عائشہ کا نام سن لینا کافی تھا آپ[7] فرماتے تھے کہ حضرت عائشہ آنحضرت پر کبھی جھوٹ نہیں باندھ سکتیں حضرت عائشہ[8] نے ایک روز حضرت ابوہریرہ کو آپ کی مشہور حدیث بازی پر ڈانٹا کہ یہ تم کیا کیا اڑاتے پھرتے ہو ان میں سے اکثر حدیثیں ایسی ہیں جنکی کانوں کان مجھ کو بھی خبر نہیں ہے حضرت ابوہریرہ نے فرمایا کہ

---

[1] اصابہ ج ۸ ص ۱۴۰ [2] استیعاب ج ۲ ص ۷۶۵ [3] ایضاً [4] ایضاً [5] ایضاً [6] ایضاً [7] اصابہ ج ۲ ص ۱۴۰ -
[8] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۴۷

کہ اماں جان آپ کو رسول اللہ کیلئے زینت کرنے اور کنگھی سرمہ دانی سے اتنی فرصت ہی
کہاں تھی کہ آپ حدیثیں سننے بیٹھتیں اور مجھے یہ موانع نہیں تھے لیعنے صرف حضرت ابوہریرہ
حدیث میں اپنی اعلمیت کے قائل تھے مگر زوجہ نبی کے سامنے میں انکی بات نہیں مان سکتی۔
حضرت عائشہ ایک بڑے خاندان کی بیٹی تھیں اور حضرت ابوہریرہ ایک روٹی روز پر اونٹ
چرایا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ کی معاشرت اپنی سوتوں سے حضرت خدیجہ کو اگرچہ آپ نے خانۂ رسالت میں نہ دیکھا تھا مگر آپ انکے لیے کریہہ الفاظ برابر استعمال کرتی رہتی تھیں جو آنحضرت کے رنج کا بھی باعث ہوتا تھا حضرت سودہ سے انکی باری حاصل کر لینے کے بعد بھی آپ انکو
حاسدہ فرماتی تھیں حضرت ام سلمہؓ سے اکثر امیر المومنین علی کے معاملات میں جھڑپ ہو جایا کرتی
تھی حضرت حفصہ البتہ کلہ بکلہ جواب دیتی تھیں یہ تذکرے اپنے مقام پر (انشاء اللہ) آئینگے
حضرت صفیہ کو آپ ہمیشہ یہودی بچی کے لقب سے پکارا کرتی تھیں اسکی تفصیل بھی آئندہ ہوگی
ان ازواج میں حضرت زینب بنت جحش اپنے حسن وجمال سے اکثر حضرت عائشہ پر مفاخرت کیا
کرتی تھیں اور آپ کو ان سے یہ شکوہ انکی زندگی تک رہا اگرچہ انھوں نے آپ پر ایک طرح
احسان بھی کیا تھا یعنی واقعۂ افک میں اپنی بہن کے خلاف حضرت عائشہ کی برأت پر گواہی
دی تھی اور یہ انکی شرافت طبیعت کا اعلیٰ نمونہ تھا ورنہ اس نازک وقت میں عامیانہ طبیعت
رکھنے والیاں کیا کچھ نہیں کر گزرتیں مگر انھوں نے بہ ابرکی رقیب کی نزاکت حالات سے فائدہ
نہیں اٹھایا اور انھوں نے اس رفاقت کا کوئی صلہ بھی نہیں لیا لیکن ایکمرتبہ آنحضرتؐ جب[1]
حضرت زینب سے کچھ کشیدہ ہو گئے تو حضرت زینبؓ نے حضرت عائشہ کو بیچ میں ڈال کر آنحضرت
سے صفائی چاہی حضرت عائشہ نے سفارش تو کی مگر انکی باری کا دن اجرت میں وصول کر لیا
اسیطرح حضرتؓ عائشہ کی باری کے روز آنحضرت جناب زینب سے التفاتاً گفتگو کرنے لگے تو

---

[1] ابن ماجہ کتاب النکاح باب المرأۃ تہب یومہا۔ [2] صحیح مسلم کتاب الرضاع باب القسم بین الزوجات ۱۲

آپ فوراً ناراض ہوگئیں اور حضرت زینب سے جنگ زرگری شروع کردی یہ رات کا واقعہ ہے مجھے جنگ کی ابتدا کا وقت نہیں معلوم لیکن نماز صبح کا وقت آگیا تھا اور یہ چیخ پکار برابر جاری تھی یہانتک کہ حضرت ابوبکر نماز کے لیئے آئے تو آپ نے بھی یہ غوغا سُنا اور فرمایا یا رسول اللہؐ آپ ان دونوں کے مُنھ میں خاک جھونکیے اور نماز پڑھانے باہر تشریف لائیے۔

آنحضرتؐ نے مستعیذہ[1] (نام اہل تاریخ کو بھی معلوم نہیں) سے نکاح کیا یہ صورت شکل کی بہت اچھی عورت تھی حضرت عائشہ دیکھ کر دنگ ہوگئیں ممکن ہے کہ اپنے چراغ محبت کو بجھتے دیکھا ہو اسلیے حضرت حفصہ سے سانٹھ گانٹھ کرکے دونوں بی بیاں اس غریب ناواقف عورت کے پاس آئیں ایک کنگھی کرنے لگی اور دوسری اُسکی زینت میں مصروف ہوئی وہ کیا جانتی تھی کہ یہ مہربانی نری کھری دشمنی ہے اور ایں ہمہ شکل بر لبِ اکل ہے ان کو مہربان پاکر وہ بھی خوش ہوگئی حضرت عائشہ کی تعلیم سے حضرت حفصہ نے اُسکو سکھا دیا کہ جب آنحضرتؐ تمھارے پاس آئیں تو اُن سے کہدینا اعوذ باللہ منک "تم سے خدا کی پناہ" وہ اس فقرے سے بہت خوش ہوتے ہیں اُس ناواقف نے یہی عمل کیا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تونے بڑے کی پناہ مانگی اور یہ کہکر واپس ہوگئے اور یہ غریب آنحضرتؐ کے گھر میں نہ رہ سکی سوال یہ ہے کہ اس فعل کو ہماری اُردو زبان میں سچائی کہتے ہیں یا دغابازی۔

احادیث مناقب | (۱) ابو سلمہ عن عائشۃ قالت ان رسول اللہ قال یوماً یا عائش هذا جبرئیل یقرء علیک السلام فقلت وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ترٰی ما لا ارٰی[2] | خود حضرت عائشہ ناقل ہیں کہ آنحضرتؐ نے ایک روز فرمایا کہ اے عائشہ یہ جبرئیلؑ تم کو سلام کہہ رہے ہیں میں نے جواب سلام دے کر کہا یا رسول اللہؐ جو آپ دیکھتے ہیں میں نہیں دیکھتی۔

اس آخری شکایت کو ایک دوسری حدیث نے رفع کردیا ہے اگرچہ آپ شریک نبوت نہ تھیں کیونکہ نہ صرف آپ جبرئیلؑ کو دیکھتی تھیں بلکہ اُن کی باتیں سن کر اسرار الٰہی سے بھی واقف ہوجاتی تھیں

[1] مدارج النبوۃ ج ۲ بیان ازواج النبیؐ [2] اصابہ ج ۸ ص ۱۴۰۔

جسپر خود آنحضرتؐ کو بھی تعجب ہوتا تھا اور اسپر آپ کو فخر بھی تھا ورئیت جبرئیل ولم تراہ امراۃ غیری میرے سوا کوئی عورت جبرئیلؑ کو نہ دیکھتی تھی - یہ شرکت نبوت صرف محدثین کے بل بوتے پر نہ تھی آپ اعجاز میں بھی آنحضرتؐ کی ہمرنگی چاہتی تھیں چنانچہ جنگ بدر میں جس طرح آنحضرتؐ نے کفار قریش کی طرف سنگریزے پھینک کر شاہت الوجوہ کہا ہے آنحضرت کا یہ فعل ایک طرف تو خدا نے اپنی طرف منسوب کر لیا اور آیت اُتری ما رمیت اذ رمیت لکن اللہ رمی اے رسولؐ تم نے (یہ سنگریزے) نہیں پھینکے بلکہ خدا نے پھینکے اور دوسری طرف کفار قریش اس معجزے کے اثر سے مارے گئے یا فرار ہوئے - بالکل اسیطرح جنگ جمل میں حضرت عائشہؓ نے بھی سنگریزے طلب فرما کر انصار و اصحاب امیرالمومنینؑ کی طرف شاہت الوجوہ کہکر پھینکے مگر آپ کو اُلٹی شکست بھی ہوئی اور آپ کے ہزاروں فوجی بھی قتل ہوئے کوئی آیت بھی نہ اُتری البتہ ایک آئی پر نہ چوکنے والے نے پکار کر کہا ما رمیت اذ رمیت ولکن الشیطان رمی اسیطرح جبرئیل والی روایت میں ایک پوشیدہ جوش ہے جسکا اظہار اس مقام پر ہو گیا جہاں آپ نے فرمایا ہے کہ میں حضرت خدیجہ سے جسقدر[۳] سوتاپے کا حسد رکھتی تھی اُتنا مجھے کسی سے نہ تھا حضرت خدیجہ کے لیے سلام جبرئیل وخدا ہو اور آپ کے لیے نہو یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے رہی خدیجہ کو بشارت جنت اُسکا جواب دوسری حدیث میں ہو گیا ہے -

(۲) ابن مسروق قال قال رسول اللہؐ عائشہ زوجتی فی الجنہ
ابن مسروق سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میری بی بی عائشہ جنتی ہیں -

(۳) عن عائشہ قالت لجئنا فذکرت مجی جبرئیل بصورتہا قالت ولم ینکح بکرا غیری ولا امراۃ ابواہا مہاجران انزل اللہ برائتی من السماء
حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ دس فضیلتوں نے مجھے افضل کیا پھر آپ نے جبرئیل[۱] کے تصویر لانے کا ذکر کیا اور کہا کہ آنحضرت نے میرے سوا کسی کنواری[۲] سے نکاح نہیں کیا جسکے ماں باپ دونوں[۳] مہاجر ہوں اور خدا نے میری برأۃ آسمان سے

[۱] طبقات ابن سعد ص ۳۴ [۲] اعثم کوفی مطبوعہ مطبع بمبئی ص ۱۵۱ [۳] صحیح ترمذی مطبوعہ فخر المطابع دہلی صفحہ ۶۳ [۴] اصابہ ج ۸ ص ۱۴۰ -

وکان ینزل علیہ الوحی وھو معی وکنت اغتسل انا وھو من اناء واحد وکان یصلی وانا معترضۃ بین یدیہ وقبض بین نحری وسحری فی بیتی وفی لیلتی ودفن فی بیتی

نازل کی اور اُنپر اسوقت وحی(۵) نازل ہوتی تھی جب وہ میرے ساتھ ہوتے تھے اور ہم دونوں ایک ہی ظرف(۶) سے غسل کرتے تھے اور جب آنحضرتؐ نماز پڑھتے(۷) ہوتے تھے میں اُنکے سامنے ہوتی تھی (یا روکتی تھی) اور اُنکا انتقال ہوا جبکہ اُنکا(۸) سر میرے سینہ پر تھا اور اُن کا انتقال میرے گھر میں اور(۹) میری باری کی رات میں ہوا اور میرے ہی گھر میں دفن(۱۰) ہوئے۔

اس فہرست فخر میں چھٹا فخر شرمناک پہلو رکھتا ہے جو حضرت عائشہ سی غیرت دار بی بی کو بیان نہ کرنا چاہیے تھا اور ساتواں فخر قابل غور ہے جسکا مقصود یہ ہے کہ آنحضرتؐ مجکو سجدے کرتے تھے نواں فخر بھی شاید عرب کے رواسم کی بنا پر فخر کہا جاسکے ہماری وفا پرست ہندوستانی بہنیں تو اُس تاریخ و وقت و مقام کو منحوس جانتی ہیں جسمیں اُنکا عزیز شوہر اُن سے جدا ہو۔

(۴) عن[۱] انس قال قال رسول اللہ فضل عائشہ علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام

بقول انس آنحضرتؐ نے فرمایا کہ حضرت عائشہ کو تمام عورتوں پر وہ فضل حاصل ہے جو شوربے میں بھیگی روٹی کو تمام کھانوں پر حاصل ہے۔

گویا آنحضرت بھی آپ کی روحانیت کو اسقدر کم پاتے ہیں کہ مثال کے لیے بھی عالم عقل سے کوئی چیز نہیں ڈھونڈھی جاتی بلکہ معقولات چھوڑ کر تشبیہات ہی پر اکتفا کی جاتی ہے اور کھانے پینے کی چیز سے تشبیہ پوری کی جاتی ہے ظاہر ہے کہ غذا کا ترک (روزہ) عبادت ہے اور کثرت خوراک ہر طرح مضرت رساں۔

افک یعنی تہمت جنگ بنی مصطلق میں حسب[۲] نتیجہ قرعہ اندازی حضرت عائشہ آنحضرتؐ کے ہمرکاب تھیں چونکہ ۵ھ سے پردہ کا حکم نازل ہوا ہے اسلیے حضرت عائشہ ہودج میں سوار تھیں فتح جنگ کے بعد واپسی میں ایک منزل پر قافلہ نے صبح کو صدائے الرحیل دی مگر آپ قضائے حاجت کو جنگل گئی ہوئی تھیں جب واپس ہوئیں تو خود فرماتی ہیں کہ میں نے

[۱] صحیح ترمذی ص ۶۳۸ [۲] روضۃ الصفا مطبوعہ لکھنؤ ج ۲ ص ۳۴۷

اپنے گلے پر جو ہاتھ پھیرا تو طلائی گلوبند (طوق) غائب ملا سونے کی چیز کا کھو جانا جسقدر آپ کے
لیے باعث فکر و ملال ہو سکتا تھا اُسقدر آپ مغموم ہوئیں اور اُسکی تلاش میں پھر اُسی طرف
تشریف لے گئیں جدھر قضاے حاجت کو گئی تھیں خدا کا لاکھ لاکھ شکر کہ وہ قلادہ مل گیا مگر
آپ جب واپس تشریف لائیں تو قافلہ نہ ملا آپ جنگل میں اکیلی رہ گئیں جس ہودج میں آپ سوار
کی جاتی تھیں وہ بھی روانہ ہو گیا تھا حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ چونکہ میں لاغر اندام تھی
اسلیے ہودج کے بار کرنے والوں کو خالی اور بھرے ہوئے ہودج کا امتیاز نہوا اور اُنھوں نے
خالی ہودج کو بھرا ہوا سمجھ کر بار کر دیا۔ حضرت عائشہ کا استقلال مزاج اس مقام سے خوب
واضح ہوتا ہے کہ آپ اکیلے جنگل میں مطمئن ہو کر بیٹھ گئیں اور یہ خیال کر لیا کہ جب دوسری
منزل پر مجکو نہ پائیں گے تو اہل قافلہ خود ڈھونڈھنے آئینگے قافلہ سے چھوٹ جانا مردوں
کے لیے باعث مصیبت ہوا کرتا تھا مگر آپ نے عورت ہو کر بے نظیر استقلال سے کام لیا آپ
اُسی مقام پر بیٹھ گئیں۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں بیٹھے بیٹھے سو گئی یہانتک کہ صفوان بن معطل سلمی (جو
مصلحۃً لشکر سے ساقہ پر معین کیے گئے تھے) پہونچے اور مجھے پہچان کر اُنھوں نے باواز بلند انا للہ
وانا الیہ راجعون کہا اُن کی آواز استرجاع سے میری آنکھ کھل گئی اور میں نے (جلدی جلدی)
اپنے خمار[1] سے اپنا مُنھ چھپایا صفوان عاقبت اندیش تھے وہ آپ کے قریب بھی نہ آئے دور
کھڑے[2] رہے اپنا اونٹ بٹھایا اور کہا کہ آپ سوار ہو جائیے جب میں سوار ہو گئی تو اُنھوں
نے ناقہ کی مہار تھام کر اُس منزل تک پہونچایا جہاں آنحضرت اور آپ کے اصحاب
دوپہر کی گرمی سے بچنے کے لیے اُتر پڑے تھے۔

حضرت عائشہ کے اکیلے جنگل میں رہ جانے اور اتنی دیر تک غائب رہنے اور پھر
صفوان کے ساتھ آنے نے منافقوں میں بات کا بتنگڑ بنایا اور اسی منزل سے چہ میگوئیاں شروع

[1] ارشاد الساری شرح صحیح بخاری معروف بہ قسطلانی مطبوعہ کانپور ج ۶ ص ۲۰۵ - [2] روضۃ الصفا ج ۲ ص ۱۴۴

ہوگئیں عبداللہ ابن ابی سلول منافق اس معاملہ میں سب سے پیش پیش تھا غرض یہ افواہ مدینہ بھر میں پھیلادی گئی اور آخر بعض زود عقیدہ مسلمان بھی اُس سیہ انجام منافق کے ہمخیال ہوگئے یہ حسان بن ثابت (مشہور شاعر) و مسطح بن اثاثہ تھے ان کے بعد حمنہ خواہر ام المومنین حضرت زینب بنت جحش بھی انکی جماعت میں شریک ہوگئیں یہ خبر حضرت عائشہ ہی کے لیے نہیں بلکہ عصمت نبوت و شان رسالت پر بھی ایک شدید ضرب کی صورت میں استعمال کی جارہی تھی حضرت عائشہ سے آنحضرتؐ نے نہ کچھ راستے میں دریافت فرمایا نہ مدینہ پہونچکر البتہ حضرت عائشہ آپ کو برہم پاتی تھیں اور وہ لطف و کرم جو اس زمانہ سے پہلے تھا وہ اسوقت نظر نہ آتا تھا اگرچہ حضرت عائشہ گھر پہونچ کر بیمار بھی ہوگئیں تھیں حضرت عائشہ چونکہ ناکردہ گناہ تھیں اسلیے ان کو آنحضرتؐ کی برہمی کے ساتھ اُس افواہ کی بھی متعلق خبر نہ تھی جو مدینہ کے بازاروں میں عام تھی اسلیے آپ فکرمند تھیں اور آنحضرتؐ کی برہمی کا راز دریافت کرنے کی آرزومند" یہ راز آپ کو مادر مسطح بن اُثاثہ سے معلوم ہوا چونکہ آپ یقینی طور سے بیگناہ تھیں اور آنحضرتؐ سے برابر کا رشتہ اور خدائی معاملات میں برابر کی دلجوئی کی خواستگار" اسلیے شاید آپنے عذر و معذرت سے اُلجھے ہوئے معاملہ کو صاف کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ جس طرح اکثر بڑے گھر کی بیٹیاں شوہر سے لڑکر ڈولی چڑھ میکے آجایا کرتی ہیں اسیطرح آنحضرتؐ سے کہہ کر گھر چلی آئیں آپ اس چلے آنے کا سبب اس واقعہ کی تفصیل طلبی کو قرار دیتی ہیں۔ گھر آکر آپ نے اپنی والدہ ام رومان سے دریافت فرمایا تو انھوں نے اس اتہام کا راز سوتوں کی کثرت کو ٹھہرا کر آپ کو تسکین دی کیونکہ حضرت ام المومنین زینب کی بہن منافقین کا نقل قول کررہی تھیں ادھر آنحضرتؐ نے ایک بزم شوریٰ مقرر فرمائی جسمیں حضرت علیؓ اور اسامہ بن زید تھے آنحضرتؐ کے دریافت پر اُسامہ نے کہا کہ میں آپ کے ازواج میں بدی کا گمان نہیں کرتا اور امیرالمومنینؑ نے فرمایا کہ آپ پر خدا نے سلسلہ ازدواج کو تنگ نہیں کیا ہے عائشہ کے علاوہ بھی

۱؎ ارشاد الساری شرح صحیح بخاری ج ۶ ص ۲۷۵۔

بہت سی عورتیں ہیں اور آپ اس معاملہ میں بریرہ کنیز حضرت عائشہ سے دریافت فرمائیے وہ
صحیح حالات بتا سکیں گی اسکے بعد حضرت عمرؓ و عثمانؓ سے بھی آپ نے مشورہ کیا اور ان سب نے
بھی مختلف دلائل سے یہ ثابت کیا کہ آپ کی عزت رسالت اس سے بالاتر ہے کہ آپ پر ایسے
اتہام صحیح ہو سکیں امید کہ اس معاملہ میں خدا وحی نازل کرے گا پھر آنحضرت نے ام المومنین
زینبؓ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے حضرت عائشہ میں کبھی یہ عیب نہیں دیکھا حضرت
عائشہ فرماتی ہیں کہ اگرچہ زینب ہی اپنے حسن و جمال سے مجھ پر مفاخرت کرتی تھیں مگر خدا نے
ان کو جھوٹ سے محفوظ رکھا اگرچہ انکی بہن اس افواہ میں شریک تھیں پھر بریرہ کنیز حضرت
عائشہ کو بلایا گیا اور ان سے دریافت کیا گیا بریرہ نے کہا یا رسول اللہ اس خدا کی قسم جس نے
آپ کو بصدق و راستی مبعوث کیا ہے میں نے عائشہ میں کبھی کوئی عیب نہیں پایا البتہ آٹا
گوندھ کر اکثر سو جاتی ہیں جسکو بکریاں (اپنا مال جان کر) کھا جاتی ہیں - آنحضرت ان گواہوں
سے مسرور ہوئے اور رخانہ حضرت ابوبکر میں آئے جہاں حضرت عائشہ اپنی ہمدرد ایک زن
انصاریہ کے ساتھ رو رہی تھیں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت اس واقعہ کے بعد میرے
پاس آکر پہلی بار بیٹھے اور فرمایا کہ اے عائشہ اگر تم سے یہ خطا ہو گئی ہے تو توبہ و انابت کرو اور
اگر ایسا نہیں ہے تو خدا اس معاملہ کو صاف کرے گا حضرت عائشہ چونکہ اس اتہام سے بیگناہ
تھیں لہذا آپ نے اپنی خودداری کے ماتحت حضرت رسالتمآب سے بات کرنا بھی پسند نہیں
فرمائی اور اپنے والد سے فرمایا کہ آپ جواب دیجیے حضرت ابوبکر نے کہا کہ جب میں بت پرست
و کافر تھا اسوقت بھی کسی نے ایسے الزام میرے خاندان پر نہیں لگائے تھے اور اب جو خدا کی
شان سے مسلمان ہو چکا ہوں میں نہیں جانتا کہ کیا جواب دوں پھر حضرت عائشہ نے اپنی ماں سے
کہا کہ آپ کچھ کہیے لیکن انھوں نے کہا کہ میری سمجھ میں کچھ بھی نہیں آتا کہ کیا جواب دوں اسوقت
حضرت عائشہ نے مجبور ہو کر فرمایا کہ یا رسول اللہ اگر میں یہ کہتی ہوں کہ میں نے یہ جرم نہیں کیا

سلہ روضۃ الصفا جلد ۲ صفحہ ۷۴۳ سلہ ارشاد الساری ج ۶ ص ۲۷۵

(اور خدا گواہ کہ میں نے ایسا نہیں کیا) تو آپ میرے اس قول کو منظور نہ کرینگے کیونکہ افواہ عام نے آپ کے دل میں گھر کر لیا ہے اور اگر اقرار کر لوں تو خلاف واقع ہے لہذا میرے آپ کے درمیان میں قول پدر یوسف ہے فصبر جمیل حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اسوقت میں اسقدر پریشان تھی کہ غور کرنے پر بھی حضرت یعقوبؑ کا نام یاد نہ آیا اور میں نے آخر پدر یوسف کہکر صبر کیا اور آنحضرت کی طرف سے منھ پھیر کر اور تکیہ لگا کر میں بیٹھ رہی۔

ادھر آنحضرت پر آثار وحی نازل ہونے لگے حضرت ام رومان نے ایک ریشمی تکیہ آپ کے سرھانے رکھ کر دوا ے یا نی اُڑھادی جب آپ عالم وحی سے بیدار ہوئے تو آپنے فرمایا کہ اے عائشہ خدا مبارک کرے کہ اس نے تم کو اس جرم سے بری کر دیا پھر آپ نے آیات ذیل کی تلاوت فرمائی (جو اسیوقت نازل ہوئی تھیں)

ان الذین جاءو بالافک عصبۃ منکم	بیشک جس نے تہمت لگائی وہ تمھیں میں سے ایک گروہ ہے
لاتحسبوہ شرا لکم بل ھو خیر لکم	اسکو اپنے حق میں برا نہ سمجھو بلکہ وہ تمھارے حق میں بہتر ہے
لکل امرئ منھم ما اکتسب من الاثم	انمیں سے ہر شخص نے جو گناہ کیا ہے وہی اسکے لیے ہے اور جسنے انمیں سے
والذی تولی کبرہ منھم لہ عذاب عظیم	بڑا گناہ کیا ہے اسکے لیے بڑا عذاب ہے۔

یہ آیات سورۂ نور کی ہیں چونکہ میں نے طے کر لیا ہے کہ اس فصل میں شیعوں کی تاریخ و تفسیر سے کام نہیں لیا جائے گا اس لیے ان آیات کی تفسیر شیعہ حضرت ماریہ قبطیہ کے تذکرہ میں بیان ہوگی۔

ان آیات کے نازل ہونے پر حضرت ام رومان نے حضرت عائشہ سے کہا اے بی بی اٹھو اور آنحضرت کا شکریہ ادا کرو آپنے فرمایا کہ میں ان کا شکریہ کیوں ادا کرنے لگی شکر کروں تو کروں اپنے خدا کا کروں جس نے میری بیگناہی ثابت کی اسکے بعد آنحضرت صؐ نے چار شخصوں پر حد قذف (یعنی) اسّی کوڑے لگوائے اور یہ لوگ عبداللہ بن ابی سلول و حسان بن ثابت و مسطح بن اثاثہ و حمنہ خواہر ام المومنین زینب ہیں۔ اسمیں شک نہیں کہ اس معاملہ میں حضرت عائشہ پر تہمت

سورۂ نور پارہ ۱۸

لگائی گئی تھی اور آپ بالکل بےجرم تھیں جسکا گواہ قرآن مجید ہے مگر ارباب سیرۃ[1] واقعہ افک کو جو حضرت عائشہ کی فضیلت میں سب سے بڑا فضل مانا ہے ہمکو یہ درست نہیں جانتی اول تو ان آیات کے نزول کا تعلق براہ راست عزت رسالت سے ہے حضرت عائشہؓ پر منحصر نہیں ہے اگر آنحضرتؐ کے گھر کی کسی لونڈی پر بھی ایسی تہمت لگائی جاتی تو وہ آنحضرت کی غیرت وحمیت کے لیے منافی تھی اور اسکی تردید قطعی ضروری تھی اور پھر کلام مجید کی تو یہ عادت ہے کہ اپنے بیگناہ نیکوں کی برائت اور گناہگاروں کے استغفار اور قبول توبہ وغیرہ کی خبریں ضرور دیتا ہے جو رحمت الٰہی کی نادر مثال ہے اور ایسے واقعات اکثر کلام مجید میں موجود ہیں لیکن حضرت عائشہ کی بیجرمی پر ایمان لانے کے بعد بھی اس واقعہ سے جہاں تک آپ کے اخلاق کا تعلق دیکھا جاتا ہے خصوصاً وہ طریقہ جو آپ نے آنحضرتؐ کے ساتھ برتا کچھ قابل مدح وستائش نظر نہیں آتا آپ کے اخلاق ایسے ضرور رہے ہیں جیسے کہ ایک تندخو اور غیر تعلیم یافتہ بی بی کے رہنا چاہیے لیکن میں آپ سے اس سے بالاتر اخلاق کی اُمیدوار ہوں جسمیں صرف زن وشو کے تعلقات کا اظہار نہیں بلکہ معرفت وقدر ومنزلت نبوت کی بھی جھلک ہونا چاہیے

ایلا وتخییر { ایلا لغت میں عموم قسم کھانے کے معنی میں ہے اور زبان شرع میں عورت سے جدائی کی قسم کھانے کو ایلا کہتے ہیں اس قسم کی مدت چار ماہ ہے اگر اسمیں رجوع واقع ہوا تو خیر ورنہ طلاق بائن ہو جاتا ہے اگرچہ درمیان علماے اسلام اس مدت میں اختلاف ہے مگر رجوع میں قسم کا کفارہ دینا ہوتا ہے چنانچہ روایت ہے:۔

عن[2] عائشۃ قالت الی رسول اللہ من نسائہ	حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آنحضرتؐ نے اپنے ازواج سے
وحرم فجعل الحرام حلالاً فجعل فی	جدا رہنے کی قسم کھائی اور حرام ٹھہرایا پھر حرام کو حلال
الیمین کفارۃ	کرلیا (رجوع) اور قسم کا کفارہ دیا

اس واقعہ کی تفصیل میں دنیا وآخرت کا اجمال ہے اسمیں شک نہیں کہ نسبت زوجیت سے

---

[1] صحیح ترمذی ۲۰۵ [2] ایضاً مطبوعہ فخر المطابع دہلی ۱۲

آنحضرتؐ کے تمام ازواج عامۂ اُمت کے لیے محترم تھے لیکن انسان تھے اور نوعِ بشر سے اُنکا سیدھا سیدھا تعلق تھا اسلیے اُن میں دولت پسندی دُنیا طلبی فطری تھی جو آنحضرتؐ کی شخصیت نورہی کو پسند نہ تھی اور بحیثیت رسالت آپ کی کوشش تھی کہ ان پتھروں کو جلا دے کر جواہر اور ان خاک کی پتلیوں کو اونچا کر کے حوروں کا ہمنشین کر دوں اُنکی فطرت کچھ اور چاہتی تھی آپ اُنکو اپنے نقشِ قدم پر اُسطرح چلانا چاہتے تھے جس طرح آپکی ہم فطرت اولاد آپ کے مختاری جادہ پر تیزی سے گامزن تھی وہ دُنیا کے ذرہ برنہیں اُسکے چھٹ جانے پر مسرور ہوتی تھی جیسے سیدہؓ کو لونڈی کے عوض تسبیح بتادی گئی تو اُنھوں نے شوہر سے آکر باپ کا شکریہ ادا کیا اور اس شدومد سے اس تسبیح خوانی کے دونوں پابند رہے کہ تا مدت حیات ترک نہ کیا سیدہؓ پہلے تاگے پر گرہیں لگا کر پڑھا کرتی تھیں اور شہادت حضرت حمزہؓ کے بعد اُنکی قبر سے مٹی لاکر اور دانے بنا کر پڑھتی رہیں آج مسلمانوں کے ہاتھ کی تسبیح سیدہؓ کی ایجاد کی ممنون ہے۔

ظاہر ہے کہ لونڈی کی ضرورت تسبیح سے پوری نہ ہو سکتی تھی اور یہ تعلیم تسبیح لونڈی کے دینے سے صریحی انکار تھا اور انکار باعث رنج ہوتا ہے مگر سیدہ اس پر مسرور رہیں۔ ازواج و بنات نبی کی زندگی کا ممتاز فرق یہی ہے جو اہلِ بصیرت سے پوشیدہ نہیں ہے حضرت سیدۂ عالم کے گھر میں فاقہ کے ساتھ عبادت اور عبادت کے ساتھ مسرت ہوتی تھی اور ازواج کے یہاں شکم سیری کے ساتھ دولت اور دولت پر کثرت طلبی تھی وہ آنحضرتؐ کی زاہدانہ زندگی کو اپنے لیے پسند نہ کرتی تھیں اُنکے یہاں خادمہ بھی تھے مال و دولت بھی تھا گہنا پاتا بھی تھا اور اسی اعتبار سے اُنکی غذا بھی جَو کی روٹی اور کاسنی کے ساگ پر ختم نہ ہو سکتی تھی وہ آنحضرتؐ سے نفیس غذائیں عمدہ لباس بہترین زیورات کی طالب تھیں اور جب اُنکی آنکھوں کے سامنے مال غنیمت بٹتا تھا تو وہ اور بھی حصّہ لگانے کی اُمیدوار ہو جاتی تھیں چنانچہ کبھی کبھی ان

لمہ روضۃ الصفا ج ۲ ص ۴۰۲

حضرات کے فرمائشات آنحضرتؐ کی استطاعت بشری کو بھی پھاند جاتی تھیں۔

ایلا بھی اس قسم کے واقعات میں سے ایک مشہور واقعہ ہے ازواج نے فرمائشات شروع کردیے تھے اور آپ اُنکے درمیان سرخم اور خاموش بیٹھے ہوئے تھے جو صحابی اسوقت آئے وہ بے حصول شرف قدمبوسی واپس کردیے گئے جب حضرت ابوبکر و عمر آئے تو وہ حجرۂ آنحضرتؐ میں گئے اور اُنھوں نے ازواج کا ہجوم آنحضرتؐ کی پریشانی و ملال سب کچھ دیکھا اور حیران رہ گئے حضرت ابوبکر تو ایک سادہ طبیعت اور بزرگ آدمی تھے اسلیے خاموش رہے مگر حضرت عمر نے بہت جلد رنگ محفل دیکھ لیا اور برجستہ ایک دروغ مصلحت آمیز سے آراستہ و پیراستہ پُرمذاق فقرہ تصنیف فرمایا آپ فرمانے لگے کہ یا رسول اللہؐ آپ ہوتے تو ملاحظہ فرماتے کہ آج بنت خارجہ (زوجہ حضرت عمر) نے جب مجھ سے نفقہ مانگا ہے تو میں نے اُنکی گردن پر کیسا ہاتھ رسید کیا ہے آنحضرتؐ اسپر مسکرادیے اور فرمانے لگے کہ یہاں بھی یہ سب اسی لیے بیٹھی ہیں اور مجھ سے ایسی چیزیں طلب کررہی ہیں جو میری استطاعت سے باہر ہیں۔ یہ سنتے ہی دونوں یار وفادار آبدیدہ ہوگئے اور حضرت ابوبکر نے حضرت عائشہ کی گردن پر ایک مُکّہ مارا اور حضرت عمر نے حضرت حفصہ کی گردن پر ایک مُکّہ مارا اور کہا خبردار اب ایسی حرکت نہ کرنا خدا جانے یہی دونوں حضرات فقط زیادہ طلبی کررہی تھیں یا اور ازواج بھی مگر ان دونوں کو سزا مل جانے کے بعد پھر کوئی تیسری آواز آنحضرتؐ سے اصرار کرنے والی سنائی نہیں دیتی۔

اسپر بھی آنحضرتؐ کا ملال کم نہوا اور آپ مسجد کے بالاخانے پر رہنے لگے اور اعلان فرمادیا کہ ایک ماہ تک آپ ازواج کے پاس نہ جائینگے بالاخانہ کے دروازے پر آپنے رباح نامی غلام کو مقرر کردیا کہ کوئی شخص بے اجازت نہ آنے پائے ایک طرف تو اس ترک ملاقات سے اصحاب کا یہ حال ہوا کہ منبر کے پاس جوق جوق بیٹھ کر رونے لگے اور دوسری طرف مدینہ میں طلاق ازواج کی افواہ اُڑ گئی حضرت عمر سا دوست کئی بار ملاقات کا متمنی ہوا لیکن اجازت حاصل نہوئی اور آپ کو مجبوراً واپس ہونا پڑا۔ آخر آپ نے خیال کیا کہیں آنحضرتؐ یہ نہ

جانتے ہوں کہ عمر حفصہ کی سفارش کے لیے آرہا ہے اس لیے آپ نے ایک روز صحن مسجد سے غل مچایا کہ اے رباح کہدیا کہ عمر حضوری کی اجازت چاہتا ہے مگر اسلیے نہیں کہ حفصہ کی خطا بخشوائے بلکہ اگر آپ کا اشارہ پائے تو عمر حفصہ کا سر اڑا دینے پر تیار ہے حضرت عمر کا یہ خیال صحیح ثابت ہوا اور آنحضرت ﷺ نے آپ کو بلا لیا حضرت عمر نے جاکر دیکھا کہ آپ ایک [3] باندوں کی کھری چارپائی پر لیٹے ہیں تمام جسم مبارک میں باندوں کے نشان پڑ گئے ہیں کچھ مٹی کے برتن ادھر اُدھر بے ترتیبی سے پڑے ہوئے ہیں حضرت عمر نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ نے ازواج کو طلاق دیدی آپ نے فرمایا نہیں حضرت عمر نے باواز بلند تکبیر کہی اور جبکو اس جدائی سے قلق و تعلق خاطر تھا فقط اُسی (ام سلمہ) نے یہ آواز سُنی آنحضرت تشریف لائے تو حضرت عائشہ نے پہلا سوال جو کیا وہ یہ تھا کہ ابھی تو مہینہ میں ایک دن اور باقی تھا کل انتیس [۲۹] ہی دن ہوئے ہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہاں مہینہ کبھی انتیس [۲۹] دن کا ہوتا ہے اور کبھی تیس [۳۰] روز کا۔

اسکے بعد آنحضرت ﷺ [4] نے ایک روز حضرت عائشہ سے فرمایا میں تم سے ایک بات کہتا ہوں اسکے جواب میں جلدی نہ کرنا بلکہ اپنے ماں باپ سے مشورہ کرکے رائے قائم کرنا حضرت عائشہ نے پوچھا کہ وہ کیا آپ نے آیت ذیل پڑھی۔

یا ایھا النبی [5] قل لازواجك ان کنتن تردن — اے نبی تم اپنے ازواج سے کہدو کہ اگر تم دُنیا اور
الحیوۃ الدنیا و زینتھا فتعالین امتعکن — اُسکی زینت چاہتی ہو تو آؤ میں تمکو نفع پہونچا دوں اور
واسرحکن سراحا جمیلا وان کنتن تردن — پھر تم کو خوبصورتی سے رخصت کردوں، اور اگر تم خدا و رسول
اللہ ورسولہ والدار الاخرۃ فان اللہ اعد — اور خانہ آخرت کی طلبگار رہو تو تم میں سے ہر نیک بی بی
للمحسنات منکن اجرا عظیما یا نساء — کے لیے خدا نے بڑا ثواب مہیا کیا ہے اے نبی کی بیویو
النبی من یات منکن بفاحشۃ مبینۃ — تم میں سے جو کھلی ہوئی بدی کرے گی

---

[3] صحیح مسلم و ابوداؤد باب ایلا [4] طبقات ابن سعد ج ۸ صفحہ ۱۴۷ [5] سورۂ احزاب پارہ ۲۱-

یضاعف لہا العذاب ضعفین وکان اس کو دونا عذاب دیا جائے گا اور خدا پر
ذالک علی اللہ یسیرا یہ بالکل آسان ہے۔

حضرت عائشہ نے فرمایا کہ میں آپس ماں باپ سے کیا پوچھوں میں خدا اور رسول کو اختیار کرتی ہوں
اسکے بعد تمام ازواج نے بھی یہی کہا مگر میرے بیان کی روایت کافی یہ کہتی ہے کہ حضرت ام سلمہ
نے سب سے پہلے اس اختیار میں سبقت کی غرض بقول حضرت عائشہ آنحضرت کو اختیار کر لینے
سے تمام ازواج طلاق سے بچ گئے شاید کسی شخص کو اسپر بھی طلاق کا گمان ہوا ہے اسلئے حضرت عائشہ
نے ان لفظوں سے اُسکے خیال کو دفع بھی کیا۔

عن ابن مسروق عن عائشہ قالت خیرنا رسول اللہ فاخترناہ افکان طلاقاً[1] آپ فرماتی ہیں کہ بیشک آنحضرت نے ہمکو رہنے اور طلاق حاصل کر لینے کا اختیار دیا تھا مگر ہم نے جب آنحضرت کو اختیار کرلیا تو پھر کیا یہ طلاق ہو سکتا ہے۔

غور طلب

(۱) کیا آنحضرت ازواج کے وسط میں مجبوراً بٹھائے گئے تھے یا ممنوراً خود سے بیٹھے ہوئے تھے
پہلی صورت میں جبر گیری اور دوسری میں ایذا و رسول کا کون باعث تھا اور کیا یہ سب کچھ
قابل مدح ہے (۲) حضرت عمر کو ایک جھوٹ بات کہنا کیا کسی تاویل سے جائز تھا اور پھر دربار
رسالت میں اور پھر آنحضرت کا اُسپر مسکرانا درست ہو سکتا ہے (۳) حضرت ابوبکر و عمر نکاح
سے قبل اپنی صاحبزادیوں کی زدوکوب کا استحقاق رکھتے تھے مگر بعد نکاح خود آنحضرت کے
سامنے مارنا کیا کوئی خوبصورت بات ہے اور جب ضرب غلام اہانت مالک ہے تو زوجہ کو مارنا کیا
شوہر کے لیے باعث شرف ہے (۴) ازواج سے ناراضی کی وجہ تو ظاہر ہے اصحاب سے ترک
ملاقات کہیں اسی مار پیٹ کے صلہ میں تو نہیں ہے یا آنحضرت فعل عبث بھی کرتے تھے (۵)
حضرت عائشہ کی یاد دہانی کہ ابھی تو ایک دن اور نہ آنا چاہیے تھا کیا ظاہر نہیں کرتی کہ آپ کو
آنحضرت کے آنے نہ آنے کی پرواہ نہ تھی (۶) اگر خدا نہ کردہ یہ طلاق واقع ہوجاتی تو آیہ تطہیر

[1] صحیح ترمذی ص ۲۰۰

ازواج کے ہمراہ کس کس محلہ جاتی۔

حضرت عائشہ اور خلفاء کے عہد کے تعلقات

حضرت عائشہ ۵۸ھ تک عالم حیات میں تھیں اسلیے آپنے خلافت راشدہ کا پورا دور دیکھا حضرت ابوبکر و حضرت عمر و حضرت عثمان حضرت علیؑ و حضرت حسن سب کی زندگی آپ کے سامنے ختم ہوئی۔

حضرت ابوبکر تو آپ کے پدر بزرگوار ہی تھے لیکن حضرت عمر نے عقیدت یا آپ کی زود رنجی سے خائف ہو کر آپ سے خاص رعایت کی آپ کو تمام ازواج سے زیادہ وظیفہ دیا تحفہ جات میں لحاظ رکھا جسکے سبب سے حضرت عائشہ آپ کی دعاگوئی میں مصروف رہیں اور آخر میں تو یہ کثرت احسان ہوئی کہ آپ فرمانے لگیں کہ ابن خطاب نے مجھپر[1] اسقدر احسان کیے ہیں کہ کاش آئندہ احسان لینے کے لیے میں زندہ نہ رہوں البتہ حضرت عثمان و علیؑ نے خودداری برتی اور ان ہی دونوں کی آپ دشمن ہوگئیں حضرت عثمان نے زر نقد کی زیادتی سے صاف انکار کر دیا[2] اور کہہ دیا کہ حضرت ابوبکر و عمر جو دیتے تھے وہ دیا جائے گا علی تحف وہدایا کیوں دینے لگے تھے اگر وہ کھاتے پیتے دیکھ کر چشم پوشی کر سکتے تو حضرت معاویہ ہی سے کیوں جھگڑتے غرض اسی بنا پر ناراض ہو کر اور غالباً اس رقم کے روکے جانے سے قریب آپ حضرت عثمان کے پاس آئیں اور آپ نے فرمایا کہ تم نے[3] بیت المال کو اپنا سمجھ رکھا ہے اور امت رسولؐ کو فقر و فاقہ میں مبتلا کر دیا ہے اپنے سگوں کو ایک طرف بیت المال پر قبضہ اور دوسری طرف ممالک کی گورنریاں دے کر مصرف کر رکھا ہے جسطرح آپنے انکو زمینوں پر مسلط کیا ہے اور انکی حکومت دی ہے اسی طرح خدا آسمان و زمین سے محروم کرے اگر تم میں سیرۂ اہل اسلام نہوتی اور نماز پنجگانہ ادا نہ کرتے ہوتے تو اونٹ کی طرح حلال کر دیا جاتا حضرت عثمان نے اسکے جواب میں آیت ذیل پڑھی۔

ضرب اللہ مثلا للذین کفروا امراۃ نوح وامراۃ لوط کانتا تحت عبدین من عبادنا	خدا کافروں کے لیے مثال قائم کرتا ہے زوجہ نوح و زوجہ لوط کی جو ہمارے بندوں میں سے دو نیک بندوں کے پاس تھیں

---

[1] مستدرک حاکم کتب صحابیات ص ۔ [2] اعثم کوفی مطبوعہ بمبئی ۱۳۰۳ ص ۔ [3] ایضاً

صالحین فخانتھما فلم یغنیا عنھما من اللّٰہ شیئاً و قیل ادخلا النار مع الداخلین

لیکن اُن دونوں نے خیانت کی تو وہ دونوں نبی بھی خدا کے عذاب کو اُن دونوں سے نہ روک سکے اور اُنسے کہدیا گیا کہ آگ (دوزخ) میں جانے والوں کے ساتھ چلی جاؤ۔

گویا حضرت عثمان نے بتایا کہ تم رسولؐ کی بی بی ہونے سے اپنی نجات کا یقین نہ کرلینا دیکھ لو کہ نوحؑ ولوطؑ کی بی بیاں بھی داخل جہنم کردگئیں اسلیے کہ اُن دونوں نے اپنے پیمبر شوہروں سے خیانت کی تھی یعنی اُنکے دین میں رخنہ ڈالے تھے حضرت عثمان کا حضرت عائشہ سے ایسا کچھ فرمادینا خدا جانے گستاخی تھا یا حقیقت۔ چونکہ معاملہ ایک خلیفہ اور ایک زوجۂ نبی کا ہے اسلیے مجھ سی ناچیز کیا فیصلہ کرسکتی ہے کہ حق پہ کون تھا۔

یہ دشمنی کی ابتدا تھی اور جب عالم اسلام کے حالات بھی آپکے موافق ہوگئے یعنے اہل مصر اور بعض صحابی وتابعین مخالفت قرآن کا حکم لگا کر حضرت عثمان کی شہادت کے درپے ہونے لگے تو آپ نے بھی اُنکی کافی مدد کی۔ مدینہ میں ایک یہودی لمبی داڑھی کا آدمی نعثل نام رہتا تھا آپ نے اُسکی پھبتی حضرت عثمان پر کہی اور فرمانا شروع کردیا اقتلوا نعثلا قتل اللّٰہ نعثلا عثمان کو قتل کرڈالو خدا اُسکو مارے آپ برابر مسلمانوں کو حضرت عثمان پر اُبھارنے لگیں فرماتی تھیں کہ ابھی آنحضرتؐ کا پیرہنؐ بھی بوسیدہ نہیں ہوا اور شریعت میں تبدیلی پیدا ہوگئی یہانتک کہ خانہ حضرت عثمان کے محاصرہ کا زمانہ قریب آپہونچا اور لوگ آمادۂ قتل ہوگئے اُسوقت آپنے مکہ معظمہ جانے کی ٹھہرائی حضرت مروان بن الحکم یہ خبر سُنکر دوڑے[1] اور عرض کی کہ اماں جان حج سے زیادہ ثواب تو یہ ہے کہ اس بیچارے عثمان کو قتل سے بچائیے اور یہیں ٹھہر کر اس آتش فتنہ وفساد کو بجھانے کی کوشش فرمائیے مگر آپ نے انکار فرمایا اور کہا میں نے تو حج فرض کرلیا ہے یہ سُنکر حضرت مروان نے یہ شعر پڑھا حرق قیس علی البلاد ۔ حتی اذا اضطرمت اجحما قیس نے دُنیا میں آگ لگائی اور جب خوب بھڑک اُٹھی توخود الگ ہوگیا یہ عرب کی مثل ہے اور

---

[1] روضۃ الصفا ج ۲ ص ۴۷۵ [2] ایضاً ۲، ۴ [3] اعثم کوفی مطبوعہ بمبئی صفحہ ۱۳۳

اسی معنی میں ہمارے یہاں اُردو میں کہا جاتا ہے کھٹس میں جنگی ڈال بی جالوا لگ کھڑیں) پھر حضرت مروان نے کہا تم عثمان کو پھنسا کر خوب چلیں آپ نے فرمایا کہ بیشک کیا تم جانتے ہو کہ میں نے ابتک عثمان کو نہیں پہچانا میری تو آرزو ہے کہ عثمان کو لپیٹ کر میرے گلے میں باندھ دیا جائے اور میں (سات سمندر پار) بحر خضر میں پھینک آؤں حضرت مروان نے کہا آخر تم اپنی دشمنی کو پوشیدہ نہ رکھ سکیں آپ نے فرمایا بیشک ایسا ہی ہے پھر حضرت[1] ابن عباسؓ سے ایک چلتی ہوئی ملاقات ہوئی اور حضرت عائشہ نے اُنکو نصیحت فرمائی کہا کہ اے ابن عباسؓ تم کو خدا نے عقل و دانش وفضائل قوت بیانیہ عطا کی ہے تم اس طاغی (حضرت عثمان) کے قتل کی ممانعت ہرگز نہ کرو یہ اپنی قوم کے لیے ویسا ہی منحوس ہے جیسا ابوسفیان اپنی قوم کیلئے روز بدر منحوس تھا یہ کہکر آپ مکہ تشریف لیگئیں اور اس کوشش وسعی کی سیڑھی پر چڑھکر لوگوں نے حضرت عثمان کو شہید کر ڈالا اور جب مکہ میں[2] آپ کو یہ خبر دیگئی تو آپ بہت مسرور ہوئیں اور فرمایا ابعدہ اللہ بما قدمت یداہ والحمد للہ الذی قتلہ جسکو دُنیا کے ہاتھوں نے پیش پیش کیا تھا خدا نے اُسکو دور کر دیا اُس خدا کا شکر جس نے اُسکو قتل کرادیا شکر کے بعد لعنت ونفرین میں بھی آپ نے کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی۔ یہاں شہادت حضرت عثمان کی صبح کو امیر المومنین علی ابن ابیطالبؓ کے ہاتھ پر بیعت ہوئی اسلیے جب حضرت عائشہ شکر سے فارغ ہوئیں تو آپ نے اس خبر کے لانے والے ابن کلاب سے پوچھا کہ اسکے بعد کیا ہوا اُس نے کہا علیؓ کے ہاتھ پر باجماع بیعت ہوگئی عائشہ[3] گفت کاشکے آسماں برزمین افتادی تا ایں روز را نہ دیدمی وایں نہ شنیدمی بخدا عثمان را بظلم[4] کشتند وخون او بیجرم ریختند واللہ کہ یکروز از عمر عثمان از جملہ عمر علیؓ بہتر بوداز پاے نہ نشینم تا خون عثمان[5] طلب نہ کنم حضرت عائشہ نے فرمایا کاش آسمان زمین پر گر پڑا ہوتا تاکہ یہ بروز بد میں نہ دیکھتی اور یہ خبر نہ سُنتی خدا کی قسم عثمان کو مظلوم قتل کر ڈالا اور بیگناہ اُن کا خون بہایا گیا خدا کی قسم حضرت عثمان کی عمر کا فقط ایک دن علیؓ کی تمام عمر سے بہتر تھا میں اُسوقت تک نچلی نہ بیٹھونگی جب تک کہ خون عثمان کا عوض نہ لے لونگی۔ اسی عرصہ میں

[1] اعثم کوفی مطبوعہ بمبئی ص ۱۳۳ [2] ایضاً صفحہ ۱۳۷ [3] ایضاً ۱۳۸ [4] اعثم کوفی ص ۱۳۳

حضرت طلحہ و زبیر بھی مکہ پہنچ گئے جنکے آنے سے آپ بہت خوش ہوئیں اور بنی اُمیہ نے گرد و پیش کو آپ نے اُنکا طرفدار بنا دیا یہ خیال رکھنا چاہیے کہ اور تاریخیں حضرت طلحہ و زبیر کو بدنام کرتی ہیں کہ اُنھوں نے حضرت عائشہ کو آمادۂ فساد کیا اور اعثم کوفی کا قول بالا بتاتا ہے کہ آپ بے شرکت غیرے یہ نمایاں خدمت اسلام خودپوری کی غرض جو کچھ بھی سہی اسمیں ہماری تاریخ شریک نہیں ہے۔

اسی طرح اسمیں بھی اختلاف ہے کہ یہ خبر آپ نے کہاں سُنی اکثر مورخین کا خیال ہے کہ آپ مدینہ واپس جا رہی تھیں اور نصف راستہ طے کر چکی تھیں کہ یہ خبر سُنی اور آپ نے انا للہ و انا الیہ راجعون فرما کر کہا کہ اگر جاودُنیا میں ہمیشہ رہ سکتے تو حضرت عثمان بھی زندہ رکھے جاتے مگر کیا کیا جائے کہ ہر ذیحیات کو آخر مرنا ہے۔ ناظرین اس دورنگی پالیسی پر حیران ہوں گے کہ خود ہی قتل کا فتویٰ دیا خود ہی انتقام کی طالب ہو بیٹھیں لیکن درحقیقت آپ قتل حضرت عثمان سے متاثر نہ تھیں بلکہ آپ کو سیاسیات میں دخل دینے کا شوق ہو گیا تھا اور آپ ایسی حکومت چاہتی تھیں جو آپ کے ہاتھ میں کٹھ پتلی کے فرائض پورے کر سکے حضرت عثمان نے اچھا یا بُرا جو کچھ کیا اُسکے نقد و تبصرہ کا یہ محل نہیں ہے لیکن اُنکی ایک پالیسی مستقل ضرور رہی اور وہ اپنے آخر دم تک خاندان پروری کرتے رہے اگرچہ اسی خاندان پروری کا سارا فساد تھا لیکن حضرت عثمان نے حکومت اسلامیہ کو ایک عورت کے ہاتھ میں دے کر اپنی ذات کو اُنکے احکام کی تعمیل کے لیے وقف نہیں کیا اور یہ اُن کی خودداری پر دال ہے اسلیے حضرت عائشہ ان سے راضی نہ رہیں اور حکومت علیؓ کی خبر نے تو آپ کے حواس پراگندہ کر دیے اسلیے کہ آپ اور تمام دُنیا شریعت کے معاملہ میں اُنکی حقیقت گیری سے واقف تھی آپ نے فوراً یقین کر لیا کہ حضرت عثمان ایک حد تک چشم پوشی بھی کر سکتے تھے مگر علیؓ حق سے ذرہ بھر ادھر اُدھر نہیں ہو سکتے اور انکی حکومت میں میری گنجایش محال ہے اسلیے آپ کو اپنی پالیسی کی ہوا کا رخ بدلنا پڑا لیکن حضرت عثمان سے

لہ روضۃ الصفاج ۲ ص ۷۲ ۴

آپ کی دشمنی پوشیدہ چیز نہ تھی اسلیے اکثر نے آپ کو سمجھایا چنانچہ آپ مکہ میں ام المومنین حضرت ام سلمہ کے پاس بھی امداد طلبی کے لیے گئیں توام سلمہؓ نے صاف صاف انکار کیا اور کہا کہ کیا وہ دن بھول گئیں جب تم اقتلوا نعثلاً کا نعرہ مارتی پھرتی تھیں دیکھو اے عائشہ تم بصرہ کا ارادہ نہ کرو اور اس روز کو یاد کرو جب آنحضرتؐ نے فرمایا تھا کہ تم میں سے ایک عورت تیز رو اونٹ پر ہوگی اور اسکے گرد بیشمار کشتے ہونگے اور اسپر مقام حوأب کے کتے بھونکیں گے۔ اے عائشہ تم کو یاد ہوگا کہ جب آنحضرتؐ یہ حدیث فرمار ہے تھے میں ایک پیالہ ہاتھ میں لیے ہوے تھی اور اس ڈر سے کہ شاید وہ عورت میں ہی ہوں میں اتنا لرزی کہ میرے ہاتھ سے پیالہ گر کر ٹوٹ گیا تو آنحضرتؐ نے مسکرا کر فرمایا کہ وہ تم نہ ہوگی یہ حمیرا (عائشہ) ہوگی۔[1]

حضرت ام سلمہؓ کے علاوہ بعض آپ کے عزیزوں نے بھی سمجھایا چنانچہ جب آپ نے جنگ جمل کیلیے لوگوں کو آمادہ کرنا شروع کیا تو عبید بن سلمہ[2] جو آپ کے عزیز بھی تھے اس دورنگی پالسی سے سخت رنجیدہ ہوے اور انھوں نے آپ سے کہا کہ سب سے پہلے تم ہی نے قتل عثمان کا فتویٰ دیا اقتلوا نعثلا فانہ قد کفر (عثمان کو قتل کر ڈالو یہ کافر ہو گیا ہے) اور اب انتقام کی فکر کرتی ہو اس معاملہ میں انھوں نے شعر بھی نظم کیے مگر جب حضرت عائشہ نے اپنا طرز نہ بدلا تو انھوں نے قطع آمدورفت کر دی مگر حضرت عائشہ راضی نہ ہوئیں اور وقرن فی بیوتکن کی دیوار پھاند کر مقام حوأب کے کتوں کا نغمہ سنتی ہوئی بصرہ پہونچیں اور حضرت طلحہ و زبیر کے لیے خلافت کی قربانگاہ پر تیرہ ہزار طرفین[3] کے قتیل بھینٹ چڑھا دیے گئے اور بعض مورخین کے نزدیک صرف لشکر حضرت عائشہ کے سترہ[4] ہزار آدمی قتل ہوے۔ یہ لڑائی حق و باطل سے قطع نظر کرکے بھی آپ کے لیے شرمناک تھی اس لیے کہ ساس کو داماد پر چڑھائی کرنا کسی طرح مناسب نہ تھا اور زوجۂ رسول کی حیثیت سے آپ کا نامحرموں کے مجمع میں ایک محمل میں تشریف لانا کسی طرح قابل مدح نہیں کہا جا سکتا اسی پہلو پر نظر کرتے ہوے ایک مسلمان[5] نے آپ سے پکار کر کہا کہ اے ام المومنین خدا کی قسم

[1] روضۃ الصفاج ۲ ص ۷۸۹ [2] ایضاً صفحہ ۷۸۴ [3] تاریخ الخلفا سیوطی [4] روضۃ الصفاج ۲ ص ۷۹۰ [5] ایضاً ص ۷۸۴

آنحضرتؐ کے نزدیک قتل عثمان سے آپ کا یوں تشریف لانا شدید مصیبت ہے آپ نے پردۂ احترام اُٹھا دیا بھلا آپ کو یہ زیبا ہے کہ آپ دو لشکروں کے درمیان ایک اونٹ پہ بیٹھی ہوئی (اپنی آواز سُنا رہی) ہیں اگر آپ اپنی خواہش سے آئی ہیں تو بھی پلٹ جائیے اور اگر آپ کو زبردستی لایا گیا ہے تو ہم سے مدد حاصل کر کے پلٹ جائیے پھر اُسی شخص نے طلحہ و زبیر کو آواز دی کہ تم تو حواری رسولؐ کہلاتے ہو کیا آنحضرتؐ کے حقوق یہی تھے کہ اپنی بیبیوں کو تو پردہ میں بٹھا آئے ہو اور اُنکی زوجہ کو لیے لیے پھرتے ہو تم کو شرم نہیں آتی)

پھر لطف یہ کہ ایام جنگ کے قریب آپ نے اپنی اُس کوشش کا بھی اکثر اقرار کیا[1] جو آپ نے قتل حضرت عثمان پر صرف کی تھی چنانچہ جب کعب[2] بن اسود کو اپنا شریک بنانے اُن کے گھر پر آپ بہ نفس نفیس تشریف لے گئی ہیں تو آپ نے اقرار فرمایا ہے۔

مگر امیرالمومنینؑ نے عداوت و حسد کے اس پھیلے ہوئے دھوئیں میں بھی انصاف کی آنکھیں بند نہیں کیں عین عالم جنگ میں حضرت محمد[3] بن ابی بکر کو حکم دیا تھا کہ دیکھو تم ہی ہودج کے قریب قریب رہو اور کسی نامحرم کو نزدیک نہ آنے دو اور اُن کو بے پردہ اور زخمی ہونے سے بچاؤ چنانچہ محمد ہودج[4] پر ہاتھ رکھے جنگ کر رہے تھے اور جب حضرت عائشہ کا اونٹ پئے ہوا ہے اور آپ کا ہودج گرنے لگا تو محمد نے سنبھال کر اتارا اس ہول جول میں محمد کا ہاتھ حضرت عائشہ کے جسم پر لگ گیا تو حضرت عائشہ نے فرمایا یہ کون ہے جو میرے اس جسم سے ہاتھ مس کرتا ہے جسکو آنحضرت کے سوا کسی نے مس نہیں کیا تھا۔ محمد نے کہا کہ میں ہوں آپکا بھائی اور سب سے زیادہ آپ کا دشمن۔ آخر حضرت عائشہ کو شکست ہوئی امیرالمومنینؑ آپ کے ہودج کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ آنحضرتؐ مجھے یہ سب بتا گئے تھے اور حکم دے گئے تھے کہ فتح کے بعد اُن کو گھر واپس کر دینا لہذا اے عائشہ تم مدینہ جانے کے لیے تیار ہو جاؤ مگر حضرت عائشہ بصرہ سے واپسی پر آمادہ نہ ہوتی تھیں چنانچہ ابن عباس و امیرالمومنین اور دیگر صحابہ نے

[1] روضۃ الصفا جلد ۲ ص ۴۸۰ [2] حبیب السیر ص ۴۳ [3] روضۃ الصفا ج ۲ ص ۴۸۹ [4] ایضاً ص ۴۴۹

بہت کچھ نصیحت کی مگر ان کی کوششیں آپ کی ضد کے سامنے بیسود ثابت ہوئیں۔ آخر میں ایک روز امام حسنؑ پہونچے جس وقت[۱] آپ کنگھی کر رہی تھیں اور نصف بالوں میں کنگھی کر چکی تھیں اور نصف بال کنگھی کے آرزومند تھے کہ امام حسنؑ نے چند جملے فرمائے اور آپ گھبرا کر اٹھ کھڑی ہوئیں اور فرمانے لگیں کہ میری سواری فوراً تیار کرو۔ ایک زن مہالبہ نے قسمیں دے کر اس راز کو دریافت کیا کہ آپ اور لوگوں کے کہنے سے تو آمادہ نہوئیں یہ امام حسنؑ نے کیا کہدیا کہ آپ نے پوری کنگھی بھی نہ فرمائی اور چلنے پر آمادہ ہوگئیں آپ نے فرمایا کہ ایک روز مال غنیمت آیا ہوا تھا اور میں اسمیں سے بعض چیزیں لینے کے لیے آنحضرتؐ سے لڑ رہی تھی اسوقت آنحضرتؐ نے علی ابن ابیطالبؑ کو اپنے بعد تمام ازواج کے طلاق کا اختیار دیدیا تھا اسوقت امام حسنؑ وہی پیغام لائے ہیں کہ اگر اب تم مدینہ نگئیں تو اپنے اُس اختیار (طلاق) سے کام لونگا جو آنحضرتؐ مجھے دیگئے ہیں اے زن مہلبہ اگر اب میں نہ گئی تو علی طلاق دیدینگے اور میں ازواج پیمبر سے خارج ہوجاؤں گی۔ اسکے بعد حضرت عائشہ روانہ ہوگئیں اور امیرالمومنینؑ نے آپ کے پردہ کا خاص اہتمام فرما دیا۔

اس جنگ کی دشمنی حضرت عائشہ کے دل میں جاگزین رہی اور آپ کو علیؑ کا نام لینا بھی گوارا نہ تھا چنانچہ آپ کی خبر شہادت سُن کر حضرت عائشہ[۲] نے اپنی بیحد مسرت کا اظہار فرمایا اور (مبارکباد) میں کچھ اشعار بھی فرمائے آپنے[۳] ابن مسروق[۴] سے اپنے غلام حبشی کو دکھا کر فرمایا کہ تم کو معلوم ہے کہ میں نے عبدالرحمٰن اسکا نام کیوں رکھا ہے انھوں نے کہا نہیں تو آپ نے فرمایا اسلیے کہ قاتل علیؑ (ابن ملجم) کا یہی نام تھا۔

اسباب بغض علیؑ } اسمیں شک نہیں کہ حضرت عائشہ فاطمہ زہرا کی سوتیلی ماں تھیں اور ایسی ماں کہ جو اپنی سوت کو بے دیکھے اور معاملات میں اُنکی شرکت کے بغیر اُن پر طعنہ زن تھیں نیاز فتحپوری کا دعویٰ ہے کہ آپ (حضرت عائشہ) غیبت و بدگوئی سے بری تھیں اور اس کثرت روایات پر

---

[۱] اعثم کوفی ص۱۳۱ [۲] صحیح بخاری کتاب الوضو باب الغسل والوضو فی المخضب و کتاب الاذان باب حد المریض یشہد الجماعہ [۳] حیات الحیوان دمیری [۴] کتاب مغازی رسول محمد بن اسحٰق ۱۲

ایک حدیث بھی ایسی نہیں ملتی جسمیں آپ نے کسی کو بُرا کہا ہو اتفاق سے نہیں بلکہ ہماری کوشش سے اُنھیں کتابوں سے (جو سیرۃ نویسی میں آپ کے زیر مطالعہ تھیں) ہم نے ایسی اکثر حاشیں پیش کر دیں ہیں جن میں آپ نے زندہ لوگوں سے قطع نظر کر کے مُردوں کا خاکہ اُڑایا ہے۔ نیاز صاحب کو حضرت عائشہ کی طرف سے شرمانا چاہیے اور آیندہ اس طرح کے دعووں سے پرہیز کرنا چاہیئے آپ واقعات کو نرم کر کے لکھنے کے مختار ہیں لیکن اُن کا گم کر دینا آپ تو کیا بڑے بڑوں سے ممکن نہ تھا۔ حضرت خدیجہ کو بھی آپ برابر بُرا کہتی تھیں ظاہر ہے کہ کسی کی ماں کو بُرا کہا جائے تو وہ کہاں تک صبر کر سکتا ہے حضرت فاطمہؑ آپ سے برابر ملول رہتی تھیں اور اسی وجہ سے حضرت ابوبکر و عمر کے ہمراہ آپ کو بھی اپنی میت پر آنے سے منع فرما دیا تھا حضرت عائشہ حسنینؑ کا مُنہ دیکھنا بھی گوارا نہ کرتی تھیں اور اسمیں اجتہادی پردہ کا حیلہ تھا علیؑ ابن ابیطالب سے آپ کے پدر بزرگوار کے مفاد لڑتے رہے اسلیے آپ کو جنبہ داری نے ان کا بھی دشمن کر دیا چنانچہ جنگ جمل میں جب امیرالمومنینؑ سے اسباب بغض عائشہ دریافت کیے گئے تو آپ نے ذیل کے واقعات[1] کا ذکر فرمایا:-

(۱) آپ نے فرمایا کہ ایک روز میں آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے مجھے اپنے اور حضرت عائشہ کے درمیان میں جگہ دی اور میری ران پر اپنی کہنی ٹیک کر آہستہ آہستہ باتیں کرنے لگے یہ رازداری حضرت عائشہ کو ناگوار ہوئی اور آپ مجھپر غصہ کرنے لگیں کہ اے پسر ابوطالب تو میرے اور آنحضرتؐ کے درمیان کیوں آ بیٹھا اور اب تو آنحضرتؐ کو دن رات کسی وقت تنہا نہیں چھوڑتا آنحضرتؐ نے فرمایا (اے عائشہ ذرا سنبھل کے) کوئی شخص علیؑ کے برابر نہیں ہو سکتا اسلیے کہ یہ سب سے پہلے ایمان لائے، حوض کوثر پر سب سے پہلے آئیں گے قیامت میں سب سے پہلے مجھ سے مصافحہ کرینگے۔

(۲) آنحضرتؐ نے پہلے سورۂ براۃ دے کر حضرت ابوبکر کو روانہ مکہ کیا پھر بحکم وحی مجھے بھیجا کہ تم ابوبکر سے سورۂ براۃ لے کر اہل مکہ کو پہونچاؤ۔

(۳) روز شک میں نے آنحضرتؐ سے کہا کہ آپ عائشہ کے محتاج نہیں اور عورتیں بھی نکاح کیلئے

---

[1] روضۃ الصفا ج ۲ ص ۷۸۹

موجود ہیں۔

(۴) آنحضرتؐ نے تمام اصحاب کو چھوڑ کر مجھے وصی بنایا۔

امیر المومنین علیؑ ابن ابیطالب کی شہادت کے بعد امام حسنؑ خلیفہ ہوئے اور بہت جلد حضرت معاویہ کی سیاست دانی پر زہر نے آنحضرتؐ کے بڑے نواسے کی قربانی چڑھادی۔ امام حسینؑ حضرت عائشہ کے پاس تشریف لائے اور آپ سے حسب وصیت امام حسنؑ آنحضرت کے قریب دفن کرنے کی اجازت چاہی آپ نے اجازت[1] دیدی لیکن جب قبر کھدنے لگی تو آپ باشارہ سعید بن العاص[1] گورنر مدینہ یا حسب رضاجوئی حضرت مروان ابن الحکم خچر پر سوار ہوکر مانعت کے لیے نکلیں اور بنی اُمیہ و بنی ہاشم میں تیر بازی ہونے لگی یہانتک کہ حسنؑ مظلوم و مسموم کے تابوت پر تیر پیوست ہوگئے اور امام حسینؑ نے بھائی کی وصیت کی بنا پر غصہ کو ضبط کرکے ماں کے پہلو (بقیع) میں دفن فرمایا۔ ظاہر ہے کہ مورخین نے مروان و سعید بن العاص کے اُبھارنے کا ذکر کرکے حضرت عائشہ کی بات بنائی ہے درانحالیکہ وہ حجرہ حضرت عائشہ کا کہلاتا ہے میں نہیں جانتی کہ مالک مکان سے بڑھکر کسی دوسرے کو منع و دخل کا اختیار ہو درحقیقت اجازت دے کر آپ کو اپنی قوت کا مظاہرہ کرنا خود مقصود تھا اس پر ابن عباس کا قول دلیل ہے کہ آپ نے حضرت عائشہ ہی سے فرمایا کہ تم دو روز گھر سے نکلیں ایک روز اونٹ پر (جنگ جمل) اور دوسرے روز خچر پر مگر تمہارا مقصود دونوں دن ایک ہی تھا یعنی حق کو مٹانا اور باطل کو اسکی جگہ نصب کرنا۔

حضرت معاویہ کے عہد میں آپ کی خاطر ویسی ہی ہونے لگی جیسا کہ آپ چاہتی تھیں اور انہوں نے کبھی آپ سے رنج نہ ہوتا لیکن حضرت معاویہ نے جب رستہ صاف دیکھا تو محمد بن ابی بکر کو عالم تشنگی میں قتل[2] کیا اور گدھے کی کھال میں رکھکر جلادیا محمد عائشہ کے بھائی تھے آپ کو سخت ملال ہوا اُس روز سے آپ نے زندگی بھر بھنا ہوا گوشت نہیں کھایا اور ہر نماز کے بعد آپ حضرت معاویہ اور حضرت عمرو عاص کے لیے بددعا کیا کرتی تھیں اسلیے آپ نے ولیعہدی یزید پر

[1] روضۃ المناظر ج ۲ خ ۹۸ سنہ ۴۹ہجری تتمہ کامل فی صفحہ ۲۳۹ [2] نصائح الکافیہ مطبوعہ بمبئی صفحہ ۱۲ منقول از ربیع الابرار زمخشری

مخالفت کی اور اچھی خاصی تکرار ہوئی، پھر ایک خبر یہ بھی ہے کہ حضرت یزید[1] نے آپ سے نکاح کرنا چاہا تھا مگر جب اُسکو بتایا گیا کہ ازواج نبی سے نکاح حرام ہے تو وہ خاموش ہو گیا۔

غنیمت ہے کہ حضرت ام المومنین کا وصال عہد حضرت معاویہ ہی میں ہو گیا ورنہ حضرت یزید اپنے زور سلطنت میں کس سنت کے پابند اور کس حرمت کے قائل تھے جو اُن سے احترام حضرت عائشہ کی اُمید یقینی ہوتی یہ ولیعہدی کی نیت کا ذکر ہے جب آپ باپ کے اختیار میں تھے۔

حضرت عائشہ کی شرمندگی } آپ کی سیرت کو اگر ناظرین نے قصہ کہانی کی طرح پڑھا ہے اور کوئی نتیجہ اخذ کرنے کی کوشش نہیں کی ہے تو وہ اس فصل سے کوئی لطف نہیں اُٹھا سکتے اور اگر نتیجہ اخذ کیا گیا ہے تو بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ شرمندگی کے پردہ سے حضرت عائشہ کی دانش بھی نکلی پڑتی ہے آپ نے اظہار شرمندگی کیا ہے مگر یہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ ایک ہی غلطی آپ سے ہوئی تھی یا متعدد نہایتیں تھیں۔ اگر آپ یہ ظاہر کر دیتیں تو شاید آپ کے بعد کی دُنیا دھوکے کی اندھیری سے روز روشن کے سائے میں آ سکتی لیکن آپ اسکو صاف نہ کر سکتی تھیں اسلیے کہ ان واقعات سے صرف آپ ہی نہیں بلکہ آپ کے بعض مقدس عزیزوں اور دوستوں کی پردہ دری کا بھی اندیشہ تھا۔

(۱) عن عائشہ[2] قالت حین حضرۃ الوفاۃ یا لیتنی لم اخلق یا لیتنی کنت شجرۃ اسبح و اقضی ما علیّ

جب موت آ پہونچی تو حضرت عائشہ فرمانے لگیں کہ کاش میں پیدا ہی نہ ہوتی کاش میں انسان کی جگہ ایک درخت ہوتی اور خدا کی تسبیح کرتی رہتی اور جو چاہے مجھ پر گذر جاتی۔

(۲) عن[3] عائشۃ قالت انی وددت اذا مت کنت نسیاً منسیا۔

حضرت عائشہ نے فرمایا مجھے محبوب تھا کہ مرنے کے بعد نسیاً منسیا ہو جاؤں (ناقابل ذکر ہو جاؤں)

(۳) ان[4] عائشۃ قالت واللہ لوددت انی کنت شجرۃ واللہ لوددت انی کنت مدرۃ واللہ

حضرت عائشہ نے فرمایا کہ مجھے محبوب تھا کہ میں شجر (نبات) ہوتی یا کنکر پتھر (حجر) ہوتی مجھے محبوب تھا کہ خدا کبھی مجھے

لہ منہاج النبوۃ ترجمہ مدارج النبوۃ جلد ۱ باب فضائل ... ؎ طبقات ابن سعد ج ۸ صفحہ ۵۱ ؎ ایضاً صفحہ ... ؎ ایضاً صفحہ ...

لودددت ان اللہ لم یکن خلقنی شیا قط   کچھ بھی پیدا نہ کرتا

ڈبویا مجکو ہونے نے نہوتا میں تو کیا ہوتا

(۴) عین اسی[۱] وقت ابن عباس آئے اور انھوں نے آپ کی اضافی تعریف وتوصیف سے آپ کی ڈھارس باندھنا چاہی تو آپ نے فرمایا کہ اے ابن عباس میری تعریف نہ کرو مجھے تو اسوقت یہ محبوب ہے کہ میں کچھ بھی نہوتی (اس روایت کا ترجمہ نیاز صاحب نے جس قابلیت کے ساتھ فرمایا اسکے الفاظ قیامت تک خود داد دیں گے)۔

(۵) آپ (عائشہ[۲]) جب کلام مجید میں وقرن فی بیوتکن (اے ازواج نبی اپنے گھروں میں بیٹھی رہو) پڑھتی تھیں تو اسقدر روتی تھیں کہ آپ کا آنچل بھیگ جاتا تھا۔

(۶) عن اسمٰعیل[۳] بن قیس قال قالت عائشہ عند وفاتھا انی قد احدثت بعد رسول اللہ فادفنونی مع ازواج النبیؐ

اسمعیل بن قیس ناقل ہیں کہ حضرت عائشہ نے قریب وفات فرمایا کہ میں نے آنحضرتؐ کے بعد دین میں ایک نیا شگوفہ کھلایا (مجھے آنحضرت سے شرم آتی ہے آنحضرت کے ساتھ دفن نہ کرنا) ازواج نبی کے ساتھ دفن کرنا۔

(۷) حضرت عائشہ فرماتی تھیں کہ کاش میں آنحضرتؐ سے فرزند جنتی اور وہ مرجاتے مگر جنگ جمل[۴] نہ لڑتی۔

(۸) آپ[۵] نے وقت وفات فرمایا کہ اسوقت روز جمل میرے گلے میں پھنس رہا ہے۔

(۹) آپ[۶] عبداللہ ابن عمر سے کہتی تھیں کہ تم نے تبھی مجکو نہ روکا اگر تم روکتے تو میں علی سے نہ لڑتی۔

(۱۰) آپ[۷] نے یوم جمل فرمایا کہ کاش میں آج سے بیس برس پہلے مرگئی ہوتی۔

وصیت[۸] آپ نے فرمایا کہ میرے جنازے کے ساتھ آگ نہ لے جانا (مشعل) اور قبر میں قطیفہ سرخ نہ بچھانا افسوس کہ آپ کی وصیتوں کا لحاظ نہ کیا گیا مشعل بھی روغن زیت[۹] سے بنائی گئی اور کپڑا بھی قبر میں بچھایا گیا۔

---

[۱] طبقات ابن سعد ج ۸ صلہ [۲] ایضاً ۱۶ [۳] ایضاً [۴] نصائح الکافیہ مطبوعہ بمبئی ۱۶ منقول از ربیع الابرار زمخشری [۵] ایضاً ۲۵ [۶] ایضاً [۷] طبقات ابن سعد جلد ۸ صلہ [۸] ایضاً صلہ

عمر و وفات } ۱۷ ر رمضان المبارک شب سہ شنبہ ۵۸ھ بعد نماز وتر آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا اسوقت آپ کی عمر ۶۶[1] یا ۶۷ سال کی تھی چھ یا سات برس کی عمر میں نکاح اور نو برس کی عمر میں رخصتی ہوئی اور نو سال آپ آنحضرت کے ہمراہ رہیں حضرت ابو ہریرہ نے نماز جنازہ[2] پڑھائی اور رات ہی رات آپ کو سپرد خاک کیا گیا آپ کے بھائی محمد بن ابی بکر اور اولاد زبیرؓ بن العوام نے[3] قبر میں اتارا (محمد بن ابی بکر کو حضرت معاویہ جلوا چکے تھے آپ کی ہڈیاں بھی ۵۸ھ میں موجود نہ تھیں یہ نام قابل نظر ہے) کہا جاتا ہے کہ مدینہ میں کسی شب اتنا مجمع نہ دیکھا گیا تھا جیسا آپکی[4] مشایعت جنازہ میں تھا حضرت ابن مسروق فرماتے ہیں کہ اگر مصالح مانع نہ ہوتے تو میں حضرت ام المومنین کے لیے مجلس[5] ماتم مقرر کرتا۔

نماز صبح کے وقت[6] حضرت ابن عباس کو خبر دیگئی کہ (راوی نے کسی بی بی کا نام نہیں لیا ہے صرف قرائن شاہد ہیں) کہ فلاں زوجہ نے ازواج نبی میں سے انتقال کیا آپ نے یہ سن کر سجدہ شکر کیا جب اسکی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم نے نہیں سنا کہ آنحضرت[7] نے فرمایا ہے کہ جب آیات الٰہی میں سے کوئی آیت (تیز آندھی یا چاند گہن و سورج گہن و زلزلہ وغیرہ) دیکھو تو سجدہ کرو زوجہ نبی کے انتقال سے بڑی اور کون آیت ہو سکتی ہے

حضرت عائشہ اور آنحضرت کی اطاعت } نیاز صاحب معترف ہیں کہ حضرت عائشہ نے کامل طور سے آنحضرت کی اطاعت فرمائی لیکن اگر اطاعت کا انحصار اسی پر ہے کہ ایک مرتبہ انھوں (حضرت عائشہ) نے آنحضرت کا کمل دھو دیا یا روٹی پکا کر رکھی اور آنحضرت کا انتظار کرتے کرتے سو گئیں تو ہم کو بھی اعتراف ناگزیر ہے لیکن آنحضرت کی ۹ سالہ معیت میں کم از کم حضرت عائشہ کو تین مرتبہ طلاق کی دھمکی دی گئی اگر جائے اطاعت میں طلاق دینے کی دھمکی تو آنحضرت معاذ اللہ جبر گیر اور اگر بہم اطاعت پر ایسا کیا گیا تو کم از کم ہر تین سال کے بعد طلاق کا وقت آتا تھا اور یہ اطاعت گذاری کی مثال نہیں ہو سکتی حضرت خدیجہ پچیس برس ہمراہ رہیں اور ایک مرتبہ بھی طلاق کا نام نہ آیا آپکے نزدیک دونوں میں کس کو اطاعت گزار کہا جا سکتا ہے ذرا غور کرنا چاہیے۔

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۵۰ [2] ایضاً [3] ایضاً [4] استیعاب ص ۷۶۵ [5] ایضاً [6] طبقات ص ۵۶ [7] صحیح ترمذی مطبوعہ دہلی ص ۶۳۸

فصل (۴)

ام المومنین حضرت حفصہ بنت عمر ابن الخطاب

نام ونسب نام حفصہ ہے اور آپ مشہور و معروف حضرت عمر کی بیٹی ہیں آپ کی ماں زینب[1] بنت مظعون خواہر عثمان بن مظعون (صحابی) ہیں آپ کے ہم بطن[2] بھائی حضرت عبداللہ ابن عمرؓ ہیں جن سے تاریخ اسلام اچھی طرح روشناس ہے آپ کے شجرۂ نسب میں اختلاف ہے اور حضرت عمر سے آگے بڑھکر یہ سلسلہ پیچ در پیچ ہو جاتا ہے جس کا ذکر ہماری کتاب کے تحمل سے باہر ہے۔

ولادت آپ ہجرت سے پانچ سال[3] قبل پیدا ہوئیں آپ کے اسلام کا زمانہ معین کرنے میں تاریخی روشنی مدد نہیں کرتی البتہ خیال ہے کہ آپ اپنے پدر بزرگوار کے ہمراہ دولت اسلام سے مستفیض ہوئی ہوں گی۔

نکاح آپ کا پہلا نکاح خنیس[4] بن خدافہ یا حصن[5] بن حذافہ سے ہوا خنیس بدری[6] سپاہی اور مہاجرین[7] حبشہ میں تھے انھیں کے ساتھ حضرت حفصہ نے مدینہ منورہ کی ہجرت فرمائی تھی حضرت خنیس بدر کی لڑائی میں زخمی ہوئے۔ مدینہ پہونچکر یہی زخم جنت اور شہادت کی وستاویز بن گئے حضرت حفصہ نے ایام عدت پورے کیے تو حضرت عمر کو عقد ثانی کی فکر پیدا ہوئی جو منزلت آج ہماری آنکھوں کے سامنے ہے اسکا تقاضا یہ تھا کہ خود پیام پر پیام آنے لگیں مگر سوء اتفاق[8] سے خود حضرت عمر کو پیامبری کا کام انجام دینا پڑا آپ نے سب سے پہلے حضرت ابو بکر کو نکاح[9] پر آمادہ کرنا چاہا مگر انکے سکوت پر غضبناک ہو کر حضرت عثمان کو دعوت[10] دی مگر انھوں نے بھی جب صاف جواب دیدیا تو آپ کا غصہ اور بڑھا اور آپ نے آنحضرتؐ سے حضرت عثمان کی شکایت[11] فرمائی آنحضرتؐ نے اس آپس کی پھوٹ کو (خود نکاح فرماکر) دفع کردیا یہ نکاح ماہ شعبان سنہ[12] یا سنہ[13] میں واقع ہوا۔

---

[1] اصابہ ج ۸ ص ۱۵ [2] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۲۵ [3] اصابہ ج ۸ ص ۱۰ [4] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۲۵ [5] ایضاً ج ۸ ص ۵۱ [6] اخبار الدول [7] سیخ التواریخ جلد رسالت آب ص ۱۲۴ [8] طبقات ابن سعد ج ۸ صفحہ ۵۹ [9] ایضاً [10] ایضاً [11] استیعاب [12] حبیب السیر مطبوعہ بمبئی ج ۱ جزء ۳ ص ۵۰ [13] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۵۸

صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابوبکر نے آنحضرتؐ سے نکاح ہو جانے کے بعد معاملہ کو صاف کرلیا آپ نے فرمایا کہ مجھ سے آنحضرتؐ اس نکاح کے متعلق فرما چکے تھے اسلیے میں نے کوئی جواب نہ دیا اور آنحضرتؐ کے راز کو بھی افشا کرنا پسند نہ کیا - اس واقعہ کا جہانتک سیرۃ سے تعلق ہے اس سے آنحضرت کے اخلاق حضرت ابوبکر سے پست نظر آئیں گے اسلیے کہ آنحضرتؐ نے حضرت ابوبکر کی صاحبزادی (عائشہ) پر سوت لانے کا ذکر کرکے ان کو رنج دیا اور حضرت ابوبکر نے اس رنج کو بھلا کر آپ کے راز کا افشا نہونے دیا - میں نہیں جانتی کہ اس روایت کو علامۂ بخاری نے کس طرح قابل قبول سمجھا

واقعہ تحریم[1] آنحضرت کو حلوا اور شہد مرغوب تھا اور آپ بعد نماز عصر خانۂ ازواج میں تشریف لیجایا کرتے تھے ایک روز آنحضرتؐ زینب بنت جحش کے پاس کسی نے تھوڑا شہد بھیجدیا حضرت زینب نے تنہا خوری پسند نہ فرمائی اور آنحضرتؐ کی آمد کا انتظار کرتی رہیں جب آنحضرت تشریف لائے تو آپ نے ایک بامحبت بی بی کی طرح وہ شہد پیش فرمایا آنحضرتؐ نے اسکو نوش فرمایا اسلیے کہ آپ عموماً انسان کے ہدایا واپس کرکے انکی دلشکنی نہ فرماتے تھے حضرت زینب تو بی بی ہی تھیں (شہد نوش فرمانے کے بعد بھی آپ کچھ دیر تک حضرت زینب ہی کے پاس بیٹھے رہے (اسلیے کہ اخلاق کا جواب اخلاق سے دینا تھا) حضرت عائشہ کو آپ کی دم بھر کی نشست کھل گئی (کیونکہ آپکا مذاق نفسی نفسی کا تھا) اور اتفاق سے آپ کو بیٹھ جانے کا سبب بھی معلوم ہوگیا حضرت عائشہ نے حضرت حفصہ اور حضرت سودہ کو تعلیم دی کہ جب آنحضرتؐ تشریف لائیں تو انسے (معاذ اللہ) گندہ دہنی کی شکایت کرنا اور کہنا کہ آپ کے منھ سے مغافیر کی بو آتی ہے (مغافیر ایک بدبودار پھول ہوتا ہے جس سے شہد کی مکھی رس حاصل کرتی ہے) جب آنحضرت تشریف لائے تو بمصداق

درپس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند   آنچہ استاد ازل گفت ہماں میگویم

حضرت حفصہ و سودہ نے حسب قرارداد بدبو کی شکایت کی چونکہ آنحضرتؐ کی نفاست طبع پر بدبو گراں ہوا کرتی تھی اور آپ اس سے متنفر تھے اسلیے آپ نے شہد کو اپنے اوپر حرام فرمالیا

---

[1] صحیح بخاری شریف کتاب التفسیر ذیل سورۂ تحریم ۱۲

اور دوسرے روز حضرت زینب نے شہد پیش فرمایا تو آپ نے نوش کرنے سے انکار فرمادیا اسپر آیات ذیل نازل ہوئیں:۔

یا ایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک تبتغی مرضات ازواجک واللہ غفور رحیم قد فرض اللہ لکم تحلۃ ایمانکم واللہ مولکم وھو العلیم الحکیم

اے نبی جو خدا نے تم پر حلال کیا ہے اسکو (اپنے اوپر) کیوں حرام کرتے ہو کیا تم اپنی بیبیوں کی خوشنودی چاہتے ہو اور اللہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے خدا نے تمھارے لیے (کفارہ دیکر) قسموں کا توڑ دینا حلال کیا ہے اور اللہ تمھارا مالک اور بڑا جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

اس واقعہ کے علاوہ اور ایک روایت ایک دوسرا قصہ سناتی ہے اور یہ پہلے سے صحیح معلوم ہوتا ہے اسلیے کہ سورۂ تحریم کی دو مذکورہ آیتوں کے بعد تیسری آیت کا تعلق صرف اس آخری واقعہ سے پیدا ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حضرت حفصہ نے اپنی باری کے روز آنحضرت کو حضرت ماریہ قبطیہ سے ہنستے دیکھ لیا تھا فوجدتہا معہ تضاحکہ (حضرت حفصہ نے آپ سے ماریہ قبطیہ کو ہنستے ہوئے دیکھ پایا) اسپر آپ ناراض ہوگئیں اور غل مچانے لگیں آنحضرت نے ماریہ قبطیہ کو اپنے اوپر حرام فرما لیا پھر حضرت حفصہ سے فرمانے لگے

الا ابشرک قالت بلی قال یلی ھذا الامر من بعدی ابوبکر ثم یلیہ بعد ابی بکر ابوک فاکتمی ھذا علی فخرجت حتی دخلت علی عائشۃ فقالت الا ابشرک یا ابنۃ ابی بکر قالت بما ذا فذکرت ذلک لھا قالت قد استکتمنی فاکتمیہ

کہ کیا تجکو خوشخبری دوں حفصہ نے کہا ہاں آپنے فرمایا کہ میرے بعد خلافت کو ابوبکر لینگے اور انکے بعد تمھارے باپ (عمر) حاصل کرینگے اس راز کو ظاہر نہ کرنا پھر حضرت حفصہ حجرہ سے نکلیں اور حضرت عائشہ پاس آکر کہنے لگیں کہ اے ابوبکر کی بیٹی تمکو کوئی خوشخبری دوں حضرت عائشہ نے کہا وہ کیا حفصہ نے تمام کھول دیا اور یہ بھی سمجھا دیا کہ مجھ سے چھپانے کو کہا گیا ہے تم بھی چھپا رکھنا اسپر سورۂ تحریم کی آتیں نازل ہوئیں

---

[۱] سورۂ تحریم پ ۲۸ [۲] اعلام النبوہ ص ۸۱

قال اللہ تعالیٰ یا ایها النبی لم تحرم الخ	اور اس آیت کا لہجہ خود اس واقعہ کی طرف اشارہ کر رہا ہے
واذ اسر النبی الی بعض ازواجه حدیثا[1] فلما نبأت به واظهره الله علیه عرف بعضه واعرض عن بعض فلما نبأها به قالت من انبأك هذا قال نبأنی العلیم الخبیر ان تتوبا الی الله فقد صغت قلوبکما وان تظاهرا علیه فان الله هو مولاه وجبریل وصالح المؤمنین والملائکة بعد ذلک ظهیر عسی ربه ان طلقکن ان یبدله ازواجا خیرا منکن مسلمات مؤمنات قانتات تائبات عابدات سائحات ثیبات وابکارا	اور جس وقت نبی نے اپنی کسی بی بی سے کوئی راز کی بات کہی اور اس (بی بی) نے اس راز سے کسی اور کو آگاہ کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے نبی پر (افشائے راز کا معاملہ) کھول دیا تو نبی نے کچھ حصہ تو اسکا جتلا دیا اور کچھ حصہ سے چشم پوشی کی پھر جس وقت نبی نے (اس عورت کو) اس سے مطلع کیا تو کہنے لگی کہ آپ کو یہ کس نے بتایا آپ نے فرمایا کہ مجھکو بڑے جاننے والے اور بڑے خبر رکھنے والے نے بتایا اگر تم دونوں خدا کی درگاہ میں توبہ کر لو تو اچھا ہے اور یقیناً تم دونوں (بی بیوں) کے دل حق سے منحرف ہو گئے ہیں اور اگر تم دونوں (ہمارے رسولؐ کے خلاف) ایک دوسرے کی پشت پناہ بنو تو (کچھ پروا نہیں) خدا اور جبرئیل اور صالح المومنین اور اسکے بعد کل فرشتے اس کے (آنحضرتؐ) مددگار ہیں اور اگر نبی تم کو طلاق دیدے تو قریب ہے کہ اسکا پروردگار بدلے میں ایسی ازواج دیدے جو تم سب سے بہتر ہوں فرمانبرداری کرنے والیاں ایمان والیاں اطاعت کرنے والیاں توبہ کرنے والیاں عبادت کرنے والیاں روزہ رکھنے والیاں دوہاجو اور کنواریاں (ہوں)

پہلا واقعہ جو میں نے لکھا اسمیں بعض صاحبان دل راویوں نے حضرت حفصہ سے اس الزام کو دور کرنے کی ناکام کوشش کی ہے لیکن جب حضرت عمرؓ سے سوال کیا گیا ہے تو آپ نے خود بھی حضرت حفصہ وعائشہ کا نام بتایا ہے اور علامہ قسطلانی نے بھی اسکی تردید کی ہے اور کہا ہے کہ شہد پلانے والی حضرت زینب تھیں اور حضرت حفصہ وعائشہ اس سازباز کی کارکن (تھیں)۔

علامہ قسطلانی نے ذیل کی عبارت اپنی تائید میں پیش کی ہے۔

عن[2] عائشہ ان نساء النبی کنّ حزبین فحزب فیه عائشہ وحفصہ وسودہ وصفیہ وحزب زینب بنت جحش وام سلمہ والباقیات[3]	حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ ہم ازواج نبی میں دو پارٹیاں تھیں میں اور حفصہ و سودہ و صفیہ ایک پارٹی میں تھیں اور زینب بنت جحش و ام سلمہ اور باقی سب دوسری پارٹی میں۔ علامہ قسطلانی کہتے ہیں کہ

[1] سورۂ تحریم پ ۲۸ [2] ارشاد الساری شرح صحیح بخاری مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ ج ۸ ص ۳۱۴ [3] ایضاً

فی حزب ومن اجل ان زینب هی — یہ دلیل واضح ہے کہ زینب ہی شہد پلانے والی تھیں اور اسی سے
صاحبة العسل ولذا اغارت عائشه — حضرت عائشہ کو رشک پیدا ہوا کہ زینب آپ کی پارٹی کی نہ تھیں
منها لكونها من غير حزبها

علامہ قسطلانی کی تحریر کے موافق یہ راز بھی پردہ سے باہر آ گیا کہ آنحضرتؐ کا گھر جہاں مہبط ملک و منزل جبرئیل تھا وہاں پارٹیشن کے برکات سے بھی خالی نہ تھا (خدا رحم کرے) اس گروہ بندی میں حضرت عائشہ حضرت صفیہ کو اپنی پارٹی کا رکن بتاتی ہیں لیکن واقعات اسکو بھی غلط ثابت کرتے ہیں کیونکہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ دونوں صفیہ کو برا کہا کرتی تھیں۔

دوسرا ناشدنی واقعہ جو حضرت ماریہ قبطیہ سے متعلق ہے اسمیں قرآن نے آکر بتایا کہ آنحضرت قسم کا کفارہ دیں لیکن حضرت ماریہ کو اپنے اوپر حرام نہ کریں اگرچہ ماریہ قبطیہ کنیز ہیں لیکن حضرت ابراہیم انھیں کے بطن سے تھے اور خدیجہؓ کے بعد صرف ماریہؓ ہی کو یہ شرف حاصل ہے کہ آنحضرتؐ کے یہاں اُن سے صاحبزادہ پیدا ہوا اور اس حقیقت کی بنا پر ماریہ کو تمام ازواج نبی پر ناقابل عذر فضیلت حاصل ہے اور شاید اسی بنا پر قرآن نے اُن کی تائید اور بالمقابل حضرت حفصہ و حضرت عائشہ کی خوشنودی کی تردید کی اور نہ صرف تردید بلکہ اُن میں سے بعض کی خیانت (آنحضرتؐ کے راز میں) توبہ کا وجوب حق سے اُنکی بازگشت منافقین سے اُنکے ساز باز کا اعلان کیا اور طلاق کی دھمکی دی۔ اعلام النبوۃ اور اکثر تفاسیر میں یہ واقعہ موجود ہے۔ البتہ نیاز صاحب اس راز کو نامعلوم سمجھ کر تحریر سے گریز کرتے ہیں کیونکہ اسمیں شبہات کی گنجائش ہے جن کو شیعہ طبقہ صاف صاف لکھتا ہے کہ حضرت[1] حفصہ نے حضرت عائشہ سے کہا اور حضرت عائشہ نے اپنے پدر بزرگوار سے اور انھوں نے حضرت عمر سے اور اسکے بعد حصول خلافت کے لیے آنحضرتؐ کو بیچ سے ہٹانے کی ضرورت محسوس ہوئی اور آپ کو زہر دینے کا ارادہ کر لیا گیا جسکی خبر آنحضرتؐ کو خدا نے دی اور یہ منصوبہ خاک میں مل گیا

[1] تفسیر قمی ۱۲

لیکن شیعوں کے یہاں صرف منصوبے کا ذکر ہے مگر صحیح بخاری شریف کی ایک حدیث کچھ اور ہی کہتی ہے[1] یہ روایت حضرت عائشہ سے منقول ہے آپ فرماتی ہیں کہ ہم آنحضرتؐ کو دوا پلایا کرتے تھے آپ نے منع فرمایا کہ اب دوا نہ دی جائے ہم سمجھے کہ دوا سے ویسی ہی کراہت ہے جیسے کہ عام مریضوں کو ہوا کرتی ہے ہم نے دوا پلائی۔ ابوذر کہتے ہیں کہ دوا پلانے والی حضرت عائشہؓ ہی تھیں اور علامہ قسطلانی بتاتے ہیں کہ آپ کو یہ دوا بے اختیاری (بیہوشی) میں[2] پلائی گئی اور آپ کے دہن اقدس کے ایک جانب ڈالدی گئی۔ غرض جب آنحضرتؐ ہوشیار ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ تم نے میری ممانعت پر کیوں دوا پلائی اب اسکی سزا یہ ہے کہ میرے چچا حضرت عباس کے سوا سب گھروالے میرے سامنے یہی دوا پئیں میں دیکھ رہا ہوں۔ علمائے عامہ اس سزا کو ہلکا کرنا چاہتے ہیں وہ اسکا تعلق دوا کی بدمزگی کو قرار دیتے ہیں مگر میں حیران ہوں کہ اسکو کیا کہوں اور کیا سمجھوں۔ اچھا ایسا ہی ہوگا پھر کس کس نے اس دوا کو پی کر اپنا منھ کڑوا کرکے آنحضرتؐ کی خاطر پوری کی درحقیقت اسکا صاف جواب یہ ہے کہ ایک نے بھی دوا کا ایک قطرہ نہیں پیا۔ مجھے کوئی حق نہیں ہے کہ کسی پر کوئی نادیدہ الزام قائم کروں لیکن صحاح ستہ کی شش جہت میں اتنا اندھیرا ضرور ہے کہ راہ چلنے والے ٹھوکریں کھاتے ہیں۔

پھر نیاز صاحب و مولانا سعید انصاری صاحب اپنے اپنے الفاظ میں اس مطلب کو لکھتے ہیں کہ آیت کا اشارہ منافقین سے ہے یعنی اگر حضرت عائشہ و حفصہ مظاہرہ کریں اور منافقین سازش کرکے اس سے فائدہ اٹھانا چاہیں تو بھی خدا و ملائکہ اور خدا کے نیک بندے آنحضرتؐ کی مدد کریں گے غنیمت ہے کہ یہ دونوں بزرگ حنفی المذہب ہیں مگر اسکے قائل ہیں کہ منافقین ان دونوں بی بیوں سے سازش کا فائدہ اٹھا سکتے تھے۔ کیا اچھا ہوتا اگر نیاز صاحب یہ بھی بتا دیتے کہ یہ ازواج منافقین تک جاتی تھیں یا یہ پردہ نشینی کا احترام کرتی تھیں اور منافقین انکے پاس آتے تھے اور وہ کون منافقین تھے جنکی روک ٹوک خانہ رسالت میں نہ تھی

---

[1] صحیح بخاری شریف باب مرض النبیؐ [2] ارشاد الساری شرح صحیح بخاری جلد ۷ ص ۲۸۲

اسلیے کہ سازش کے لیے ملنا جُلنا سُن گُن لینا جسقدر ضروری بات ہے وہ واضح ہے - اور جب منافقین کی نامردگی ہوجائیگی تو صالح المومنین کے تعاون میں زیادہ آسانی ہوگی البتہ صالح المومنین کے معنے "نیک بندے" لینا عجیب دلچسپ منطق ہے -

یارب چہ عذاب ست براین مرغ گرفتار　　بسمل نہ پسندند و بپریدن نہ گزارند

ان ہر دو واقعات کا تعلق حضرت عائشہ و حضرت حفصہ و حضرت سودہ سے ہے اور انھیں تینوں بی بیوں کو طلاق دیدی گئی البتہ حضرت عائشہ کو طلاق لینے کا اختیار دیا گیا تھا میں نہیں جانتی کہ آنحضرتؐ نے قرآن کی دھمکی پوری کی تھی اور یہ سب طلاق ایک ہی زمانہ کے مختلف حصہ ہیں یا یہ جدا جدا واقعات ہیں اسلیے کہ حضرت حفصہ کے طلاق کی وجہ بالکل مخفی رکھی گئی ہے اور حضرت سودہ کا طلاق بڑھاپے کے جرم سے بتایا جاتا ہے جو ایک طرح کی بیجرمی ہے اگر بڑھاپا ہی سبب طلاق ہوتا تو آنحضرتؐ ام سلمۃؓ سے کیوں نکاح کرتے جبکہ اُنھوں نے مطلع بھی کردیا تھا کہ میرا سن زیادہ ہے میں یہ نہیں کہتی کہ آپ میرے ہمخیال ہوجائیے لیکن ضرور ہے کہ جو باتیں میں لکھ رہی ہوں انپر کتابوں سے مدد لے کر غور کرنا آپ کا کام ہے اور تحقیق کے بعد ہر شخص کی سیرۃ سے نتیجہ نکالنا فرض -

حضرت حفصہ کی معاشرت} ایک روز آنحضرتؐ نے فرمایا[1] کہ امید ہے اصحاب بدر و حدیبیہ جہنم میں نہ بھیجے جائیں حضرت حفصہ نے اعتراض فرمایا کہ خدا تو کہتا ہے وان منکم الا واردھا "تم میں سے ہر ایک وارد جہنم ہوگا" آپ نے فرمایا کہ ہاں مگر یہ بھی تو ارشاد ہے ثم ننجی الذین اتقوا و نذر الظالمین فیھا جثیا "پھر ہم پرہیزگاروں کو نجات دینگے اور ظالموں کو گھٹنے کے بھل اُسمیں پڑا رہنے دینگے" اس واقعہ کو آپ کے تفقہ کی دلیل کہا جاتا ہے اور آپکی زبردست تعلیم میں شفا بنت عبد اللہ[2] سے چیونٹی کے کاٹے کا منتر سیکھنا بتایا جاتا ہے مگر جس روز سے آپ نے اسکی تعلیم تمام کی اُس روز سے مدینہ میں کسی کو چیونٹی نے بھی نہیں کاٹا

[1] مسند امام احمد بن حنبل　[2] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۵۹

اسلیے کہ علاج کا کوئی واقعہ پیش نظر نہیں ہے[1] حضرت عبداللہ بن عمر آپ کے بھائی جنگ صفین میں غیر جانب دار تھے اگرچہ حضرت عبید اللہ ابن عمر حضرت معاویہ کی طرف سے لڑکر قتل ہو چکے تھے یہ آپ کی علم دوستی ہے کہ آپ نے حضرت عبداللہ کو بھی جنگ صفین میں شرکت پر ابھارا تاکہ لوگ حضرت عبداللہ کی رائے سے بھی فائدہ اٹھائیں خدا جانے اس میں جذبہ انتقام کسقدر تھا[2] حضرت حفصہ سے ۶۰ حدیثیں کتب احادیث میں نقل کیگئی ہیں۔

آپکی معاشرت آنحضرت سے بقول حضرت عائشہ آپ اپنے باپ کی بیٹی تھیں یعنی تند خو اور جلد باز (مولانا سعید انصاری صرف غصہ ور لکھتے ہیں) اسی بنا پر حضرت حفصہ آنحضرت سے زبان لڑانے میں کبھی وقار رسالت کا خیال نہ فرماتی تھیں چنانچہ حضرت[3] عمر کو صاحبزادی کی اس زبان درازی کی خبر اپنی بیوی سے معلوم ہوئی آپ نے سنا کہ آنحضرتؐ کو دن بھر زخم زبان کا صدمہ ہوتا ہے آپ فوراً حضرت حفصہ کے پاس آئے اور فرمایا کہ کیا تم آنحضرتؐ سے زبان لڑاتی ہو حضرت حفصہ نے کہا بیشک آپ نے فرمایا کہ دیکھ بیٹی میں تجھے عذاب جہنم سے ڈراتا ہوں اور دیکھ تو اس عورت کے گھمنڈ میں نہ آجانا جسکے حسن وجمال نے آنحضرتؐ کو فریفتہ کرلیا ہے (یعنے حضرت عائشہ زبان درازی کریں تو کرنے دو کیونکہ آنحضرتؐ عشق سے مجبور اور بے قابو ہیں (خدا رحم کرے) البتہ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر کے نزدیک آنحضرتؐ سے بد زبانی باعث عذاب وجہنم ہے اور حضرت حفصہ وعائشہ اسکی مرتکب تھیں ایک (حضرت عمر) فاروق اعظم ہیں اور یہ دونوں ازواج نبی اور مجتہدہ اور دونوں کا فیصلہ متضاد ہے ان میں سے کس کی تقلید کیجائے گی اور آنحضرتؐ سے بدزبانی باعث ثواب ہوگی یا باعث عذاب ۔ نیاز صاحب نے اس تمام واقعہ کو لکھا ہے مگر آخری فقرہ جس میں حضرت عائشہ کے جمال اور آنحضرت کی فریفتگی کا ذکر ہے کس مصلحت سے ترک کردیا ہے آپ کو چاہیے کہ آپ علم حدیث کی کتابوں کا مطالعہ کرکے یہ معلوم کریں کہ حدیث کا ایک جز قابل

[1] صحیح بخاری شریف ۔ [2] ناسخ التواریخ جلد ۲ ۔ ت آنحضرت ص ۱۴۲ [3] صحیح بخاری شریف جلد ۲ ص ۷۲۰

قبول اور ایک جز قابل طرح ہو سکتا ہے یا نہیں آپ کو شرم آئی تھی تو کاش اس پوری روایت کو ترک کر دیا ہوتا اسلیے کہ اگر یہ آخری فقرہ آنحضرتؐ کی شان کے قابل نہ تھا تو کیا آپ سے بدزبانی کا ہونا ام المومنین اور آنحضرتؐ دونوں کے لائق تھا،

ایک سفر میں حضرت حفصہ و حضرت عائشہ دونوں آنحضرتؐ کے ہمرکاب تھیں آنحضرتؐ (شاید اسی عشق کی وجہ سے جسکا ذکر اوپر ہو چکا) حضرت عائشہ کے اونٹ کے ساتھ ساتھ باتیں کرتے ہوئے شب روی فرمایا کرتے تھے حضرت حفصہ نے اسکو محسوس کیا اور دوسرے روز حضرت عائشہ کو اونٹ بدل لینے کی صلاح پر راضی کر لیا حضرت عائشہ حضرت حفصہ کے اونٹ پر آبیٹھیں اور حضرت حفصہ حضرت عائشہ پر بیٹھیں (یہ بھی کے معاملہ میں دوسری خطاے اجتہادی تھی) آنحضرتؐ حسب عادت اسی اونٹ کے پاس تشریف لا کر باتیں کرنے لگے جسپر روز حضرت عائشہ سوار ہوتی تھیں اور آج اسپر حضرت حفصہ اُن کی جانشین تھیں رات گذرنے لگی اور آنحضرتؐ تشریف نہ لائے تو حضرت عائشہ کو فریب حضرت حفصہ کی خبر ہوئی آپ صبح کو اونٹ سے اُتریں اور مارے غصہ کے اپنے پاؤں اذخر گھاس میں ڈال کر کوسنے پیٹنے لگیں خداوندا مجھے بچھو کاٹ لے۔ خداوندا مجھے سانپ ڈس لے۔ مگر اب کیا ہوتا ہے سانپ نکل گیا تھا اور لکیر باقی تھی"

طلاق خدا جانے اس بدزبانی پر یا واقعہ تحریم پر یا کسی تیسرے سبب پر مگر آنحضرتؐ نے حضرت حفصہ کو طلاق دیدی[3] یہ سن کر حضرت عمر سر پر خاک اُڑانے لگے کہ ہائے اب میری کیا منزلت باقی رہی[4]، حضرت حفصہ کے دونوں ماموں عثمانؓ و قدامہ بھی اس حادثہ جانکاہ کی خبر سنکر آئے حضرت حفصہ چیخ چیخ کر رونے لگیں آپ فرماتی تھیں کہ خدا کی قسم آنحضرتؐ نے مجھ سے سیر ہو کر طلاق نہیں دی ہے (لیکن کسی خطا کا ذکر بھی نہیں فرمایا) پھر آنحضرتؐ تشریف

---

[1] صحیح بخاری شریف ج ۲ ص ۷۶۰ [2] اسد الغابہ وغیرہ ج ۵ [3] تاسخ التواریخ حالات حضرت آنحضرت سنہ ۱۲ھ [4] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۵۸۔

تشریف لائے اور کہا جاتا ہے کہ آپ پر وحی نازل ہوئی اور حکم دیا گیا کہ رجوع کر لو کہ حفصہ صائم النہار و قائم اللیل ہیں اور یہ جنتی بی بی ہیں۔ ایک روایت یہ ہے کہ حضرت عمرؓ[1] پر رحم کیا گیا اور رجوع کا حکم دیا گیا۔ ایک روایت کہتی ہے کہ وحی وغیرہ کا خیال (اہل اعتقاد کی خوش عقیدتی ہے) بلکہ حضرت عمرؓ کے گڑگڑانے پر آنحضرتؐ کو رحم آگیا (وچنداں الحاح[2] نمود کہ پیغمبر رجوع فرمود) الحاح حضرت عمر پر یہ واقعہ دلیل ہے کہ رجوع کے بعد بمقتضائے طبیعت جب حضرت حفصہ نے پھر پہلا ڈھنگ اختیار کر لیا اور پھر ایک روز جنگ کی نوبت آئی تو حضرت[3] عمر تشریف لائے اور حضرت حفصہ کو روتے دیکھ کر فرمانے لگے کہ حفصہ یاد رکھو ایک مرتبہ تو میں نے منت سماجت کر کے آنحضرتؐ کو رجوع پر راضی کر لیا لیکن اگر اب کی آنحضرتؐ نے طلاق دیدی تو اب ایک حرف نہ کہوں گا۔

وفات آپ صائم[4] النہار تھیں اور وقت انتقال بھی روزے سے تھیں سال وفات میں اختلاف ہے عہد حضرت عثمان میں انتقال کی روایت[5] غلط ہے صاحب استیعاب نے اس کی قدح کی ہے اسکے بعد سنہ ۴۱ھ اور سنہ ۴۵ھ دونوں بتائے جاتے ہیں ماہ وفات جمادی الاول یا شعبان ہے آپ کی عمر ساٹھ[6] سال کی تھی حضرت مروان نے نماز جنازہ پڑھائی[7] اور حضرت ابوہریرہ وغیرہ اپنے کاندھے پر لیگئے اور بقیع میں دفن ہوئیں آپ کو آپ کے بھائی عبداللہ و عاصم اور آپ کے بھتیجوں حمزہ و سالم وغیرہ نے قبر میں اتارا۔
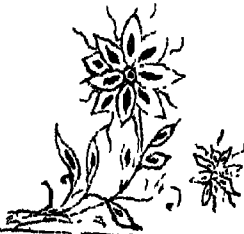
[1] انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب للسیوطی [2] ناسخ التواریخ حالات آنحضرت ص ۲۱۴ [3] اصابہ ج ۸ ص ۵۲
[4] ایضاً [5] استیعاب کتاب النساء [6] ایضاً [7] اصابہ ج ۸ ص ۵۲۔

فصل

(۵)

ام المومنین ام المساکین حضرت زینبؓ بنت خزیمہ

نام ونسب) زینب نام ہے آپ کے پدر بزرگوار خزیمہ بن حارث بن عبداللہ بن عمر بن عبد مناف ہیں آپ صاحب خیرات عظیمہ تھیں غربا ومساکین کو بکثرت صدقات دیا کرتی تھیں اسلیے آپ کی کنیت[۵۱] ام المساکین مشہور ہو گئی۔

نکاح) آپ کا پہلا نکاح طفیل[۵۲] بن الحارث بن عبدالمطلب سے ہوا پھر طلاق ہو گئی اور طفیل کے بھائی حضرت ابو عبیدہ بن الحارث نے عقد کیا حضرت ابو عبیدہ نے جنگ بدر میں شہادت پائی تو حضرت عبداللہ[۵۳] حجش نے نکاح کیا لیکن آپ نے بھی جنگ احد میں جام شہادت نوش فرمایا عبداللہ کے بعد رمضان سنہ ۳ھ[۵۴] میں آنحضرتؐ نے عقد فرمایا چارسو درہم مہر مقرر ہوا۔ لیکن آپ کی عمر بھی کم باقی رہ گئی تھی چنانچہ ربیع الثانی سنہ ۴ھ[۵۵] میں وفات پائی اس حساب سے کل آٹھ ماہ[۵۶] خانۂ رسالت میں رونق افروز رہیں آنحضرتؐ خود دفن وکفن کے متکفل ہوئے اور آپ ہی نے نماز جنازہ[۵۷] پڑھائی اور بقیع میں دفن کیا اُن کے فضائل کے لیے اُن کی غریب نوازی کا تذکرہ خیر کافی ہے حضرت خدیجہؓ کے بعد صرف یہی خوش نصیب بی بی تھیں جنہوں نے آنحضرتؐ سے شوہر کے سامنے انتقال فرمایا اور آنحضرتؐ بنفس نفیس تجہیز وتکفین میں منہمک رہے۔ سچ کہا ہے۔

عورت کی موت خوب ہے شوہر کے سامنے

[۵۱] اصابہ ج ۸ ص ۹۳ [۵۲] تہذیب الاسماء جز ۲ ص ۵۸ [۵۳] ناسخ التواریخ جلد ۱ ص ۱۱۶ [۵۴] تحفۃ حنفیہ ص ۱۶۸
[۵۵] تہذیب الاسماء ص ۵۸ [۵۶] ایضاً [۵۷] ناسخ التواریخ ص ۱۴۸ [۵۸] تہذیب الاسماء ص ۱۵

فصل

(۶)

ام المومنین ام سلمہ حضرت ہند بنت ابی امیہ سہیل

نام ونسب نام ہند یا رملہ[1] اور کنیت ام سلمہ ہے لیکن نام پر کنیت کی شہرت بازی لے گئی آپ اسی کنیت سے مشہور ہیں آپ کے پدر بزرگوار ابو امیہ سہیل (زاد الراکب) بن المغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ہیں۔ ابو امیہ عرب کے صاحبان جود وکرم میں ایک مشہور ومعروف صاحب دل ہیں آپ کے ہمراہی مسافر آپ کے ساتھ سفر کا ارادہ کرتے تھے تو اپنی سواریوں کی زاد ساتھ نہ لیتے تھے اسلیے کہ ابو امیہ انکے کفیل ہوا کرتے تھے اسی سبب[2] آپ کو زاد الراکب[3] کا لقب دیا گیا تھا آپ کی والدہ محترمہ کا نام عاتکہ ہے مورخین عامہ ان کو کنانیہ بتاتے ہیں اور علماء شیعہ[4] دختر عبدالمطلب جانتے ہیں اس اعتبار سے حضرت ام سلمہ آنحضرت کی پھوپھیری بہن تھیں چونکہ چچا اور پھوپھی کی بیٹیاں مذاق عرب میں اپنے ابن عم کا حق سمجھی جاتی تھیں ممکن ہے کہ آنحضرت نے اس نکاح میں یہ خصوصیت بھی مدنظر رکھی ہو۔

شوہر اول آنحضرت سے پہلے آپ ابو سلمہ عبداللہ بن عبدالاسد کے نکاح میں تھیں اور یہ بھی کوئی غیر نہ تھے بلکہ حضرت عبدالمطلب کی دوسری صاحبزادی برّہ[5] کے صاحبزادے تھے۔ دونوں میں محبت مشترک تھی اور زندگی مسرت سے گذاری جاتی تھی ایک روز دونوں میاں بی بی آپس[6] میں عہد کرنے بیٹھے اسکی ابتدا حضرت ام سلمہ نے ہی نے کی آپ نے فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ اگر مومن شوہر مر جائے (اور عورت نکاح ثانی نہ کرے یا جنتی بی بی داغ مفارقت دے جائے اور شوہر نکاح ثانی نہ کرے تو جنت کا (مجسمہ) آباد کرنے والا دونوں کو

[1] منہاج الصحابہ واصابہ ج ۸ ص ۲۰۲ [2] ایضاً ص ۲۰۳ [3] ناسخ التواریخ مطابہ حالات آنحضرت ص ۲۱۵ [4] ناسخ ملابہ حالات آنحضرت ص ۲۱۵ [5] طبقات ابن سعد ج ۸ ص

اُس دُنیا میں بھی ساتھ کر دیتا ہے آؤ ہم تم عہد کریں کہ جو باقی رہ جائے وہ عقد نہ کرے ابوسلمہ نے محبت سے یہ گفتگو سُنی اور ام سلمہؓ کے قعر دل میں جو پاک خیال جاگزین تھا اُسکا اندازہ کرکے کہنے لگے کہ تم میرے بعد اپنی زندگی کو بیوہ گی میں بسر نہ کرنا اور اپنے آپ کو مصیبت میں نہ ڈالنا۔ کیا میں جو کچھ کہوں اُسکو مانوگی ام سلمہ نے کہا بیشک تمھاری اطاعت فرض ہے ابوسلمہ نے کہا میں حکم دیتا ہوں کہ تم میرے بعد نکاح ثانی ضرور کر لینا یہ کہکر ابوسلمہ نے دعا کی کہ خداوندا میرے بعد ام سلمہؓ کو مجھ سے بہتر شوہر عطا فرما نا یہ واقعہ زن و شوہر کی اُس گہری محبت کا اظہار کر رہا ہے جسکے آگے خدا کا نام ہے۔ زوجہ اپنی راحت کو شوہر کے نام پر نثار کرنا چاہتی ہے اور شوہر اپنے جذبات کو زوجہ کے آرام پر قربان کر رہا ہے۔ مجھے مسرت ہے کہ ام سلمہ کی محبت کے افسانے شوہر اولی ہی کے گھر سے شروع ہو جاتے ہیں اسلیے کہ محبت بالغرض آسان ہے اور خالص محبت صرف اصیل خون رکھنے والی شریف لڑکیوں ہی کا شعار ہے۔ مجھے معاف فرمائیے اگر میں اپنی بہنوں کو اپنے بھائیوں (مردوں) سے اچھا کہوں مردوں کی محبت بس اتنی ہے کہ وہ اچھی صورت دیکھ کر محبت کر سکتے ہیں اور ہماری ہندوستانی بچیاں جو عقد کے کئی دن بعد شوہر کو آنکھ کھول کر دیکھتی ہیں محبت کی آگ میں جل کر جان دیتی ہیں۔

دل بپیروں تبو بالنیب ہمہ ایماں است
دیدہ بازی ہنرے نیست پئے طفلاں است　　شاعر لکھنوی

ام سلمہ شریف ابوامیہ کی بیٹی تھیں غریب کے گھر میں محبت کے خزانے لٹا رہی تھیں انکو حق تھا کہ وہ بادشاہ سے بھی خالص محبت کا دعوی کریں اسپر اُنکی پہلی محبت خنا بد عادل کا کام دیتی۔ اچھا ہر جگہ اچھا ہے اور بُرا ہر جگہ بُرا ہے۔ جبرئیل ہزاروں مرتبہ سدرۃ المنتہیٰ سے زمین پر آئے مگر خاک کی نجاست کبھی دامنگیر نہوئی اور ابلیس شعلۂ آتش کی طرح بھڑک کر بزم ملکوت میں پہونچا مگر بر و دت رحمت بھی اُسکی شعلہ خوئی کو نہ بدل سکی اسمیں نہ تعلیم الٰہی پہ حیثیت زنی ہے نہ قدرو اختیار خدا پر طعن بلکہ تفارق اپنے ظرف کی وسعت و تنگی کی بنا پر نفوعنات

الٰہی سے سیراب ہوتی ہے اس جانب آنحضرتؐ نے بھی اشارہ فرمایا ہے خیارکم فی الجاھلیۃ خیارکم فی الاسلام الا ان تفقھوا۔ جو تمہارے لوگ جاہلیت میں اچھے تھے وہ اسلام میں بھی اچھے ہیں مگر یہ کہ تم دین میں سمجھ حاصل کرو۔

ایمان و ہجرت ام سلمہ کا دل جس طرح شوہر کے ساتھ ساتھ ایمان بھی شوہر کے ہمراہ رہا یہ زن و شوہر عہد اولیٰ میں ایمان لائے اور کفار کے غلبہ کی تاب نہ لا کر پہلی ہجرت حبشہ کی طرف کی اور دوسری ہجرت حبشہ سے واپسی کے بعد مدینہ منورہ کی ہوئی حبشہ کی مصیبت خیز ہجرت اور افریقہ کے کرّوں کوس اور اسکے منازل کا تذکرہ" خصوصاً دربار نجاشی کی تصویر" اور اسکے درباری پادریوں سے جعفرؓ ابن ابیطالبؓ کا مناظرہ حقیقت، اور حضرت عمرو بن العاص و حضرت ابوسفیان کے حیا سوز واقعات کا نقشہ زیادہ تر ام سلمہ ہی کی حلّی دست و بازو کا سنوارا ہوا ہے آپ نے ان حالات کو اس لطف سے بیان فرمایا ہے کہ ہر ہر لفظ پکار رہا ہے۔ اللہ کرے زور بیاں اور زیادہ۔

دوسری ہجرت میں بھی آپ شوہر کے ساتھ تھیں یہ سفر ویسا طولانی نہ تھا کیونکہ مدینہ منورہ تک جانا تھا مگر اس سفر میں اللہ کا دیا ہوا ایک ساتھی (سلمہ) اور تھا جو حبش میں پیدا ہوا تھا اور ماں باپ کی گود میں مکہ معظمہ پہونچا تھا یہی چھوٹا سا بچہ تھا جسکے نام نے دنیا میں آکر باپ کو ابوسلمہ اور ماں کو ام سلمہ کی کنیت دیدی تھی۔ ابوسلمہؓ نے کجاوہ باندھ کر عرب کا سفری رفیق (اونٹ) سج سجا کر تیار ہوا اور ام سلمہ ننھے سے سلمہ کو گود میں لیکر اسکی پیٹھ پر جا بیٹھیں ابوسلمہ نے مہار تھامی اور مومن مسافر کے پاؤں راہ خدا کی کڑیاں جھیلنے لگے مگر مکہ معظمہ سے اب ہجرت اور بھی دشوار ہو گئی تھی کیونکہ ہر قافلے کو روکنا ٹوکنا کفار مکہ کی سنت بن پڑی تھی ابوسلمہ کو بھی یوں ہی روکا گیا سہ حیلہ جو را بہانہ بسیار کے اعتبار سے ایک حیلہ بھی پیدا کر لیا گیا غرض بنی المغیرہ نے ام سلمہ کو اپنا پابند کیا اور بنی عبدالاسد سلمہ کو انکی گود سے لینے بڑھے تو بچہ ماں سے لپٹ کر اپنی ننھی ننھی انگلیوں کا زور آزمانے لگا لیکن کہاں بیت ستم

سلہ انوار الغبش فی فضائل الحبش ابن جوزی سلہ حاصل کلام صاحب اسد الغابہ ۵۸۸۔

اور یہ کہاں معصومیت ننھی ننھی مٹھیاں بجبر کھول لی گئیں اور بچہ ماں کی گود سے جدا کر لیا گیا، چونکہ ہجرت کا حکم آستانۂ نبوت سے نکل چکا تھا، اسلیے ابو سلمہ نے راہ خدا سے منہ نہ پھیرا بچہ کی محبت بی بی کی الفت قسمیں دیتی رہی مگر یہ سب کو خدا پر چھوڑ کر چل نکلے اور مدینہ پہونچ گئے۔

حضرت اُم سلمہ اپنی یہ دردناک کہانی خود بیان کرتی ہیں کہ میں عجب مصیبت میں تھی تین ساتھی تھے اور تینوں تتر بتر میں کہیں "شوہر کہیں"، بچہ کہیں۔

جبتک قفس نہ دیکھا تھا وہ دن بھی یاد ہیں
اب ہم کہیں ہیں" پھول کہیں" آشیاں کہیں　　شاعر لکھنوی

ام سلمہ سپیدہ سحری کا منہ دیکھ کر اُٹھتی تھیں اور مقام ابطح پر بیٹھکر رونا شروع کرتی تھیں جب آفتاب کی طرح درد و غم سے دل ڈوب جاتا تھا تو نالے ختم ہوتے تھے گویا ام سلمہ کی چشم گریاں چشمۂ مشرق و مغرب کو ملادینے والی نہر تھی جو صبح سے شام تک جاری رہتی تھی ؎

کاوے کاوے سخت جانیہا تنہائی نہ پوچھ
صبح کرنا شام کالانا ہے جوے شیر کا

ام سلمہ کہتی ہیں کہ پانچ چھ دن اسی طرح رو دھو کر گذارے تو ایک مرد خدا ادھر آنکلا وہ اسکا جتیاب دل سفارشی بن کر بنی المغیرہ میں گیا اُس نے کہا کہ اب اس غریب کو (ام سلمہ) آزادی کا پروانہ دیجیے بنی المغیرہ کچھ اسوقت نیکی کے دم میں تھے اجازت دینے پر راضی ہوگئے بنی عبدالاسد بھی سلمہ کو واپس کر گئے۔ اُم سلمہ نے ہمت نہ ہاری اگرچہ کوئی ساتھی تھا نہ کوئی قافلہ مگر خدا کی آس پر اپنے اونٹ کو چھوڑ دیا جو مکہ سے مدینہ کی طرف چل نکلا عرب کی پرخار وادیاں تھیں اور تنہائی" دور دراز کا سفر تھا" اور راستے سے لاعلمی" آپ ہی مسافر تھیں" آپ ہی راہبر۔

مقام تنعیم پر عثمان بن طلحہ کلید دار خانہ کعبہ سے ملاقات ہوئی عثمان نے تنہا دیکھ کر استفسار حال کیا، پوچھا کہ کیا بالکل تنہا ہو اُم سلمہ نے کہا ہاں بس (آسمان پر خدا ہے اور زمین پر)

یہ بیچ (سلمہ) عثمان کو رحم آ گیا اور ناقے کی مہار تھام کر سفر کا ساتھی بن گیا۔ سچ کہا ہے

سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے
ہزارہا شجر سایہ دار راہ میں ہے
آتش لکھنوی

حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے عثمان سا شریف آدمی نہیں دیکھا منزل پر ناقے کی مہار چھوڑ کر خود دور کھڑے ہو جاتے تھے میں جب اتر پڑتی تھی تو خود دور کسی درخت کے نیچے سو رہتے تھے صبح کو ناقہ پر کجاوہ باندھ کر ہٹ جاتے تھے جب میں سوار ہو لیتی تھی تو مہار پکڑ کر چلنے لگتے تھے خدا خدا کر کے راہ مصیبت کوتاہ ہوئی اور منزل نبوت (مدینہ) کا سواد سرمۂ چشم مسرت بنا قریہ بنی عمر بن عوف (قبا) نظر آیا اور عثمان نے کہا کہ تمہارا شوہر اسی قریہ میں ہے ڈھونڈھ لو یہ کہکر عثمان مکہ کی طرف واپس ہو گئے یہ مصیبت تو گزر گئی مگر اس مختصر قافلہ کی گرد پا کتب تاریخ و سیر کی زریں تحریر ہے کہ سب سے پہلی پردہ نشین ہجرت کرنے والی عورت یہی ام سلمہ ہیں۔ ذلك فضل الله يؤتيه من يشاء

ابو سلمہ کا خاتمہ بخیر (مدینہ آئے ہوئے اور شوہر کی خدمت میں ٹھہرے ہوئے چند ہی روز گذرے تھے کہ ابو سلمہ کا جذبۂ ایمان میدان احد کی گھاٹیوں سے گذرا جہاد میں شرکت کی اور بہتر کا ایک گہرا زخم کھایا گھر واپس آئے علاج شروع کیا زخم روبہ صحت نظر آیا تو آنحضرتؐ نے ایک سریہ میں روانہ فرمادیا ابو سلمہ وہاں سے انتیس ۲۹ روز کے بعد واپس ہوئے مگر زخم کا انگور پھٹ چکا تھا محبت والی بی بی نے فرش بیماری پر خدمت شروع کی آنحضرت بنفس نفیس عیادت کو تشریف لائے مگر دوا نے کچھ فائدہ نہ کیا اور ۸ جمادی الاول ۴ھ کو وفات پائی۔ ابو سلمہ کی آنکھیں کھلی رہ گئی تھیں آنحضرتؐ نے خود بند کیں اور دعا فرمائی اللهم اغفر لابي سلمة وارفع درجته في المهديين واخلفه في الغابرين واغفر لنا وله يا رب العالمين اللهم افسح في قبره ونور له فيه خداوندا ابو سلمہ کو بخش دے اور انکے

ط۱ طبقات ج ۸ ص۶۱ ۔ ط۲ مسند امام حنبل ج ۶ ص ۲۹ مطبوعہ مصر ۱۲

مرتبہ کو ہدایت یافتہ اصحاب میں ملبند فرما اور اُسکے لیسماندگان کی اُسکے بجاے نگرانی وحفاظت کر اور ہماری اور اُسکی بخشش فرما اے دونوں عالموں کے خدا خداوندا ابوسلمہ کی قبر کو کشادہ کر اور اُن کے لیے اُن کی قبر کو روشن فرما۔

ابوسلمہ نے دو ہجرتیں کیں خدا نے دو جہادوں کا ثواب بھی عطا فرمایا آنحضرتؐ نے نماز جنازہ میں نو تکبیریں فرمائیں خوش عقیدہ گروہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ کیا آپ بھول گئے فرمایا کہ نہیں بلکہ یہ ہزار تکبیروں کے قابل تھے دفن کے بعد آنحضرتؐ تعزیت کیلئے تشریف لائے تو گھر کا وہ عالم دیکھا جو ایک چاہنے والی بی بی کی موجودگی میں شوہر کی وفات کے بعد ہو سکتا ہے ام سلمہؓ بین کر رہی تھیں ہائے غربت' اور ہائے غربت کی موت آنحضرتؐ ایک چٹائی پہ ہاتھ ٹیک کر بیٹھ گئے امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ آپ اتنی دیر تک ابوسلمہ کے مراتب جنت اور جو کچھ اُنکو اُس دنیا میں عطا کیا گیا ہے۔ اُس سب کا ذکر فرماتے رہے کہ دست مبارک میں چٹائی کے نشان پڑ گئے۔ ام سلمہؓ اسوقت وہ دعا پڑھ رہی تھیں جس کو ابوسلمہ نے خود آنحضرت سے سُن کر نقل کیا تھا آپ نے فرمایا تھا کہ مصیبت زدہ کو انا للہ وانا الیہ راجعون کے کہنا چاہیے اللھم عندک احتسب مصیبتی ھذا اللھم اخلفنی فیھا خیرا پروردگارا میری اس مصیبت کا اجر خزانۂ قدرت میں جمع رکھ اور اس مصیبت کے بعد نیکی دے۔ کیونکہ خود ام سلمہ سُن چکی تھیں کہ مریض و میت کے قریب کلام خیر کرو اسلیے کہ اسوقت ملائکہ آمین کہتے ہیں آنحضرتؐ نے پھر ام سلمہ سے ان الفاظ کے ساتھ تعزیت کا رسم پورا فرمایا اللھم عز حزنھا واجر مصیبتھا وابدلھا بھا خیرا منھا خداوندا اس مصیبت میں ان کو صبر عطا فرما اور انکی مصیبت کا عوض دے اور اسکو نیکی سے بدل دے جو اُس سے اچھی ہو ام سلمہ نے آنحضرتؐ سے پوچھا کہ یا رسول اللہؐ فراق شوہر میں

لہ سند امام احمد بن حنبل ج ۶ صفحہ ۲۹۱ لہ طبقات ابن سعد ج ۸ صفحہ ۶۳ لہ ناسخ التواریخ مجلد حالات آنحضرتؐ صفحہ ۲۱۵ لہ طبقات جلد ۸ صفحہ ۶۳ لہ ناسخ مجلد حالات آنحضرتؐ صفحہ ۲۱۵ ۱۲

کیا کہا کروں آپ نے فرمایا کہ کہو اللّٰھم اغفر لی ولہ واعقبنی منہ عقبیٰ حسنا خداوندا میری اور ابوسلمہ کی بخشش فرما اور اُنکے بعد (ام سلمہ کو) اُن سے بہتر (وارث) عطا فرما۔

اولاد ام سلمہ } اُم سلمہ کی چار اولادیں تھیں (۱) سلمہ (۲) عمر (۳) درّہ (۴) زینب۔ سلمہ کی ولادت[۱] حبش میں ہوئی آنحضرتؐ نے ان کا نکاح اپنی چچازاد بہن امامہ بنت سید الشہدا حضرت حمزہؓ سے فرمایا عمر جنگ جمل میں امیر المومنین علیؑ ابن ابیطالبؑ کے ہمراہ تھے اور آپ نے بحرین وفارس کا ان کو گورنر مقرر فرمایا تھا ان کی اولاد مدینۂ منورہ میں اب بھی پائی جاتی ہے درّہ کے متعلق بعض[۲] ازواج النبی (ام حبیبہؓ) کو شک ہوا تھا کہ آنحضرتؐ ان سے عقد فرمانے والے ہیں لیکن جب آنحضرتؐ سے اسکا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ میرے اوپر حرام ہیں۔ زینب[۳] کا نام پہلے برّہ تھا مگر آنحضرتؐ نے اس نام کو ناپسند فرما کر بدل دیا۔

نکاح ثانی } حضرت ام سلمہ کا زمانۂ عدت[۴] ۲۰ شوال ۴ھ کو تمام ہوا اور پیام سلام ہونے لگے حضرت ابوبکر[۵] وعمر نے بھی پیام دیے مگر ام سلمہؓ نے صاف انکار کردیا۔ آنحضرتؐ نے بھی تین[۶] مرتبہ پیام دیا مگر آپ نے عذر فرمائے چونکہ عذر بھی تین ہی ہیں اسلیے معلوم ہوتا ہے کہ ہر دفعہ ایک نیا عذر پیش کیا جاتا تھا جس کا جواب آنحضرتؐ کسی سے کہلوا دیتے تھے (نیاز صاحب نے لکھا ہے کہ حضرت عمر پیام بر تھے مگر یہ روایت صرف اصابہ کی ہے اور کسی نے اسکا ذکر نہیں کیا ہے) پہلا عذر[۷] یہ تھا کہ میرا سن زیادہ ہو چکا ہے۔ آنحضرتؐ نے جواب دیا کہ میری عمر تم سے بھی زیادہ ہے۔ دوسرا عذر یہ تھا کہ میں سخت غیور عورت ہوں آپ نے فرمایا (غیر ضروری) غیرت بھی باقی نہ رہے گی۔ تیسرا عذر یہ تھا کہ میری اولاد ہے اور کمسن ہے آنحضرتؐ نے فرمایا انکی پرورش خدا اور رسول کریں گے ابن سعد نے لکھا ہے کہ پھر انھوں نے ولی کے نہونے کا عذر فرمایا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ حاضر وغیر حاضر کوئی شخص میرے ساتھ نکاح سے عذر نہ کرے گا اور سب راضی ہو جائینگے

۱؎ حبیب السیر ج ۱ جزء ۳ ص ۲۲ ۲؎ بحار الانوار جلد ششم باب تفصیل احوال ازواج ۳؎ مسند امام احمد بن حنبل ج ۶ ص ۲۹۱
۴؎ طبقات ج ۸ ص ۶۱ ۵؎ ایضاً ۶؎ اسد الغابہ ج ۵ ص ۵۸۹ ۷؎ طبقات ج ۸ ص ۶۱ ۸؎ ایضاً ۱۲

اس نکاح کی یہ خصوصیت ہے کہ ام سلمہ کی طرف سے نہ پیام دیا جاتا ہے نہ رخصتی پہ اصرار ہوتا ہے بلکہ ایک حد تک عذر پیش کیے جاتے ہیں جنکو آپ کی خاندانی غیرت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

یہ نکاح شوال ۴ھ کی آخری تاریخوں میں واقع ہوا (مہر میں) اختلاف ہے لیکن بعض مورخین کہتے ہیں کہ ام سلمہ کا مہر چار[۵۱] سو دینار تھا جس کو بادشاہ حبش نے اپنے خزانے سے ادا کیا۔

حضرت ام سلمہ آنحضرت کی تعلیم کردہ دعا پڑھتے ہوئے اکثر دل سے کہتی تھیں کہ میرے لیے ابوسلمہ سے بہتر دوسرا کون[۵۲] ہوگا مگر جب نکاح ہو گیا تو آپ نے تاثیر دعا آنکھوں سے دیکھ لی۔

نکاح کے بعد ام سلمہ نے اپنا مکان[۵۳] خود صاف کیا آنحضرت کے لیے کھانا پکا کر رکھا آنحضرت شام کو تشریف لائے ناشتہ نوش فرمایا آرام کیا صبح کو ام سلمہ کو دعائے برکت دے کر فرمایا کہ کہو تو تمہاری باری کا یہی ہفتہ مقرر کر دوں مگر اس صورت میں تمام ازواج کے لیے بھی ہفتہ ہفتہ مقرر کرنا ہوگا حضرت ام سلمہ نے فرمایا میں آپ کی رضا کو بہتر جانتی ہوں پھر[۵۴] حضرت ام سلمہ دولت سرائے نبوت میں تشریف لائیں اور اُس مکان میں قیام فرمایا جس میں آپ سے پہلے ام المومنین زینب کا قیام تھا آنحضرت نے اور ازواج کی طرح آپ کو بھی چکیاں[۵۵] دو مشکیزے ایک چمڑے کا تکیہ جس میں لیف خرمہ بھری ہوئی تھی عطا فرمایا حضرت ام سلمہ نے پہلے روز اپنے ہاتھ سے[۵۶] عصیدہ تیار فرمایا اور یہی طعام ولیمہ تھا (عصیدہ عرب کا ایک کھانا ہے جو جو اور چربی سے تیار کیا جاتا ہے)۔

آنحضرت و ام سلمہؓ[۵۷] ام سلمہؓ کا بستر آنحضرت کے مصلے کے قریب بچھا کرتا تھا ام سلمہ نے اپنے[۵۸] غلام (سفینہ) کو آزاد کر دیا تھا مگر آنحضرت کی خدمت مشروط تھی ام سلمہ نے ایک روز طوق[۵۹] پہن لیا تھا جس میں سونے کی آمیزش تھی آنحضرت نے اُسکو ناپسند فرمایا ام سلمہ نے فوراً

---

۵۱ طبقات جلد ۸ ص ۶۱ ۵۲ بحار الانوار ص ۲۶ باب جمل احوال ازواجہ ۵۳ ناسخ التواریخ جلد حالات آنحضرت ص ۲۱۵ ۵۴ طبقات ج ۸ ص ۶۳ ۵۵ ایضاً ص ۶۴ ۵۶ ایضاً ص ۶۳ ۵۷ ایضاً ۵۸ مسند امام احمد بن حنبل مطبوعہ مصر ج ۶ ص ۳۲۲ ۵۹ ایضاً ص ۳۱۹ ۶۰ ایضاً ص ۳۲۲۔

اُتار ڈالا اور اسکے بعد پھر کبھی آپ کے گھر میں دولتمندی کے آثار نظر نہیں آئے۔

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ام سلمہ کی زندگی آنحضرتؐ کے بعد مفید زندگی تھی ام سلمہ کے تعلقات آنحضرتؐ سے ویسے ہی تھے جیسے کہ اور ازواج سے اس اعتبار سے ام سلمہ بھی اُن تمام حالات سے واقف تھیں جو آنحضرت کے طرز زندگی سے تعلق رکھتے ہیں اور آپ قوت بیانیہ (حدیث) میں بھی حضرت عائشہ کے بعد تمام ازواج سے بہتر مانی جاتی ہیں مگر آپ سے ایک حدیث بھی ایسی نقل نہیں ہوئی جو حرمت نبوت پر خاک پاشی کرے اور جن چند روایتوں کو منسوب کیا جاتا ہے اُسکے سلسلہ رواۃ میں اُن اشخاص کا نام موجود ہے جن پر شیعہ طبقہ کو کم از کم اطمینان دلی حاصل نہیں چنانچہ ایک روایت ایسی بھی بیان کی جاتی ہے جو حیا فطرت عورتوں کی مجلس میں نقل محفل ہونے کی قابلیت نہیں رکھتی اس روایت میں حضرت عمر عاص کے غلام کا دست رسا شریک کار ہے اس روایت کے آخری الفاظ یہ ہیں کہ آنحضرتؐ حضرت عائشہ کی محبت سے بے قابو ہو کر ناکردنی افعال بھی کرتے تھے حضرت ام سلمہؓ سے اسکے خلاف آنحضرتؐ کی عبادتؐ (اور) مشاغل خاصہ نبوت کا علم ہوتا ہے آپ سے کسی نے آنحضرتؐ کی عبادت شب کو دریافت کیا تو آپ نے فرمایا

کان[1] یصلی العشاء الآخرۃ ثم یسبح	آنحضرت نماز عشا کے بعد تسبیح کرتے تھے اور پھر نماز پڑھتے تھے
ثم یصلی بعدھا ما شاء اللہ من اللیل	(رات کے حصہ شب تک) پھر (مصلی سے) اُٹھ بیٹھتے تھے
ثم ینصرف فیرقد مثل ما صلی ثم یستیقظ	اور اتنی دیر آرام کرتے جتنی دیر نماز پڑھی تھی پھر بیدار
من نومہ ذلک فیصلی مثل ما نام وصلوتہ	ہو جاتے تھے اور اتنی ہی دیر (پھر) نماز پڑھتے تھے جتنی
الآخرۃ تکون الی الصبح	دیر آرام فرمایا تھا آپ کی آخری نماز (نماز) صبح سے مل جاتی تھی۔

ام سلمہ کو آنحضرتؐ سے چونکہ انتہائی محبت تھی اسلیے آپ نے آنحضرتؐ کے موے مبارک احتیاط سے چن چن کر جمع کر لیے تھے جسکو بعد آنحضرتؐ اکثر اصحاب نے دیکھا ہے اور بتایا ہے

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل مطبوعہ مصر ج ۶ صفحہ ۲۹۷ [2] ایضاً

کہ وہ حنا وکتم سے مخضب تھے۔

پردہ حضرت ام سلمہ کی خدمت[1] میں ایک روز انکے بھائی عبد اللہ بن ابی امیہ کے ہمراہ ایک خواجہ سرا بھی تھا آنحضرتؐ نے منع فرما دیا کہ اب نہ آنے پائے علامہ قسطلانی نے شرح بخاری شریف (ارشاد الساری) میں لکھا ہے کہ مدینہ میں اُسوقت تین خواجہ سرا تھے ان سب کی ممانعت ہوگئی اور سب سے پردہ ہونے لگا ایک[2] روز ابن ام مکتوم نا بینا تشریف لائے تو آنحضرتؐ نے ام سلمہ کو پردہ کا حکم دیا ام سلمہ نے عرض کی یا رسول اللہ یہ تو نابینا ہیں آپ نے فرمایا کہ ہاں تم تو بینا ہو۔

عن ام سلمہ[3] قالت قال رسول اللہ خیر مساجد النساء قعر بیوتھن آنحضرت نے فرمایا کہ عورتوں کے لیے بہترین مساجد خود اُن کا گھر ہے

سخاوت آپ خود بھی سخی تھیں اور دوسروں کو بھی سخاوت کی تعلیم دیا کرتی تھیں آپ کے دروازے پر ایک سائل تھا اور اُسوقت کوئی شے دینے کے قابل موجود نہ تھی کسی موجودہ عورت نے کہدیا "شاہ جی آگے بڑھو برکت ہے" حضرت ام سلمہ نے فرمایا کہ خالی نہ واپس کرنا چاہیئے ایک چھوارہ ہی دیدیا ہوتا۔

علمی مشاغل حضرت ابو[4] ہریرہ حاجت غسل میں روزے کو (صبح ہی سے) باطل جانتے تھے ام سلمہؓ نے فرمایا یہ غلط ہے آخر موصوف شرمندہ ہوے اور ام سلمہ کی اعلمیت کا اقرار کرنا پڑا عبد اللہ بن زبیر[5] نماز عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتے تھے حضرت معاویہ یا مروان نے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ آنحضرت بھی پڑھا کرتے تھے اور میں نے حضرت عائشہ سے سُنا ہے جب حضرت عائشہ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے ام سلمہ سے سُنا ہے جب حضرت ام سلمہؓ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ میری بات نہیں سمجھیں میں نے یہ بھی تو کہا تھا کہ آنحضرتؐ نے ان دو رکعتوں کو منع فرمایا ہے (حضرت عائشہ کی کثرت روایت کا بڑا سبب یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کہ

[1] مسند امام احمد بن حنبل ج ۶ صفحہ ۲۹۰ [2] ایضاً [3] ایضاً صفحہ ۲۹۷ [4] ایضاً صفحہ ۲۹۹ [5] ایضاً صفحہ ۲۹۸

اپنے نام سے دوسروں کی حدیثیں بیان فرانے کا خاصہ ذوق تھا) آپ سے علمائے عامہ نے
تین سو چوہتر حدیثیں نقل کی ہیں۔

زہد آپ کی زندگی زاہدانہ تھی ہر ماہ میں دوشنبہ و پنجشنبہ و جمعہ کو روزہ رکھا کرتی تھیں ترک زخارف و زینت دنیا میں یہ حدیث آپ ہی سے نقل ہوئی ہے قال رسول اللہ ﷺ ان الذی یشرب فی اناء من فضۃ انما یجرجر فی بطنہ نار جہنم جو کوئی چاندی کے ظرف میں پیے یا کھائے اُسکے پیٹ میں آتش دوزخ جلائی جائے گی۔

جستجوئے خیر نیک باتوں میں شرکت کی آپ کو دلی خواہش تھی اکتساب ثواب کا کوئی ذریعہ ترک کرنا پسند نہ تھا اسی بنا پر وقت نزول آیۂ تطہیر (انما یرید اللہ لیذہب عنکم الرجس اہل البیت ویطہرکم تطہیرا) آنحضرت ﷺ سے عرض کی کہ کیا میں اہلبیت میں نہیں ہوں کیونکہ آں حضرت علیؓ و فاطمہؓ و حسنؓ و حسینؓ کی طہارت کی دعا فرارہے تھے اور یہ طہارت ویسی طہارت نہ تھی جو ہر فرد بشر اپنے دست و بازو کی حرکت سے کر سکتا ہے یہ طہارت کچھ ایسی تھی جو تمام امت یا تمام صحابہ کے لیے بھی عمومیت حاصل نہ کر سکی اور وہ فقط اہلبیت سے خانۂ آنحضرت ﷺ اور حصار ردائے مبارک سے صرف اُن ہی لوگوں کے لیے مخصوص ہوگئی جو تحت کسا موجود تھے۔ اس رمز کو ام سلمہؓ سمجھیں اور آپ نے اپنے فطری ذوق خیر سے اپنی شرکت کی آرزو کا اظہار فرمایا لیکن آنحضرت ﷺ نے یا تو زبان ہی سے صرف منع فرمایا یا جب یہ ردا کا گوشہ اُٹھا کر داخل ہونے لگیں تو آپ نے چادر کو ہاتھ سے دبا کر بھی بتایا کہ یہ تمھاری جگہ نہیں ہے انک الی خیر (تم (مطلوبہ) خیر پر ہو) یا آپ داخل کسا بھی ہوئیں مگر جب دعا ختم ہو چکی تھی۔ یہ سب روایات مسند امام احمد بن حنبل میں مذکور ہیں۔

آپ ایک روز کنگھی کی جا رہی تھی آپ کے بالوں کو مشاطہ آراستہ کر رہی تھی کہ اُدھر آنحضرت ﷺ نے خطبہ کا پہلا لفظ ایہا الناس (اے گروہ مردم) کہا آپ نے مشاطہ سے فرمایا کہ میرے

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل ج ۶ ص ۲۹۸ [2] ایضاً ص ۳۰۷ [3] ایضاً ص ۲۹۷

بال باندھ رہی تھیں اُس نے عرض کی کہ ابھی تو ایہا الناس ہی ہے (یعنی ابتدا ہے) آپ نے فرمایا کہ کیا میں ایہا الناس میں داخل نہیں ہوں یہ کہکر خود بال باندھے اور خطبہ سننے کے لیے اُٹھ کھڑی ہوئیں۔

اس واقعہ کو نیاز صاحب و مولانا سعید انصاری دونوں نے صرف یہیں تک لکھا ہے حضرت ام سلمہ نے آکر کیا سُنا یہ لکھنا دونوں بزرگوں کی مصلحت کے خلاف تھا اسلیے ترک فرمادیا مجھے ہنسی آتی ہے کہ اُردو داں پبلک کو دھوکا دینا کسقدر آسان ہوگیا ہے ہمارے خیال میں مصنفین کو خیانت کا جرم نہ کرنا چاہیے پوری بات لکھ کر دیکھو کہ قوم کو دق کس طرف کھینچتا ہے پھر لطف یہ کہ جس کتاب اور جس صفحہ سے یہ واقعہ اُن دونوں بزرگوں نے لکھا ہے اُسی کتاب اور اُسی صفحہ سے میں بھی ترجمہ کررہی ہوں۔ نیاز صاحب کو چاہیے کہ اس واقعہ کو ادھورا لکھنے کا سبب بتائیں اگرچہ وہ بخوبی میں سمجھتی ہوں۔ خیر ناظرین دیکھیں اور فیصلہ کریں "حضرت ام سلمہؓ نے آکر سُنا کہ آنحضرتؐ بالائے ممبر فرمارہے ہیں۔

ایہا الناس بینما علی الحوض جیئ	اے گروہ مردم جسوقت میں حوض کوثر پر ہونگا تم میں سے کچھ (لوگ)
بکم زمرا فتفرقت بکم الطریق فنادیکم	گروہ گروہ لائے جائینگے اور راستہ تم سے کٹ رہا ہوگا میں پکاروں گا کہ
الا ہلموا الی الطریق فنادمناد	ہوشیار ہو اور میری طرف راستہ پر آؤ اتنے میں دور سے ایک پکارنے والا
من بعدی فقال انہم قد بدلوا	(فرشتہ) پکاریگا کہ یا رسول اللہ ان لوگوں نے آپکے بعد دین کو بدل
بعدک فقلت الا سحقا الا سحقا	ڈالا پھر میں کہوں گا دور کرو ان کو دور کرو۔

آنحضرتؐ کا مخاطب تریب مجمع اصحاب ہے اور تقریباً ایسے ہی الفاظ سے یہ حدیث حضرت ابن عباس سے وارد ہوئی ہے جس میں صاف صاف اصحاب کا نام لے لیا گیا ہے ایک طرف تو اصحاب کا گروہ در گروہ جہنم میں جانا اس حدیث سے واضح ہے اور دوسری طرف بتایا جاتا ہے کہ وہ سب کے سب عادل تھے اور سب کے سب آفتاب ہدایت کے نجم درخشندہ تھے اور اس قابل کہ جسکی بھی اقتدا کی جائے ہدایت حاصل ہوجائے۔ ان احادیث میں تو فیق کی

کیا صورت ہوگی کم از کم میرے فہم سے بالاتر ہے البتہ اتنا جانتی ہوں کہ جسطرح دنیا کے ہر مجمع میں اچھے بُرے دونوں ہوتے ہیں اسطرح اس مجمع میں بھی تھے اور آنحضرت ﷺ سے پہلے حضرت عیسیٰ و موسیٰ کے اصحاب بھی اس تفریق سے خالی نہیں ہیں چنانچہ حواریین عیسیٰ کا نبوت علیسےٰ سے انکار تک معلوم ہے اگر اُنہیں سے بعض کو آنحضرت ﷺ نے قابل نار بتایا تو کوئی قابل تعجب بات نہیں ہے ہاں اصحاب کا یہ نقشہ اور عترت رسول کی یہ صورت کہ بعض علما کے نزدیک تمام اولاد فاطمہؓ پر آتش دوزخ حرام ہے۔

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا

غرض حضرت ام سلمہؓ کو ہر ہر بات میں اکتساب ثواب کا شوق تھا آپ اپنے پہلے شوہر (ابو سلمہؓ) کی اولاد کو پرورش کرتی تھیں اسکے لیے بھی آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ مجھے اس پرورش کا کچھ ثواب بھی ملے گا یا نہیں آپ نے فرمایا کہ ہاں۔

ام سلمہ کی منزلت[1] آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ میرے دل میں حضرت عائشہ کی ایک خاص منزلت ہے جسکو کسی بی بی نے کم نہیں کیا جب حضرت ام سلمہؓ سے عقد ہوگیا تو آپ سے پوچھا گیا کہ اب بھی وہ منزلت باقی ہے تو آپ چُپ ہوگئے۔ راوی کہتا ہے کہ یعنی ام سلمہ نے اُس منزلت کو گھٹا دیا۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں[2] کہ آنحضرت ﷺ نے جب حضرت ام سلمہؓ سے عقد فرمایا تو مجھے شدید غم ہوا اسلیے کہ لوگ اُنکے حسن وجمال کے معترف تھے اور جب میں اُن کا تصور کرتی تھی تو انکو اُس تعریف سے بھی بالاتر پاتی تھی۔ آخر میں نے حضرت حفصہ سے کہا کیونکہ ہم دونوں دست واحد (سپرست وہم داستاں) تھے اُنھوں نے سُنکر کہا کہ یہ صرف تمھارا رشک ہی رشک ہے میں اُن کو دیکھ چکی ہوں نہ وہ ویسی ہیں جیسی تعریف کی جاتی ہے اور نہ اُس تعریف کے قریب

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل ج ۶ ص ۳۱۰ [2] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۶۶ و ناسخ التواریخ مجلد حالات آنحضرت ص ۱۲۱۵ [3] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۶۶

البتہ خوبصورت ضرور ہیں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب میں نے دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ حضرت حفصہ نے سچ کہا تھا اور یہ صرف میرا رشک ہی رشک تھا۔

نیاز صاحب اس واقعہ کی تمہید میں لکھتے ہیں کہ رشک مقتضائے فطرت ہے اور یہ مذموم بھی نہیں اگر حسد تک نوبت نہ آئے۔ یہ بھی اُن مقامات میں سے ایک ہے جہاں میرے نزدیک اخلاق کا زاویہ نظر بدل گیا ہے رشک کا مذموم نہ ہونا یہ اخلاق میں جدید اضافہ ہے اور کسی فیل نشین کو سوار دیکھ کر سڑک پر کروٹیں لینا ممدوح تھے۔ میرے نزدیک رشک ایسی مذموم چیز ہے کہ اسکی تشبیہ قاطع حیات زہر سے دیجاتی ہے اگر نیاز صاحب کو زہر و شہد میں امتیاز نہ ہو تو مجبوری ہے اور مجبوری کا دوسرا نام شکر۔

بہ زہر رشک برآمیخت دہر شہد وصال
ہلاک گشتۂ تریاق روزگار منم　　(ظہوری)

ایک مرتبہ ام سلمہؓ نے آنحضرتؐ سے عرض کی کہ یا رسول اللہؐ کیا سبب ہے کہ قرآن میں ہمارا ذکر نہیں ہے۔ آپ ممبر پر تشریف لیگئے اور آیت ذیل تلاوت فرمائی:۔

ان المسلمین والمسلمات والمومنین والمومنات الخ یعنے خدا مسلم مرد اور عورتوں اور مومن مرد اور عورتوں سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ کرتا ہے

آپ نے جبرئیل کو دحیہ کلبی کی صورت میں دیکھا اور بعد کو معلوم ہوا کہ روح الامین تھے۔

ایۃ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا (یقیناً خدا چاہتا ہے کہ اے اہلبیت تم کو رجس سے پاک کر دے جو پاک کرنے کا حق ہے) ام سلمہؓ ہی کے گھر میں نازل ہوئی اور آپ ہی کی آنکھوں نے وہ اجتماع نور دیکھا جسکو صرف حضرت آدم زیر عرش دیکھ سکے تھے آپ فرماتی ہیں کہ آنحضرتؐ نے ایک چادر کے نیچے علیؓ و فاطمہؓ و حسنؓ و حسینؓ کو جمع کر کے دعا فرمائی اللھم ھولاء اھلبیتی وحامتی اذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا (خداوندا یہی میرے اہلبیت اور قریب کے رشتہ دار ہیں انکو رجس سے اسطرح پاک کر دے جو پاکیزگی کا حق ہے) دعاے

سلہ صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۲۱ سلہ صحیح ترمذی مطبوعہ فخر المطابع دہلی صفحہ ۶۳۶

رسول یوں قبول ہوئی کہ اُن ہی الفاظ کے ساتھ آیت بن کر اتری ام سلمہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہؐ میں بھی تو ان ہی کے ساتھ ہوں آپ نے فرمایا تم اپنی جگہ پر اچھی ہو۔

اس واقعہ کو ایک اور حدیث بالتفصیل بیان کرتی ہے۔

عن ام سلمہ کان النبی فی بیتی فاتته فاطمہ ببرمۃ فیھا حزیرۃ فدخلت بھا فقال لھا ادعی زوجک و ابنیک قالت فجاء علیؑ وحسنؑ وحسینؑ فدخلوا علیہ فجلسوا یاکلون من تلک الحزیرۃ وھو علی منامۃ لہ وکان تحتہ کساء خیبری قالت وانا اصلی فی الحجرۃ فانزل اللہ انما یرید اللہ الخ قالت فاخذ فضل الکساء فغشاھم بہ ثم اخرج یدہ فالوی بھا الی السماء ثم قال اللھم ھولاء اھلبیتی و خاصتی فاذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا اللھم ھولاء اھلبیتی وخاصتی فاذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا قالت فادخلت راسی البیت فقلت وانا معکم یارسول اللہ فقال انک الی خیر انک الی خیر[1]

ام سلمہ فرماتی ہیں کہ آنحضرت میرے گھر میں تھے کہ فاطمہ زہراؑ ایک دیگچی میں قلیہ لیے ہوئے آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں آپ نے فرمایا کہ اپنے شوہر اور اپنے بچوں کو بھی بلاؤ ام سلمہ کہتی ہیں کہ پھر علیؑ و حسنؑ و حسینؑ بھی آئے اور سب بیٹھ کر وہ قلیہ نوش کرنے لگے، اس وقت آنحضرتؐ اپنے بستر پر تشریف فرما تھے اور ایک خیبری چادر آپ کے نیچے بچھی ہوئی تھی اور میں حجرہ میں نماز پڑھ رہی تھی کہ خدا نے آیۂ تطہیر نازل فرمائی آنحضرتؐ نے چادر کا بقیہ حصہ اُن سب پر اُڑھا لیا پھر اپنا ہاتھ نکال کر آسمان کی طرف بلند فرمایا اور کہا خداوندا یہی میرے اہلبیت اور مخصوص قرابت دار ہیں ان سے رجس کو دور کر اور جیسا چاہیئے ویسا پاک کر دے (آپ نے یہ دعا دو مرتبہ فرمائی) میں نے حجرہ سے گھر کی طرف اپنا سر نکال کر عرض کی کہ یارسول اللہؐ میں بھی تو آپ کے ساتھ ہوں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم اپنی جگہ اچھی ہو تم اپنی جگہ اچھی ہو۔

آنحضرتؐ نے التجا پر بھی ام سلمہ کو تحت کساء نہ طلب فرمایا اور نہ اُنکی معیت قبول ہوئی

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل ج ۶ ص ۲۹۲

اگرچہ وہ صاحب منزلت بی بی بھی تھیں اور قریشیہ ہونے کے اعتبار سے خاندان والی بھی گویا آپ کا یہ مطلب تھا کہ نہ سب ازواج اہلبیت میں داخل ہیں نہ تمام خاندان والے اپنی اپنی جگہ خیر و شر پر ہونا دوسری بات ہے ابولبابہ کو آنحضرتؐ نے بنی قریظہ[1] سے گفتگو کرنے کے لیے بھیجا تھا اُنھوں نے اپنی خدمت پوری کی مگر ہاتھ کے اشارے سے یہ بھی کہدیا کہ اگر تم نے بات نہ سُنی تو سب کے سب قتل کردیے جاؤگے افشائے راز رسولؐ کوئی معمولی جرم نہیں ہوا کرتا انکی ضمیر انپر ملامت کرنے لگی واپس ہوکر اپنے آپ کو ستون مسجد سے جکڑوادیا اور توبہ توبہ کرنے لگے کئی روز اسیطرح گزرے آخری روز آنحضرتؐ خانہ ام سلمہؓ میں مسکراتے ہوئے اُٹھے ام سلمہؓ نے عرض کی خدا آپ کو ہمیشہ ہنستا رکھے اسوقت مسکرانے کی کیا وجہ ہے۔ فرمایا کہ ابولبابہ کی توبہ قبول ہوگئی ام سلمہؓ سنکر شاد ہوگئیں اور پوچھا کہ حکم ہو تو یہ مژدہ پہونچادوں فرمایا اچھا کہدو۔ ام سلمہ نے دروازے سے پکار کر فرمایا کہ اے ابو لبابہ خدا مبارک کرے تمھاری توبہ قبول ہوگئی۔ اس آواز کا گونجنا تھا کہ تمام مدینہ اُمنڈ آیا۔

مَیں نے واقعات کا احاطہ نہیں کیا ہے پھر بھی یکے بعد دیگرے یہ تین واقعے جو نقل ہوئے ان سب کا تعلق جس طرح خانہ حضرت ام سلمہ سے ہے اُسی طرح براہ راست وحی سے اور قرآن یہ بتاتا ہے کہ آنحضرتؐ کی ہر بات وحی ہوتی تھی مَیں نہیں جانتی کہ ان تمام واقعات کو دیکھتے ہوئے اُس حدیث کو کیونکر صحیح مانوں جسمیں ان ہی ام سلمہ سے کہا گیا ہے کہ مجھے عائشہ کے بارے میں ایذا نہ دو کیونکہ مجھپر وحی ہی نازل نہیں ہوتی جب میں اُنکے لحاف کے علاوہ کسی بی بی کے لحاف میں ہوتا ہوں اور یہ طے ہے کہ حدیث کا ایک جزء طرح اور ایک کو اختیار نہیں کیا جاسکتا لہٰذا اس طرح یہ حدیث اپنے پورے واقعہ کے ساتھ ختم ہوجائے گی۔

واقعہ ایلا[2] میں حضرت عمر پہلے حضرت حفصہ کے پاس گئے اور اُنکو سمجھا کر حضرت ام سلمہؓ کے پاس بھی آئے ام سلمہ نے آپ کو ڈانٹ دیا فرمایا:۔

---

[1] زرقانی جلد ۱ صفحہ ۱۵۱۳ [2] ارشاد الساری شرح صحیح بخاری قسطلانی ج ۷ صفحہ ۳۸۲

عجبا لك یا ابن الخطاب دخلت فی — اے خطاب کے بیٹے تعجب ہے کہ تم ہر معاملہ میں دخل ہی کرتے کرتے اب
کل شیءٍ حتی تبتغی ان تدخل بین — یہ بھی چاہتے ہو کہ آنحضرت اور اُن کے ازواج کے درمیان
رسول اللہؐ وازواجہ — بھی دخل دو۔

حضرت عمر کی یہ عادت تھی آپ نہ صرف باپ ہونے کی حیثیت سے حضرت حفصہ کو جھڑکا کرتے تھے بلکہ ازواج نبی میں سے شاید ہی کوئی خوش قسمت بی بی آپ کے عتاب و خطاب سے محفوظ رہی ہو آئندہ واقعات خود بتائیں گے یہ تمام بی بیاں چپ ہو جاتی تھیں مگر صرف ام سلمہؓ ہی اس منزلت کی بی بی تھیں جو ایسے جلیل القدر صحابی کو ڈانٹ سکتی تھیں۔ حضرت ام سلمہؓ آنحضرتؐ کے نزدیک عظیم المرتبت تھیں عموم علمائے شیعہ حضرت خدیجہ کے بعد حضرت ام سلمہؓ کو تمام ازواج نبی کے سر کا تاج اور افضل و برتر مانتے ہیں۔ خدا تمام مسلمان بہنوں کو آپ کی کنیزی کا فخر و شرف عطا فرمائے۔ محمودؓ بن لبید کا قول تھا کہ یوں تو تمام ازواج نبی حدیثیں یاد کرتی تھیں مگر حضرت عائشہ و ام سلمہؓ کا کوئی مثل نہ تھا۔ علامہ ابن قیم فرماتے ہیں کہ اگر ام سلمہؓ کے تمام فتاوے جمع کیے جائیں تو ایک رسالہ تیار ہو جائے۔ امام الحرمین کا ارشاد ہے کہ میرے نزدیک ام سلمہ سے زیادہ کوئی عورت بھی صائب الرائے نہیں ہے۔ حضرت ابو ہریرہ و ابن عباس و بعض تابعین آپ کے آستانۂ علم پر سر خم رہا کرتے تھے۔ ام سلمہؓ آنحضرتؐ کے لہجہ سے قرآن مجید کی تلاوت کر سکتی تھیں اصابہ میں تحریر ہے صاحب العقل البالغ والرای الصائب ام سلمہ عقل میں کامل رائے میں صائب تھیں۔ مولانا سعید انصاری ان کو بھی مجتہدہ بتاتے ہیں۔

ام سلمہؓ کی رازداری ام سلمہ کو آنحضرتؐ کے رازوں کا کافی احترام تھا اور افشائے راز تو ایک عظیم جسارت و جرم ہے آپ آنحضرتؐ کے راز معلوم کرنے کی بھی درپے نہ ہوتی تھیں۔ چنانچہ وقت وفات جب آنحضرتؐ نے سیدۂ عالم سے سرگوشی کی اور فاطمہ زہرا پہلی مرتبہ روئیں

۵۱ حبیب السیر ج ۱ جز ۳ ص ۸۲ ۵۲ مناقب ابن شہر آشوب ج ص ۳۳ ۵۳ طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۶۴ ۵۴ صحابیات
سیر الصحابیات صاحب منقول از اعلام الموقعین ۵۵ زرقانی ج ۲ ص ۲۴۲ ۵۶ مسند امام حنبل ج ۶ ص ۲۹۸ ۵۷
ایضاً ۵۸ اسوۂ الصحابیات ۵۹ طبقات ابن سعد جلد ص ۴۰ -

اور دوسری مرتبہ ہنس دیں تو حضرت عائشہ بیتاب نہ آئیں اور پوچھنے لگیں کہ کیا کہا اور تمہارے ہنسنے رونے کا کیا سبب تھا جس کا جواب سیدۂ عالمؑ نے وہ دیا جو ایک صدیقہ کو دینا چاہیے تھا یعنی آپ نے فرمایا کہ میں رازِ رسولؐ فاش نہیں کر سکتی یہ سن کر حضرت عائشہ شرمندہ ہوئیں۔ عیں اسیوتت ام سلمہ سے بھی کہا گیا کہ آپ فاطمۂ زہرا سے پوچھیے کہ آنحضرتؐ نے کیا فرمایا ام سلمہ نے دریافت کرنے سے انکار کر دیا جس کا صاف مقصود یہ تھا کہ آپ آنحضرتؐ کے راز کی درپے نہیں ہیں۔

ایک مرتبہ کسی شخص نے حضرت ام سلمہؓ سے پوچھا کہ آنحضرتؐ کا باطن ہم کو بتا دیجیے حضرت ام سلمہؓ نے فرمایا اُن کا ظاہر و باطن ایک ہے۔ اگرچہ حضرت ام سلمہؓ نے وہ جواب دیا جو ایک مومن اور عقیدتمند دے سکتا تھا اور اسمیں آنحضرتؐ کا کوئی راز بھی فاش نہیں ہوا مگر پھر بھی بے اذن نبی اتنا کہدینا[1] آپ کے نزدیک جرم ہو گیا آخر آپ نے آنحضرتؐ سے سارا واقعہ عرض کر دیا اور کہا مجھ سے خطا ہو گئی آنحضرتؐ نے جواب کو پسند فرمایا اور کہا کہ اچھا کیا

ام سلمہؓ کی امانت داری ام سلمہ کے فرزند عمرؓ ناقل ہیں کہ میری والدہ نے مجھ سے فرمایا کہ آنحضرت میرے پاس ایک کتبہ لکھ کر رکھ گئے ہیں اور کچھ علامات بھی تعلیم فرما دیے ہیں تاکہ جسمیں وہ نشانیاں پائی جائیں اُسکو وہ کتبہ حوالے کر دیا جائے۔ چنانچہ ام سلمہ نے روز خلافت حضرت ابوبکر مجھ کو مسجد میں بھیجا کہ میں کل حالات دیکھ کر عرض کر دوں۔ چنانچہ میں نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر ممبر پر تشریف لیگئے خطبہ فرمایا اور گھر واپس ہو گئے میں نے یہی حال حضرت ام سلمہ سے عرض کر دیا پھر روز خلافت حضرت عمر و عثمان بھی مجھکو بھیجا اور اُن سے بھی میں نے کچھ ایسا ہی مشاہدہ کیا اور واپس آ کر عرض کر دیا پھر روز خلافت امیر المومنین علیؑ ابن ابیطالبؑ بھی میں مسجد میں گیا آپنے بھی خطبہ فرمایا اور ممبر سے اُتر کر میرے پاس آئے اور فرمایا کہ اپنی والدہ ماجدہ سے عرض کرو کہ علیؑ آپ کے پاس آیا چاہتے ہیں یہ کہکر میرے ہمراہ ہو لئے میں نے حضرت ام سلمہؓ سے تمام

[1] مسند امام احمد بن حنبل ج ۶ ص ۳۰۹ [2] بحار الانوار جلد ششم حالات ام سلمہ ۱۱

واقعہ عرض کرکے کہا کہ علیؑ آئے ہیں ام سلمہ نے فرمایا میں بھی انھیں کی منتظر تھی اچھا بلالو علی گھر میں آئے اور آپ نے فرمایا کہ اس اس صورت کا جو کتبہ آنحضرتؐ آپ کے پاس چھوڑ گئے ہیں وہ مجھے دیدیجیے ام سلمہ نے صندوق کھولا اور وہ کتبہ علی کو دے کر مجھ سے فرمایا۔

یا بنی الزمہ واللہ ما رائیت بعد نبیك اماما غیرہ اے بیٹے فرزند انکے ساتھ ہوجاؤ خدا کی قسم تمھارے نبی کے بعد علیؑ کے سوا میں نے کسی کو امام نہیں (پایا) دیکھا۔ آنحضرتؐ کے بعد امام مظلوم حسینؑ غریب نے تمام اساسہ امامت مع وصیت نامہ مدینہ سے روانہ ہوتے ہوئے انھیں ام سلمہ کو سونپا اور فرمایا کہ میرے بعد میرے فرزند زین العابدین علی ابن الحسینؑ کو دیدیجیے گا چنانچہ معلوم ہوتا ہے کہ ذوالفقار و اسلحہ جات آنحضرتؐ ان میں سے کوئی چیز امام حسین کے پاس کربلا میں نہ تھی۔[1]

اعلام نبوتؐ ام سلمہ حضرت ام سلمہ کو آنحضرتؐ نے وہ علم اسرار بھی تعلیم فرمایا تھا جسکے ایک فاضل حضرت حذیفہ تھے چنانچہ اکثر پیشین گوئیاں آپ ہی سے منقول ہیں ظاہر ہے کہ یہ مرتبہ معمولی مرتبہ نہ تھا نمونہ کے طور پر چند واقعات نقل کیے جاتے ہیں۔

عن ابن القبطیۃ[2] دخل الحرث بن ابی ربیعۃ وعبد اللہ بن صفوان وانا معہما علی ام سلمۃ فسألاہا عن الجیش الذی یخسف بہ وکان ذلك فی ایام ابن الزبیر فقالت ام سلمۃ سمعت رسول اللہ یقول یعوذ عائذ بالحجر فیبعث اللہ جیشا فاذا کانوا ببیداء من الارض خسف بہم فقلت یا رسول اللہ فکیف بمن اخرج کارہا

عبید اللہ بن قبطیہ ناقل ہیں کہ حرث بن ابی ربیعہ اور عبداللہ بن صفوان حضرت ام سلمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میں بھی انکے ہمراہ تھا آپ سے اس لشکر کے متعلق پوچھا گیا جو دھنس جائیگا یہ زمانہ ابن زبیر کا تھا ام سلمہ نے فرمایا کہ میں نے آنحضرتؐ سے سنا ہے کہ پناہ لینے والا سنگ اسود سے پناہ لے گا اسوقت خدا ایک لشکر بھیجے گا اور جب وہ میدان میں پہونچینگے تو زمین میں دھنس جائیگا میں نے عرض کی کہ جو لوگ زبردستی اس لشکر کے ساتھ لائے گئے ہوں ان کا کیا حال ہوگا

[1] بحار الانوار جلد یازدہم ۱۲ [2] مسند امام احمد بن حنبل ج ۶ صفحہ ۲۹

قال يخسف بهم ولكنه يبعث على نيته يوم القيامة فذكرت لابي جعفر فقال هي بيداء المدينة

آپ نے فرمایا وہ بھی دھنس جائینگے مگر قیامت میں اپنی نیتوں پر مبعوث ہونگے راوی کہتا ہے کہ میں نے امام محمد باقرؒ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ یہ میدان مدینہ ہوگا۔

عن ام سلمة[51] اذا ظهرت المعاصي في امتي عمهم الله بعذاب من عنده فقلت يا رسول الله اما فيهم اناس صالحون قال بلى قلت فكيف اولئك قال يصيبهم ما اصاب الناس ثم يصيرون الى مغفرة من الله ورضوانا

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جب گناہ میری اُمت میں پھیل جائیں گے خدا اپنا عذاب بھی عام کر دے گا میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ کیا اُن میں نیک بندے نہ ہونگے فرمایا ہونگے میں نے کہا پھر اُنکا کیا حال ہوگا آپ نے فرمایا جو سب پہ گزرے گی (لیکن) بعد کو مغفور ہوں گے۔

عن ام سلمة[52] قالت ما نسيت قوله يوم الخندق وهو يعاطيهم اللبن وقد اغبر صدره وهو يقول اللهم ان الخير خير الآخرة فاغفر للانصار والمهاجرين قالت فرأى عمارا فقال ويحه ابن سمية تقتله الفئة الباغية

ام سلمہ کہتی ہیں کہ مجھے آنحضرتؐ کا یوم خندق فرمانا نہ بھولیگا جب آپ مٹی اُٹھا رہے تھے اور آپ کے سینے کے بال پُر غبار تھے خداوندا خیر تو آخرت کا خیر ہے خداوندا انصار و مہاجرین کی مغفرت فرما اتنے میں عمار کو دیکھا اور فرمایا افسوس عمار پر اسکو ایک باغی گروہ قتل کرے گا

حضرت عمار یاسرؓ کی شہادت میدان صفین میں ہوئی ہے اور جس گروہ نے آپ کو شہید کیا وہ خال المومنین حضرت معاویہ کی زیر قیادت و سیادت تھا ایک روز حضرت عبدالرحمنؓ[53] بن عوف تشریف لائے اور ام سلمہ سے عرض کرنے لگے کہ اماں میں بڑا مالدار ہو گیا ہوں یہاں تک کہ قریش میں میرے برابر اب کوئی دولتمند نہیں ہے آپ نے فرمایا تو صاحبزادے پھر راہ خدا میں خرچ کیوں نہیں کرتے میں نے آنحضرتؐ سے سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے کہ میرے اصحاب میں

[51] مسند امام احمد بن حنبل ج ۶ ص ۳۰۴ [52] ایضاً ص ۲۸۹ [53] ایضاً ص ۲۹۰

بعض ایسے ہیں جن کو (بعد انتقال) نہ میں دیکھوں گا اور نہ وہ مجھے دیکھیں گے یہ سُن کر حضرت عبدالرحمٰن گھبرا گئے اور فوراً حضرت عمرؓ سے آکر اس حادثۂ جانفزا کی خبر کی آپ بھی بہت پریشان ہوئے اور آکر ام سلمہؓ سے کہنے لگے خدا تم کو بتائیے کہیں میں بھی ان ہی اصحاب میں ہوں آپ نے کہا تم تو نہیں ہو مگر تمہارے بعد اور کسی کا اب تذکرہ نہ کروں گی

جب آنکھیں چار ہوتی ہیں مروت آ ہی جاتی ہے

عن ام سلمہ[۱] قالت قال رسول اللہ ﷺ انہ ستکون امراء تعرفون وتنکرون فمن انکر فقد بری ومن کرہ فقد سلم ولکن من رضی وتابع قالوا یا رسول اللہ افلا نقاتلھم قال لا ما صلوا الخمس

ام سلمہ فرماتی ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ عنقریب تم میں کچھ امیر ہوں گے جن کو تم جانتے بھی ہو اور ان سے انکار بھی کرو گے جس نے ان سے انکار کیا وہ بری ہو گیا اور جس نے ان سے کراہت کی وہ سالم رہا لیکن غضب تو ان پر ہے جو ان سے راضی ہوں اور تابعداری بھی کریں لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ تو کیا ہم ان سے جنگ نہ کریں فرمایا جب وقت تک پانچوں وقت تمہارے ساتھ نماز پڑھتے رہیں (جنگ نہ کرو)۔

ام سلمہؓ[۲] فرماتی ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اے ام سلمہؓ آج مجھ پر وہ فرشتہ نازل ہوا جو کبھی نازل نہ ہوا تھا اور اس نے مجھے خبر دی کہ تمہارا فرزند حسینؑ شہید کر دیا جائے گا اگر تم کہو تو وہ خاک بھی دکھا دوں جس پر حسینؑ قتل ہوگا پھر آپ نے ایک سرخ رنگ خاک نکال کر دی۔

وہم ہمہ وہم علی علیؑ کی

عن ام سلمہ[۳] قالت قال رسول اللہ لعلی لا یبغضک مومن ولا یحبک منافق

ام سلمہ فرماتی ہیں کہ آنحضرتؐ نے علی سے کہا کہ مومن تم کو دشمن نہ رکھے گا اور منافق تم سے محبت نہ کرے گا۔

ام سلمہ فرماتی ہیں کہ آنحضرتؐ[۴] میرے گھر میں تھے کہ علی و فاطمہ و حسنؑ و حسینؑ کے آنے کی خبر ہوئی آپ نے مجھ سے کہا کہ مجھکو میرے اہلبیت میں تنہا چھوڑ دو (تم ہٹ جاؤ) میں قریبی حجرہ میں چلی گئی یہ حضرات تشریف لائے آنحضرتؐ نے حسنینؑ کو گود میں بٹھایا پیار کیا ایک ہاتھ علی کی گردن میں ڈالا اور دوسرا فاطمہ کی گردن میں اور فرمایا اللّٰھم الیک لا الی النار انا واھلبیتی فقلت انا یا رسول اللہ

[۱] مسند امام احمد بن حنبل ص ۲۹۵ [۲] ایضاً ص ۲۹۰ [۳] ایضاً صفحہ ۲۹۲ [۴] ایضاً ص ۲۹۶

فقال انت خداوندا میں اور میرے اہلبیت تیرے لئے ہیں نہ کہ نار کے لئے میں نے عرض کی کہ ام

فرمایا اچھا تم بھی سہی

ام سلمہؓ کو خبر لگی کہ آپؐ کا غلام علیؑ کی سب و شتم کرتا ہے (کیونکہ یہ حضرات بنی امیہ کی سنت مؤکدہ تھی) آپ نے غلام کو طلب کیا اور فرمایا کہ ایک روز آنحضرتؐ میرے گھر میں تشریف لائے اور علیؑ ساتھ ساتھ تھے مجھے حکم ہوا کہ تخلیہ کر دو میں حجرہ سے باہر چلی گئی اور تھوڑی دیر کے بعد حضوری کی اجازت خواہ ہوئی مگر اجازت نہ پائی جس سے مجھ کو غم ہوا آخر تیسری بار اجازت کے بعد حاضر ہوئی میں نے دیکھا کہ علیؑ آنحضرتؐ کے سامنے دو زانو بیٹھے ہوئے پوچھ رہے ہیں کہ یا رسول اللہ ایسا ہو تو کیا کروں آپ نے فرمایا صبر پھر علیؑ نے کہا اسکے بعد یہ ہو تو کیا کروں فرمایا صبر پھر علیؑ نے کہا ایسا ہو تو کیا کروں آپ نے فرمایا کہ تلوار کھینچ لینا اور کاندھے پر رکھ لینا پھر انکے گروہ گروہ کو قتل کر کے مجھ سے یوں ملاقات کرنا کہ تمہاری کھنچی ہوئی تلوار سے خون ٹپک رہا ہو۔ پھر آنحضرتؐ میری طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ تم کو ملال نہ کرنا چاہیے میں نے تم کو نہیں پلٹایا......

میں جب یہاں آیا ہوں تو میرے دہنے پہلو میں جبرئیلؑ اور بائیں پہلو میں علیؑ تھے اور خدا کا فرستادہ ملک وہ باتیں بیان کر رہا تھا جو میرے بعد ہونے والی ہیں مجھے حکم تھا کہ میں یہ سب کچھ علی کو سمجھا دوں۔

یا ام سلمہ اسمعی و اشہدی ہذا علی ابن	اے ام سلمہ سنو اور گواہ رہو یہ علی میرے دنیا و آخرت میں
ابیطالبؑ اخی فی الدنیا و اخی فی الآخرۃ	بھائی ہیں اے ام سلمہ سنو اور گواہ رہو یہ علیؑ میرے بعد
یا ام سلمہ اسمعی و اشہدی ہذا علی ابن	میرے خلیفہ میری عدالت کے فیصلہ کرنے والے میرے حوض
ابیطالب وصی و خلیفتی من بعدی	(کوثر) کے ساقی ہیں اے ام سلمہ سنو اور گواہ رہو یہ علی
و قاضی عداتی والساقی عن حوضی یا	مسلمانوں کے سردار پرہیزگاروں کے امام سپید
ام سلمہ اسمعی و اشہدی ہذا علی	پیشانی مومنین کے پیشرو ناکثین قاسطین و مارقین کے

ملہ بحار الانوار جلد ششم حالات ام سلمہ ۱۲

ابن ابی طالب سید المرسلینؐ امام المتقین
وقائد الغر المحجلین قاتل الناکثین والقاسطین
والمارقین قلت یا رسول اللہؐ من الناکثون
قال الذین یبایعونہ بالمدینہ وینکثونہ بالبصرہ
قلت من القاسطون قال معاویہ واصحابہ من
اہل الشام قلت من المارقون قال اصحاب
النہروان فقال مولی ام سلمہ فرجت عنی فرج
اللہ عنک واللہ لا اسب علیاً ابدا

قاتل ہیں میں نے پوچھا اے خدا کے رسولؐ ناکثون
کون ہیں آپ نے فرمایا وہ جو علیؑ سے مدینہ میں بیعت
کریں اور بصرہ میں توڑ ڈالیں میں نے پوچھا اور قاسطون
کون ہیں آپ نے فرمایا کہ معاویہ اور اُسکے شامی ساتھی
میں نے کہا اور مارقون کون ہیں آپ نے فرمایا اصحاب
نہروان غلام ام سلمہ نے یہ سُن کر کہا کہ آپ نے مجھے الجھن
سے نکال دیا خدا آپ کو مسرور کرے اب کبھی
علیؑ کو بُرا نہ کہوں گا۔

حضرت ابوذرؓ ناقل ہیں کہ جنگ جمل[1] میں حضرت عائشہ کو دیکھ کر تھوڑی دیر کے لئے میں بھی فکر مند ہو گیا مگر ظہر تک یہ فکر مندی دفع ہو گئی اور میں نے علیؑ کی طرف سے خوب جہاد کیا بعد واپسی یہ واقعہ میں نے حضرت ام سلمہؓ سے نقل کیا تو آپ نے فرمایا کہ خوب کیا سمعت رسول اللہ یقول علی مع القرآن والقرآن معہ لا یفترقان حتی یردا علی الحوض (میں نے آنحضرت کو کہتے سُنا ہے کہ علیؑ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن علیؑ کے ہمراہ یہ دونوں آپس سے جدا نہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس حوض کوثر پر پہونچیں)

علامہ عبدربہ لکھتے ہیں کہ بعد[2] امام حسنؑ جب معاویہ حیلۂ حج سے (ولیعہدی یزید کی بیعت لینے) مدینۂ منورہ پہونچے تو آپ نے ارادہ فرمایا کہ خاص منبر رسول پر علیؑ کو بُرا بھلا کہیں یا لعنت کریں لوگوں نے کہا کہ سعد بن ابی وقاص یہیں موجود ہیں وہ کبھی راضی نہونگے (اور مفت فساد ہو گا) حضرت معاویہ نے حضرت سعد کو بلا بھیجا (اور اس ضروری مسئلہ میں مشورہ کیا سعد نے کہا اگر ایسا ہوا تو میں مسجد سے فوراً اُٹھ جاؤں گا اور پھر کبھی نہ آؤں گا حضرت معاویہ (فساد اُٹھتے دیکھا) یہ سنکر واپس چلے گئے مگر سعد کے انتقال کے بعد آپ نے منبر پر خود علیؑ

[1] بحار الانوار جلد ششم ۔ [2] نصائح الکافیہ لمن یتولی معاویہ مطبوعہ حیدرآباد دکن ص ۶۹

لعنت بھیجی اور اپنے تمام گورنروں کو لعنت کرنے کا تحریری حکم بھیجا چنانچہ ہر چہار جانب تبرابازی پھیل گئی ام سلمہ کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو آپ نے معاویہ کو خط لکھا کہ میں نے سنا ہے کہ تو خدا اور رسول پر سر منبر لعنت کرتا ہے (یعنی علی پر تبرا ایسا ہی ہے جیسے خدا و رسول پر کیا جائے) میں گواہی دیتی ہوں کہ علیؑ خدا اور رسولؐ دونوں کے محبوب تھے علامہ عبد ربہ اس واقعہ کو لکھ کر کہتے ہیں کہ ام سلمہؓ کے شرف مقام اور انکی صحت روایت کو جانتے ہوئے بھی کسی نے انکی بات نہ سنی۔

عن ام سلمہؓ قالت قال رسول اللہ من سب علیا فقد سبنی[1]	ام سلمہ ناقل ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جس نے علیؑ کو برا کہا اس نے مجھے برا کہا۔
عن ام سلمہ قالت قال رسول اللہ من احب علیا فقد احبنی ومن احبنی احب اللہ ومن ابغض علیا فقد ابغضنی ومن ابغضنی ابغض اللہ	ام سلمہ ناقل ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جس نے علیؑ کو دوست رکھا مجھکو دوست رکھا اور جس نے مجھکو دوست رکھا اس نے خدا کو دوست رکھا اور جس نے علیؑ کو دشمن رکھا اس نے مجھے دشمن رکھا اور جس نے مجھے دشمن رکھا اس نے خدا کو دشمن رکھا۔

وسائط کو حذف کرنے کے بعد نتیجہ یہ نکلا کہ محبت علیؑ محبت خدا اور دشمنی علیؑ دشمنی خدا ہے معلوم ہوتا ہے کہ ام سلمہ چھپی ہوئی شیعہ تھیں اس لیے کہ شیعہ لوگ بھی بالکل یہی کہتے ہیں۔

ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرتؐ سے آخر میں ملنے والے علیؑ تھے۔

قالت عدنا رسول اللہ غداۃ بعد غداۃ یقول جاء علی مرارا قالت واظنہ کان بعثہ فی حاجۃ قالت فجاء بعد فظننت ان لہ الیہ حاجۃ فخرجنا من البیت فقعدنا عند الباب فکنت من ادناھم الی الباب فاکب علیہ	ام سلمہ کہتی ہیں کہ ہر صبح بار بار آنحضرتؐ یہی فرماتے تھے کہ علیؑ آئے علیؑ آئے مجھے گمان تھا کہ آپ نے علیؑ کو کسی کام کے لیے بھیجا ہے پھر علیؑ آئے تو میں نے خیال کیا کہ آنحضرت کو علیؑ سے کچھ کام ہے (لہذا) ہم سب گھر سے نکل آئے اور دروازے کے قریب بیٹھے

[1] ازالۃ الخفا منقول از مستدرک حاکم ص ۱۲۱ و مسند امام احمد بن حنبل ج ۶ ص ۳۲۳ [2] مسند امام احمد بن حنبل ج ۶ ص ۳۰۰

على فجعل يساره و يناجيه ثم قبض رسول الله من يومه ذلك فكان اخص الناس به عهدا

میں دروازہ کے بالکل نزدیک تھی (میں نے دیکھا کہ علیؓ آنحضرتؐ پر جھک گئے اور راز او اسرار شروع ہوگئے پھر آنحضرتؐ نے انتقال فرمایا (اسی روز) لہٰذا علیؓ وہ آخری شخص ہیں جنھوں نے آنحضرت سے گفتگو کی۔

اہم واقعات زندگی ازواج نبی کے شمولؓ سے پہلے ام سلمہؓ آنحضرتؐ کی خدمت میں آیا جایا کرتی تھیں چنانچہ عقد فاطمہؑ زہرا میں آپ کے خدمات معروف ہیں جنگ احد میں آپ کے شوہر اولی زخمی ہوئے اور جنگ خندق میں آپ اسقدر قریب موجود تھیں کہ آنحضرتؐ کی محنت ملاحظہ کی اور عمار یاسرؓ کی خبر شہادت سُنی واقعہ ایلا میں ام سلمہ ہی نے حضرت عمر کی آواز سُنی کہ آنحضرتؐ نے طلاق نہیں دی ہے صلح حدیبیہ میں جب بڑے بڑے اصحاب آنحضرتؐ کی رسالت میں شک کر رہے تھے اور انتہائی جسارت کے ساتھ آنحضرتؐ سے آکر پوچھا جاتا تھا کہ آج بھی آپؐ رسول ہیں یا نہیں اسوقت بھی بی بی ثابت قدم تھیں چنانچہ جب آنحضرتؐ قضیہ صلحؐ سے فارغ ہوئے تو آپ نے احرام اتارنے کے لئے سر منڈوانے اور قربانی کرنے کا حکم دیا فوالله ما قام منهم رجل حتى قال ذلك ثلث مرات فلما لم يقم احد قام فدخل على ام سلمه فذكرلها مالقى من الناس راوی ناقل ہے کہ خدا کی قسم اُن میں سے ایک شخص بھی تعمیل حکم کے لئے نہ اُٹھا اگرچہ آپ نے تین بار فرمایا جب کوئی نہ اُٹھا تو آنحضرتؐ ام سلمہؓ کے پاس تشریف لے آئے اور آپ کو جو رنج لوگوں سے پہونچا تھا اُسکا ذکر فرمایا ام سلمہ نے عرض کی کہ اے خدا کے نبی آپ باہر تشریف لیجائیے اور کسی سے بات بھی نہ کیجئے اور قربانی فرمائیے اور اپنے اصلاح ساز سے اپنا سر منڈوائیے گویا ام سلمہؓ کا مقصود یہ تھا کہ جب اُن کو یقین ہو جائے گا کہ حکم خدا کے سامنے ہماری بات نہ مانی جائے گی اور آنحضرت کو احرام اُتارتے دیکھیں گے تو خود بھی احرام اُتاریں گے چنانچہ جیسا ام سلمہؓ نے کہا تھا وہ ہوا اور آپ کو سر منڈواتے دیکھ کر پھر تو وہ شورش ہوئی کہ ایک دوسرے پر گرا پڑتا تھا بعض دوسروں سے سر منڈوا رہے تھے

۱؎ اعلام الوریٰ طبرسی ۱۲ ۲؎ ابن خلدون جلد ثانی مطبوعہ مصر ص۳۸ ۳؎ تاریخ طبری کبیر صفحہ ۱۵

اور بعض اپنے ہی ہاتھ سے سر مونڈ رہے تھے اکثر نے سر منڈوانے کی جگہ بال کتروانے ہی پر اکتفا کی تھی آپس میں سبقت کرنے سے اندیشہ ہو گیا تھا کہ ایک دوسرے کو قتل کر ڈالیں گے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ خداوندا سر منڈوانے والوں پر رحم فرما لوگوں نے کہا اور بال کتروانے والوں پر فرمایا خداوندا سر منڈوانے والوں پر رحم فرما لوگوں نے کہا اور بال کتروانے والوں پر آپ نے فرمایا کہ خداوندا سر منڈوانے والوں پر رحم فرما لوگوں نے کہا اور بال کتروانے والوں پر فرمایا اچھا انپر بھی پھر پوچھا گیا کہ آخر آپ نے دعا میں ان کو کیوں نہ شریک فرمایا اور سر منڈوانے والوں کو مخصوص کیوں فرمایا کہا اسلئے کہ انکو میری رسالت میں شک نہ ہوا تھا۔ یہ یاد رہے کہ یہ بیعت الرضوان کرنے والے صحابہ کا ذکر ہے۔ غرض ام سلمہؓ کی اصابت رائے نے مسلمانوں کو ہلاکت سے نجات دی یہ واقعہ صحیح بخاری شریف میں کافی تفصیل کے ساتھ موجود ہے اور ام سلمہؓ کی اصابت رائے کو سراہا گیا ہے۔

جنگ خیبر میں حضرتؓ ام سلمہ میدان جنگ سے اتنی دور تھیں جتنی دو عورتوں کو ہونا چاہیئے پھر بھی جب علیؑ کی تلوار مرحب کے دانتوں کے قلعہ کو فتح کر رہی تھی اسوقت آپ نے کڑکڑاہٹ کی آواز سنی تھی چاہیے ناظرین ام سلمہؓ کی قوت سامعہ کی مدح سرائی کریں یا علیؑ کے زور بازو کی کہ ضرب ذوالفقار کی آواز میدان خیبر سے خیمہ گاہ آنحضرت تک پہونچی۔

حجۃ الوداع[سلہ] میں آپ بیمار تھیں مگر موجود تھیں اور آپ کو بیماری کی وجہ سے آنحضرتؐ نے مرکب پر سوار رہ کر طواف کا حکم دیا تھا۔ حجۃ الوداع سے فارغ ہو کر میدان غدیر کا وہ واقعہ بھی آپ نے بیان فرمایا جسکو شیعہ لوگ اعلان خلافت علیؑ بتاتے ہیں کہ فاذا فرغت فانصب والی ربک فارغب اے رسول حج سے فارغ ہو کر (علیؑ کو) نصب کردو اور اپنے اپنے خدا کی طرف چلے آؤ۔

وفات آنحضرتؐ کے وقت ام سلمہؓ موجود تھیں آپ کی تیمارداری میں شریک تھیں چنانچہ

سلہ البوالفدا رحالات حدیبیہ ۱۲ سلہ استیعاب ج ۲ ص ۸۰۳ سلہ مسند امام احمد حنبل ج ۶ ص ۲۹۸ سلہ خصائص مرتضوی

مولانا سعید انصاری ام سلمہ و ام حبیبہ کو اس دوا پلانے کا متہم کرتے ہیں جسکے پلانے کی آنحضرت نے ممانعت فرمائی تھی۔ لیکن ابوذر سے جو روایت بخاری میں وارد ہوئی ہے اسکے اسناد اس روایت سے بہتر ہیں اور اسمیں کہا گیا ہے کہ وہ دوا پلانے والی صرف حضرت عائشہ تھیں۔ میری رائے میں یہ واقعہ سخت نازک ہے اسمیں دوبارہ تحقیق کی کوشش نہ کرنا چاہئے ورنہ جتنا چھانو اتنا کرکرا ہوگا۔

ام سلمہؓ نزاکت حال پر رونے لگیں تو آنحضرتؐ نے محبت سے منع فرمایا۔

جنگ جمل کے موقع پر ام سلمہؓ نے اپنے بیٹے عمر کو امیرالمومنین کے ہمراہ رہنے کا حکم دیا اور حضرت عائشہ کو تمام امکانی سعی سے اس بیکار لڑائی لڑنے سے منع فرمایا آپ حضرت عثمان کے قتل پر آمادہ کرنے والوں میں حضرت عائشہ ہی کو جانتی تھیں امیرالمومنینؑ و امام حسنؑ کی شہادت پر ام سلمہ نے انتہا کا غم کیا جب امام حسینؑ مدینہ سے تشریف لیجانے لگے تو آپ بھی تشریف لائیں اور پوچھا کہ اے فرزند کدھر کا قصد ہے آپ نے فرمایا کہ نانی عراق جاؤں گا ام سلمہؓ نے کہا اے حسینؑ عراق نہ جانا میں نے تمھارے نانا کو کہتے سنا ہے کہ میرے فرزند امام حسینؑ کو عراق کی اُس زمین پر شہید کریں گے جس کا نام کربلا ہے۔ امام حسینؑ نے عرض کی کہ نانی آپ چاہیں تو میں وہ زمین بھی دکھادوں چنانچہ امام حسین حجرہ سے صحن خانہ میں تشریف لائے اور کربلا کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ اے زمین قتلگاہِ غریب بلند ہوجا کربلا کا تختہ بلند ہوا اور ام سلمہؓ نے زیارت کی اسوقت امام حسینؑ نے وصیت نامہ اور اساسۂ امامت ام سلمہؓ کے سپرد فرمایا۔

امام حسینؑ کی روانگی کے بعد ام سلمہ اُس خاک کو اکثر دیکھا کرتی تھیں جو آپ نے آنحضرتؐ سے لے کر ایک شیشہ میں محفوظ کررکھی تھی روز عاشورہ آپ آرام کررہی تھیں کہ آپ نے آنحضرتؐ کو خواب میں دیکھا کہ سر و پا برہنہ تشریف لائے ہیں چہرہ پر خاک پڑی ہے ہاتھ میں شیشۂ خون ہے

لے اسوۃ الصحابیات مطبوعہ اعظمگڑھ صفحہ ۲ طبقات جلد ۸ صفحہ ۶۳ تاریخ جلد ششم ۱۲ مسند امام احمد بن حنبل ۶ صفحہ ۲۹۴

اور فرما رہے ہیں کہ اے ام سلمہ میرے بیٹے (حسینؑ) کو کربلا میں شہید کر ڈالا۔ ام سلمہؓ فریاد کرتی ہوئی خواب سے بیدار ہوئیں اور آپ نے اُس خاک محفوظ کو دیکھا تو وہ بھی خون ہو چکی تھی چنانچہ مدینہ میں اُسی روز سے حسینؑ کا ماتم شروع ہو گیا تھا۔ ام سلمہؓ جب تک زندہ رہیں قاتلان حسینؑ پر لعنت کرتی رہیں آپ فرمایا کرتی تھیں کہ اُنھوں نے حسینؑ کو قتل کیا خدا اُن کو قتل کرے اُنھوں نے حسینؑ کو ذلیل کیا خدا اُن پر لعنت کرے۔ شہادت حسینؑ کی خبر نے گویا ام سلمہ کی زندگی دوبھر کر دی اور آپ صرف اتنے دنوں اور زندہ رہیں کہ اہل حرم قید خانۂ شام سے رہا ہو کر مدینہ پہونچے اور آپ نے سید الساجدین علی ابن الحسینؑ کو امام حسینؑ کی امانت پہونچا دی۔

وفات [1] آپ کا ماہ وصال وفات[1] ذیقعدہ ۵۹ھ بتایا جاتا ہے تحقیق یہ ہے کہ آپ ۶۱ھ کے آخر تک زندہ تھیں چنانچہ ابن زبیر کے واقعہ کے متعلق خبر جیش کا دریافت کیا جانا اس پر دلیل ہے آپ نے یزید کے آخر عہد ۶۱ھ[2] چوراسی سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ آپ نے آنحضرتؐ کے ازواج میں سب سے آخر میں انتقال فرمایا ہے آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ سعید بن العاص (والی مدینہ) مری نماز جنازہ نہ پڑھائے لیکن سعید اسوقت مر چکا تھا ممکن ہے کہ یہ وصیت مروان بن الحکم یا ولید بن عتبہ کے لئے ہو چونکہ اُسوقت انھیں دونوں میں سے ایک والی مدینہ تھا گویا بطور اظہار ناراضی آپ نے سلطنت یزید سے قانون شکنی پر عمل فرمایا کیونکہ والی شہر ہی نماز میت پڑھایا کرتا تھا۔ آپ کی نماز جنازہ ابوہریرہ نے پڑھائی۔ آپ کے دونوں صاحبزادوں سلمہ و عمر بن ابو سلمہ نے آپ کو قبر میں اُتارا اور آپ بقیع میں دفن ہوئیں۔

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے
غالب مرحوم

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۶۶ - [2] حبیب السیر ج ۱ ص ۹۶ ص ۹۳ اصابہ ج ۸ ص ۲۰۴ [4] استیعاب جلد ۲ ص ۷۸۵

فصل

(۷)

ام المومنین ام الحکم حضرت زینب بنت حجش

نام و نسب } ام الحکم کنیت ہے اور آپ کے پہلے نام "برہ" کو بدل کر آنحضرتؐ نے زینبؓ نام رکھا سلسلۂ نسب اسد بن خزیمہ سے ہوتا ہوا قریش سے مل جاتا ہے سلسلہ نسب یہ ہے زینب بن رئاب بن یعمر بن صبیرہ بن مرہ بن کثیر بن غنم بن دودان بن اسد بن خزیمہ آپ کی والدہ ماجدہ امیمہ بنت عبد المطلبؑ بن ہاشمؑ عمہ رسول خداؐ ہیں آپ آنحضرت کی پھوپھی زاد بہن ہیں۔

ایمان و ہجرت } ابن اثیر آپ کو قدیمۃ الاسلام لکھتے ہیں آپ کے ایمان کا درجہ ان گیارہ بزرگوں میں ہے جن سے پہلے کسی بارھویں کا وہم بھی نہیں ہوتا۔ سب سے پہلے عورتوں میں خدیجہ اور مردوں میں امیر المومنین علیؑ ابن ابیطالب کا ایمان لاناتیقن ہے دوسرا درجہ حضرت زید بن حارثہ غلام آنحضرتؐ کا ہے اور تیسرے درجہ میں حضرت ابوبکر اور کئی صحابیؓ ہیں حضرت زینب بھی اسی درجہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ آپ نے آنحضرتؐ کے ہمراہ ہجرت فرمائی اور مدینۂ مکرمہ میں اُنھیں مکانوں میں قیام فرمایا جو گرد مسجد اہلبیت کے لئے بنوائے گئے تھے اور اُسمیں ایک بھی غیر نہ تھا۔

نکاح اوّل } آپ کا پہلا نکاح حضرت زید بن حارثہ غلام آنحضرتؐ سے ہوا جسمیں دو عظیم مصالح تھے پہلی مصلحت تو یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے تعلیم مذہب کے لئے آپ کو زید کے سپرد کیا تھا اور دوسرے آپ اپنے ہی گھر سے اُس مساوات اسلام کی تعمیر شروع کرنا چاہتے تھے جسپر اسلام کو تمام اقوام و ملل کے مقابل میں فخر و ناز کرنا تھا عجب نہیں کہ اس نکاح نے کفار کے غلاموں

۵۱ اسد الغابہ ج ۵ ص۴۶۳ ۵۲ ایضاً ۵۳ ایضاً ص۴۶۴ ۵۴ استیعاب ج ۲ ص۷۳۳ ۵۵ ایضاً ۵۶ اسد الغابہ ج ۵ ص۴۶۳ ۵۷ طبقات ابن سعد ج ۸ ص۷۱ ۵۸ اسد الغابہ ج ۵ ص۴۶۳ ۱۲

میں جذبۂ آزادی اُبھار دیا ہو جسکا، سلام ہمیشہ سے حامی رہا ہے کیونکہ کفار کی شام وسحر میں اُن کو اس مساوات کا کبھی خواب میں نظر نہ آیا تھا جسکی تعبیر دولت مرائے نبوت کی دیواروں پر شوخ رنگ تصویر کی طرح نظر آرہی تھی۔ ان غلاموں کی ذہنیت یا بندی و ذلت کے تنگ حلقہ سے اُس آزادی و عزت کی فضا کو دیکھ رہی تھی جو اسلام لانے کے بعد حاصل ہو سکتی تھی اور جسکی نظیر خود آنحضرتؐ نے قائم فرمادی تھی۔

حضرت زیدؓ خدیجہ کے غلام[1] تھے جو بعد کو آنحضرتؐ کی خدمت میں رہے پھر آپ نے اُنکو آزاد فرما کر متبنیٰ[2] فرما لیا یہانتک کہ جاہل عرب زید بن حارثہ کی جگہ زید بن محمد پکارنے لگے حضرت[3] آنحضرتؐ کے محبوب[4] غلام تھے اور اگر دم بھر کو آنحضرتؐ سے جدا ہو جاتے تو آپ خود اُنکی جستجو کے جایا کرتے تھے سو آپ نے زید کی طرف سے خود ہی حضرت زینب کو پیام نکاح دیا چونکہ اُنکے لئے بھی آپ ہی کفیل تھے حضرت زینب کو یہ پیام اپنے خاندانی اعزاز کے مناسب حال نہ معلوم ہوا آپ[5] نے فرمایا۔

یارسول اللہ لا ارضاہ لنفسی وانا ایم قریش قال فانی قد رضیتہ　　یارسول اللہؐ میں اپنے نفس کیلئے زید سے راضی نہیں ہوں کیونکہ میں قریش کی (ذی عزت) عورت ہوں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مگر میں راضی ہوں

پھر بھی حضرت زینب نے مزید غور و فکر کے لیے وقت[6] مانگا آنحضرتؐ تو خاموش ہو گئے لیکن آیت ذیل نازل ہوئی

ما کان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم　　کسی مومن اور مومنہ کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ جب خدا اور رسولؐ نے انکے لئے ایک بات طے کر دی ہو تو پھر اُنکو اپنے معاملہ میں کچھ بھی اختیار باقی رہے

اب حضرت زینب کے پاس سر تسلیم خم کرنے کے سوا کوئی چارہ کار باقی نہیں تھا آپ نے اپنا معاملہ آنحضرتؐ کے سپرد فرما دیا اور یہ نکاح ہو گیا۔

عرب کی معدن فخر زمین پر یہ واقعہ اپنی نوعیت سے بالکل نیا تھا کہ بنی ہاشم کی لڑکی ایک غلام کے نکاح میں دیدی جائے جو آنحضرتؐ سے مساوات نواز کیلئے درست و بجا تھا لیکن ہر شخص کے

[1] ابن ہشام صفحہ ۱۹۱ ج ۲ [2] طلائی ج ۲ صفحہ ۲۳۹ [3] طبقات [4] ابن سعد [5] الطبری [6] تفسیر قمی سورۂ احزاب پارہ ۲۲

پہلو میں وہ نفس کہاں سے آتا جسپر نبوت ورسالت کی روشنیاں جلا کر رہی تھیں حضرت زینب پہلے ہی رہتی نہ تھیں اسپر طرہ یہ ہوا کہ زید بن حارثہ سے انکی منسوبی ابنیت بھی واپس لے لی گئی یعنے خدا نے جہلاء عرب کی حق شکن رسم تبنیت کا خاتمہ کر دیا کیونکہ عرب میں قاعدہ تھا کہ لے پالک لڑکا لڑکی میراث میں صلبیؐ اولاد کی طرح حصہ دار ہو جاتے تھے اور اسطرح حق داروں کے حقوق پامال کیے جاتے تھے دوسرے نسب بھی اول سے آخر تک بدل جاتا تھا شیخ کے سرکو دل بیٹا کر لینے سے میر صاحب کے نور چشم ہوکر اپنی شیخی سے بالکل دست بردار ہو جاتے تھے لہذا کلام مجید نے منادی کی کہ آیندہ سے اس رسم کو ختم کر دیا جائے۔

وما جعل ادعیاءکم ابناءکم ذلکم قولکم بافواھکم واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل ادعوھم لآبائھم ھو اقسط عند اللہ فان لم تعلموا آباءھم فاخوانکم فی الدین وموالیکم

اور وہی ٹھیک ٹھیک راستہ بتاتا ہے پالکوں کو انکے ابا (کا کرکے) پکارو یہی خدا کے نزدیک ٹھیک انصاف پر ہے اور اگر ان کے باپ کو نہ جانتے ہو تو وہ تمہارے مذہبی بھائی اور دوست ہیں۔

عن[1] عبد اللہ ابن عمر قال ان زید بن حارثہ مولی رسول اللہؐ ما کنا ندعوہ الا زید بن محمد لانہ رسول اللہ کان تبناہ قبل النبوت حتی نزل القرآن ادعوھم لآبائھم ھو اقسط عند اللہ فامر برد نسبھم الی آبائھم فی الحقیقۃ ونسخ ما کان فی ابتداء الاسلام من جواز ادعاء الابناء الی الاجانب

عبد اللہ ابن عمر کہتے ہیں کہ ہم زید بن حارثہ غلام آنحضرتؐ کو سوا زید بن محمدؐ کے اور کچھ پکارتے ہی نہ تھے اسلئے کہ آنحضرتؐ نے قبل نبوت انکو متبنیٰ فرمایا تھا یہاں تک کہ قرآن نازل ہوا کہ لے پالکوں کو انکے باپ کے ناموں سے پکارو خدا کے نزدیک یہی پورا انصاف ہے پھر نسب کے اصلی آبا کی طرف پھیر دینے کا حکم ہوا جو حقیقی باپ تھے اور جو کچھ ابتداء اسلام میں جواز اجنبی لڑکوں کو اپنا کر کے پکارنے کا تھا وہ منسوخ ہو گیا۔ تب

معلوم ہوتا ہے کہ اسکے بعد حضرت زینب سے اور بھی نبھا نہ گیا اور شکر رنجی سے تلخ کامی کی طرف

[1] اصابہ ج ۸ صفحہ ۹۱ [2] ارشاد الساری شرح صحیح بخاری تصنیف معروف قسطلانی ج ۷ صفحہ ۲۳۲

شکایات بڑھتی گئیں حضرت زید نے کئی مرتبہ آکر ویسی ہی شکایت کی جس سے زینب کے فخر خاندانی کا پتہ چلتا ہے یعنی زید کے نزدیک آپ بدزبان تھیں آنحضرتؐ نے ہر مرتبہ انکو یہ کہہ کر واپس فرما دیا۔

امسك[1] عليك زوجك واتق الله — اپنی بی بی کو اپنے پاس رہنے دو اور خدا سے ڈرتے رہو

مگر زید کے شکایات اس انتہا پر پہونچ گئے تھے کہ وہ زینب کے ہمراہی پر راضی نہ ہوسکے اور آخر طلاق کی نوبت آگئی اور ایک سال بعد طلاق ہوگیا۔

نکاح ثانی چونکہ حضرت زینب کی کفالت آنحضرتؐ ہی کے متعلق تھی اور آپکا نکاح بھی زید سے آنحضرتؐ کے حکم سے ہوا تھا پھر زینب آپ کی قریبی رشتہ دار بھی تھیں ان تمام اسباب نے ملکر آنحضرتؐ کو خود نکاح پر آمادہ فرمایا۔ یہ دانش نبوت ہی تھی جس نے پیام دینے کے لئے خود حضرت زید ہی کو تجویز کیا جسمیں دو مصلحتیں کھلی ہوئی ہیں ایک یہ کہ منافقین کے شبہ کیلئے کوئی دلیل باقی نہ رہے دوسرے خود حضرت زید کو بھی طلاق دینے کی ایک بلیغ سزا مل جائے چنانچہ زید نے سزا کی گرانی کو محسوس کیا اور اس پیام کا پہونچانا دل[2] پر بھاری نظر آیا آپ نے دروازہ حضرت زینب کی طرف پشت کرکے پیام پہونچایا حضرت زینب نے کہا کہ میں اسکا کوئی جواب نہ دونگی جسوقت تک کہ خدا حکم نہ فرمائے یہ کہکر آپ اپنے مصلے پر کھڑی ہوگئیں اور ادھر آنحضرتؐ پر وحی نازل ہوئی۔

واذ تقول للذي انعم الله عليه وانعمت عليه امسك عليك زوجك واتق الله وتخفي في نفسك ما الله مبديه وتخشى الناس والله احق ان تخشاه

(اے نبی) جب جس پر خدا نے اور تم نے انعام کیا تھا اس سے تم یہ کہتے تھے کہ اپنی زوجہ کو اپنے پاس رہنے دو اور خدا سے ڈرو اور جو کچھ تم اپنے دل میں چھپائے ہوئے ہو خدا اسکو ظاہر کرنیوالا ہے تم لوگوں (منافقین) کی (افواہوں) سے ڈرتے ہو حالانکہ خدا اسکا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے ڈرا جائے۔

وتخفی فی نفسك[3] الآیۃ کی تفسیر میں سید الساجدین امام زین العابدین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں

[1] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۷۱ [2] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۶۳ [3] تفسیر قمی و صافی سورۂ احزاب ۱۲

کہ خدا نے آنحضرتؐ کو بتادیا تھا کہ (آخر) زینب تمہارے ازواج میں داخل ہونگی پھر بھی آنحضرتؐ اُس محبت کی وجہ سے جو آپ کو زید سے تھی برابر طلاق کے لئے منع فرما رہے تھے اس قول کو حضرت زید بن علیؓ کے طریقے سے قسطلانی نے شرح بخاری شریف میں بھی نقل کیا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ خدا اپنے انبیاء کو واقعات آئندہ کی خبریں دیتا رہا ہے جسکو یہ خزینہ داران اسرار ہمیشہ محفوظ رکھا کرتے تھے۔

لیکن مجمع اصحاب میں باجماع امت وایہاے کلام الٰہی ایک گروہ منافقین کا بھی تھا اسکے آثار کتب سیر واحادیث پر آجتک موجود ہیں چنانچہ کلام مجید کے ان شفاف وروشن الفاظ کے معانی کو پیچیدہ کرنے کیلئے یہ واقعہ بھی درج ہوا ہے کہ آنحضرتؐ[1] ایک روز زید کی تلاش میں اُنکے گھر پر تشریف لائے حضرت زید تو نہ تھے البتہ جب زینبؓ کو خود آنحضرتؐ کے تشریف لانے کی اطلاع ہوئی تو آپ بے اوڑھے لپیٹے دروازے پر آئیں اور عرض کی کہ زید تو نہیں ہیں مگر آپ گھر میں تشریف لائیں آپ گھر میں تو تشریف نہ لیگئے مگر زینب پر نگاہ پڑتے ہی فوراً منھ پھیر کر کھڑے ہو گئے۔

فولی وھو یھمھم لا یکاد یفھم منہ الا ربما اعلن سبحان اللہ العظیم سبحان اللہ مصرف القلوب	آپنے پیٹھ پھیر لی اور آپ نرم آواز سے منھ ہی منھ میں کچھ کہہ رہے تھے جسے آپ کا مفہوم نہ سمجھا جا سکتا تھا ہاں اتنا جسقدر آپ ظاہر کر رہے تھے (یعنی) خدائے بزرگ پاک و پاکیزہ ہے دلوں کا پلٹا دینے والا پاک و پاکیزہ ہے

پھر آپ واپس ہوئے تو زید بھی اس واقعہ کو زینب سے معلوم کر کے حاضر خدمت ہوئے اور کہنے لگے لعل زینب اعجبتک فافارقھا، شاید آپ کو جمال زینب نے تعجب میں ڈال دیا اسلئے میں اُن کو چھوڑے دیتا ہوں

یہ ناشدنی واقعہ نہ صرف ایک فسانۂ عشق کی تمہید بتاتا ہے بلکہ آنحضرتؐ کی دیانت کو ملیامیٹ کئے دیتا ہے اور چند قسم کے شبہ آریا و مسیحی فرقوں کے لیے پیدا ہوتے ہیں جو درحقیقت

[1] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۷۱

اصحاب کے تمام افراد پر ایمان لانے کا نتیجہ ہے۔

(۱) آنحضرتؐ نے جمال زینب دیکھا اور بے اختیار ہوگئے (۲) زید کو ناگوار ہوا اور انھوں نے روک رکھنے کے حکم کو رد کر کے طلاق دیدیا یا عشق کے زور سے حضرت زید سے ناجائز دباؤ ڈالکر طلاق لینے میں کامیابی حاصل کی۔

الجواب (۱) آنحضرتؐ نے زینب کو دیکھا یہ کوئی قابل الزام بات نہیں ہے اسلئے کہ اسوقت تک آیۂ حجاب نہ اتری تھی اور تمام مسلمان عورتیں اسی رنگ میں تھیں جس میں آج آریا و عیسائی عورتیں پائی جاتی ہیں ان عورتوں کو نہ اسٹیج پر ناچتے دیکھنا ممنوع ہے نہ گنگا مائی میں یا ایک ساریاں باندھکر غوطہ زنی میں دیکھنا معیوب اور اگر ممنوع یا معیوب ہوتا تو انکی کوئی روک ٹوک ہوتی۔ اگرچہ اسلام کی ابتدا ہی سے اسکے پیرووں کی یہ شرمناک زندگی نہ تھی مگر پردہ نہونے سے پہلے ان کو بازاروں اور مکانوں میں بے نقاب ضرور دیکھا جاتا تھا بلکہ نزول حجاب کے بعد بھی جب تک مردوں کے ذہن سے صورتیں فراموش نہیں ہوئیں اسوقت وہ نقاب پر بھی پہچان لیتے تھے چنانچہ حضرت عمر نے حضرت سودہ کو اسوقت پہچان لیا جب وہ رفع حاجت کو جارہی تھیں اور حضرت عائشہ کو معاملۂ افک میں پہچان لیا گیا جب وہ زیر شجر آرام کررہی تھیں لہذا صرف دیکھ لینا تو کسی حالت میں ممنوع نہ تھا پھر ہمارے مہذب رسولؐ کی تہذیب دیکھو کہ نزول حجاب سے پہلے بھی آپ نے عورت سے چار آنکھ کر کے بات کرنا پسند نہ کی بلکہ پیٹھ پھیرلیا اور شوہر کی عدم موجودگی میں گھر میں جانے سے بھی انکار فرمادیا۔

البتہ آپ پر جمال زینب کا موثر ہونا اگرچہ اپنے مقام پر یہ بھی درست ہے اسلئے کہ ہر اچھی چیز انسان کو اچھی اور بری چیز بری معلوم ہوتی ہے موثر سے فقدان اثر او رموثر میں تاثر کا نہونا درحقیقت قابل مذمت ہے اگر آگ میں حرارت نہو تو وہ بیکار ہے اگر دست انسانی اس سے نہ جلے تو وہ پتھر ہے البتہ اسکا بے محل صرف کیا کہا جا سکتا ہے جس کا پتہ کسی تاریخ وحدیث میں نہیں ہے۔

اسکے بعد اگر ہم فقط اثر ہی کو بڑا مان لیں تو اسکا بھی کھلا ہوا جواب موجود ہے اسلئے کہ اس قسم کے اثر پہلے نظارہ میں ہوا کرتے ہیں اور آنحضرتؐ نے زینب کو آج پہلی مرتبہ نہ دیکھا تھا بلکہ اسوقت زینب اپنی عمر کے پینتیسویں[۱] زینہ پر تھیں جبکہ شباب ڈھل رہا تھا اور آفتاب جمال لب بام آچکا تھا آنحضرتؐ نے تو زینب کی ابتدائے عمر سے کفالت فرمائی تھی اور جب انکا عنفوان شباب تھا اسوقت دیکھا تھا آج تو وہ دوہا جو تھیں آپ نے اسوقت دیکھا تھا جب وہ کنواری تھیں نہ اسوقت ان سے نکاح میں منافقین کی افواہوں کا اندیشہ کیا جا سکتا تھا اور نہ کوئی شخص مزاحم ہی ہو سکتا تھا جب اسوقت آنحضرتؐ نے زید کے ساتھ نکاح کر دیا تو اسوقت جمال زینب سے بیتاب ہو کر طلاق دلوانے پر آپ کا آمادہ ہونا بالکل بے دلیل بات ہے۔

غزوۂ بنی مصطلق[۲] و نکاح[۳] ام سلمہؓ کے بعد یہ نکاح ماہ ذیقعدہ ۵ھ میں واقع ہوا اور حسب دستور قدیم حضرت عائشہ کو اسپر بھی ملال کرنا پڑا چنانچہ

قالت[۴] عائشۃ فاعنی لی ما قرب و ما بعد لھا یبلغنا من جمالھا و اخری ھی اعظم و اشرف ما صنع لھا زوجہا اللہ من السماء و قلت ھی تفخر علینا بھذا۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ انکے جمال کی جو خبر مجکو پہونچی تھی اوسنے نزدیک و دور سے مجھے گھیر لیا اور دوسری بات اس سے بھی زائد بزرگ اور بلند تھی اور وہ یہ ہے کہ خدا نے انکا نکاح آسمان سے آنحضرتؐ کے ساتھ کیا اور میں اپنے دل میں کہتی تھی کہ وہ ہم پر فخر کرینگی۔

نکاح کے بعد اچھی خاصی دھوم دھام سے ولیمہ کیا گیا جس میں روٹی[۵] سالن کا اہتمام تھا اور ایسا ولیمہ کسی بی بی کے نکاح میں آنحضرتؐ نے نہ کیا تھا آپ نے اس نکاح کا کافی اعلان فرمایا اور یہ بھی منافقین کی سوءظنی مٹانے کی ایک دلیل ہے۔ انسان کا قاعدہ ہے کہ فعل اگر مکروہ ہوتا ہے تو اسکو پوشیدہ کرنا چاہتا ہے اور امر خیر کا اعلان کرتا ہے چونکہ آنحضرتؐ نے اس نکاح سے رسم جاہلیت کی بیخ کنی فرمائی تھی اسلئے اسکو شہرت دینے کے اسباب بھی جمع فرمائے تھے۔

---

[۱] آنحضرتؐ سے نکاح کے زمانے میں آپ کا سن پینتیس سال کا تھا اصابہ ج ۸ ص ۹۳ [۲] طبقات ج ۸ ص ۱

[۳] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۶۳ [۴] اصابہ ج ۸ ص ۹۲ [۵] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۶۳

ولیمہ کے لئے وہ طعام تجویز ہوا تھا جو عرب کو خصوصیت سے مرغوب تھا اور دعوت بھی عام فرمائی گئی
تھی چنانچہ انس نے آنحضرت صلعم کے حکم سے پہلے مسجد کے موجودہ اشخاص کو بھیجا اور پھر راستے پر جو
لوگ ملے اُنکو بھی حاضر خدمت کیا اگرچہ وہ کھانا خود اسقدر نہ تھا کہ اتنا بڑا مجمع اُس سے سیر ہوتا
مگر برکت دست رسالت نے اس کمی کو پورا کیا جسکو حضرت انس اُن عجائبات میں شمار کرتے تھے
جنکو آنحضرت صلعم کی خدمت میں رہ کر دیکھا تھا حضرت انس کے لئے یہ واقعہ محیر العقول واقعات میں سے
تھا چنانچہ آپ نے اپنی والدہ سے متعجب ہو کر یہ حکایت بیان کی تو انھوں نے فرمایا کہ اگر آنحضرت صلعم
چاہتے تو اتنے ہی کھانے میں تمام اہل مدینہ کو سیر کر دیتے اہل ولیمہ گروہ گروہ کر کے آتے تھے اور کھا کر
دوسروں کے لئے جگہ خالی کر دیتے تھے جب آخری گروہ بھی کھا چکا اور دسترخوان بڑھایا جا چکا تو کچھ
حضرات بیٹھے باتیں کرتے رہے آنحضرت صلعم نے اُنکے بھی چلے جانے کا ایک حد تک انتظار فرمایا
مگر انھوں نے اُٹھنے کی گویا قسم کھالی تھی وہ اُسی طرح بیٹھے آپس میں باتیں بنا رہے تھے
ان بزرگوں کی تعداد نہیں معلوم وہ کتنی باتیں اور نہ عنوان بحث سے ہم کو آگاہ کیا گیا ہے
لیکن قرینہ بتاتا ہے کہ نکاح زینب کی جگتو نیت پر ہوتا ہوگا اسلئے کہ منافقین نے یہ کہنا
شروع کر دیا تھا کہ آنحضرت صلعم ہمکو تو ہماری اولاد کے ازواج سے نکاح کرنے کو منع کرتے ہیں اور
خود زید بن محمد کی زوجہ سے نکاح کر لیا (جس اتہمت کو خدا نے ممنوع قرار دیا تھا) آنحضرت صلعم
اُس محفل سے خود اُٹھکر ٹہل رہے تھے اور خانہ ازواج تک جا کر کئی بار واپس ہوتے تھے
مگر ان نامعلوم الاسم حضرات کو اُسیطرح گفتگو میں محو پاتے تھے تہذیب رسالت اسکو گوارا
نہ کرتی تھی کہ آپ خود اُٹھادیں اسلئے ٹہل ٹہل کر وقت گزار رہے تھے آخر یہ آیت نازل ہوئی۔

یا ایھا الذین امنوا لا تدخلوا بیوت النبی — اے ایمان لانے والو نبی کے گھر میں نہ جاؤ سوا اسکے کہ تمکو
الا ان یوذن لکم الی طعام غیر ناظرین — کھانے کے لئے اجازت دیجائے مگر اُنکے برتنوں کو نہ دیکھنے رہو
اناہ ولکن اذا دعیتم فادخلوا فاذا طعمتم — لیکن جب بلائے جاؤ تو جاؤ اور جب کھا چکو تو متفرق ہو جاؤ

لہ قسطلانی و طبقات ابن سعد ۱۲

فانتشروا ولا مستانسین لحدیث ان ذلکم کان یوذی النبی فیستحی منکم واللہ لا یستحی من الحق واذا سالتموھنّ فسئلوھنّ من وراء الحجاب ذلکم اطھر لقلوبکم وقلوبھنّ

اور باتوں میں نہ لگے رہو یقیناً (یہ بات) نبی کو تکلیف دیتی ہے اور وہ تم کو (گھر سے نکال دینے میں) شرماتے ہیں اور خدا حق بات میں شرم نہیں کرتا اور جب تم ازواج نبی سے کچھ مانگو تو پردے کے پیچھے سے کیونکہ یہ بات تمھارے اور اُن کے (دونوں کے) دلوں کی پاک کرنے والی ہے۔

یہی آیت آیت حجاب کے نام سے دُنیائے اسلام میں مشہور ہے اور اسکے نازل ہونے کے بعد آنحضرت نے اسقدر جلد اپنے دروازے پر پردہ باندھا ہے کہ بقول انس آپ کا ایک پائے مبارک دہلیز کے اسطرف تھا اور ایک اُس طرف اسی آیت حجاب کے لئے تمام علمائے اہلسنت کا اتفاق ہے کہ یہ آیت حضرت عمر کی سبب سے نازل ہوئی چنانچہ علامۂ قسطلانی نے ایک طویل فہرست اُن آیات کی جمع کی ہے جن کا نزول حضرت عمر کے بدولت ہوا وجہ نزول البتہ مختلف ہے کوئی کہتا ہے کہ جب حضرت عمر نے حضرت سودہ کو رفع حاجت کے لئے جاتے ہوئے ٹوکا اُسوقت آیت حجاب نازل ہوئی (حضرت سودہ نے حضرت عمر کی آنحضرتؐ سے شکایت کردی تو آپ نے فرمایا کہ تم کو قضائے حاجت کے لیے نکلنے کی اجازت ہے[۱] اور کوئی کہتا ہے کہ آپ نے ازواج نبی کے لیے پردہ کی تجویز آنحضرتؐ کے سامنے پیش فرمائی تھی اُسکی تائید آیت حجاب نے کی لیکن یہ آیت حجاب باتفاق مفسرین بتاتی ہے کہ وہ ولیمہ نکاح زینب کی یادگار ہے اور اسمیں بھی شک نہیں کہ کچھ لوگ خانہ نبی میں دل لگا کر بیٹھ گئے تھے جنکے اُٹھا کو یہ آیت نازل ہوئی۔ اب جو ہم ان واقعات کی ترتیب دینے بیٹھیں گے تو مجبوراً اقرار کرنا پڑیگا کہ ان بیٹھ رہنے والوں میں حضرت عمر سب سے مقدم تھے۔

آنحضرتؐ سے زینب کے تعلقات بقول ام المومنین ام سلمہؓ آنحضرتؐ زینب کو بہت چاہتے تھے حضرت زینبؓ بھی آپ کو بیحد چاہتی تھیں کہا جاتا ہے کہ آنحضرتؐ نے ذیحجہ سے ماہ صفر تک

---

[۱] قسطلانی ج ۷ صفحہ ۲۲۲ [۲] اصابہ ج ۸ صفحہ ۹۳ [۳] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۴۶۳

زینب کے یہاں آنا جانا ترک فرما دیا تھا اسلیے کہ انھوں نے حضرت صفیہ کو یہودیچی کہا تھا لیکن درحقیقت ازواج نبی کے پارٹیشن نے یہ الزام غریب زینب کے سر تھوپا ہے اسلئے کہ کہ اگر یہ خطا اسی سزا کے لائق تھی تو حضرت عائشہ وحفصہ کو بھی اس سے محروم نہ رہنا چاہیے تھا بلکہ انکو اس سزا کا استحقاق زیادہ تھا کیونکہ حضرت صفیہ کو یہ لقب سب سے پہلے انہی دونوں بی بیوں نے عطا فرمایا تھا جیسا کہ علامہ ترمذی وغیرہ نے لکھا ہے اور انشاء اللہ حضرت صفیہ کے حالات میں میں بھی اسکو نقل کرونگی ایک ہی خطا پر آنحضرت سے عادل کا ایک کو سزا دینا اور دوسرے سے چشم پوشی فرمانا نا قابل قبول بات ہے۔

یہی حضرت زینب ہیں جنھوں نے پیمانۂ محبت سے دل کو لبریز پا کر جام شہد آنحضرت کی خدمت میں پیش فرمایا تھا اور حضرت عائشہ وحفصہ نے تلخ کام ہوکر آنحضرت کے سرچشمۂ وحی (دہن مبارک) سے بوئے بد کو منسوب کیا تھا جیسا کہ میں بیان کر چکی ہوں

حضرت زینب سخت مطیع واطاعت گزار منظمہ تھیں آنحضرت کے بعد آپ نے کوئی حج نہیں[1] فرمایا اور فرمایا کرتی تھیں کہ ہم حج وعمرہ سب کچھ کر چکے ہکو خدا نے بیٹھنے کا حکم دیا ہے لہذا اسہم اپنی سواری کو حرکت نہ دینگے جبکہ ہم آنحضرت سے ممانعت بھی سن چکے ہیں یہ واقعہ حضرت زینب کی حیات کا ہے جو جنگ جمل سے برسوں پہلے نیکنامی سے ختم ہو چکی ورنہ کہا جاتا کہ یہ تقریر حضرت عائشہ کے ردعمل کے طور پر استعمال کی گئی ہے۔

ایک روز آنحضرت کی خدمت[2] میں کچھ قابل تقسیم مال رکھا ہوا تھا اور آنحضرت اوسکو تقسیم کر رہے تھے اسمیں حضرت زینب بھی کچھ بولیں فانتھرھا عمر حضرت عمر نے ڈانٹ بتائی آنحضرت نے فرمایا اے عمر انکو چھوڑ دو یہ خدا سے ڈرنے والی عورت ہیں میں نہیں جانتی کہ حضرت عمر کا ازواج نبی کے ساتھ ڈانٹ ڈپٹ کرنا صحیح تھا یا نہیں اور کسی زوجہ کو ڈانٹنا اوسکے شوہر کیلیے کہانتک باعث عزت ومسرت ہو سکتا ہے

---

[1] مسند امام احمد حنبل ج ۶ ص ۳۲۴ [2] اصابہ ج ۸ ص ۹۳

حضرت زینب کی منزلت و فخر حضرت عائشہ[1] فرماتی ہیں کہ آنحضرت کے سامنے حسن و منزلت میں صرف زینب ہی میری برابری کرتی تھیں اور کہا کرتی تھیں

ان ابا کن انکحکن وان اللّٰہ انکحنی (اے ازواج نبی تمہارے باپوں نے آنحضرت سے تمہارا نکاح کیا ہے اور میرا نکاح خدا نے کیا ہے) اور میرے سبب سے آیۂ حجاب نازل ہوئی ایاہ و بسببی نزل الحجاب

امام رضا علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں کہ صرف تین نکاحوں کا اہتمام خدا نے فرمایا اول نکاح آدمؑ و حواؑ دوسرے نکاح حضرت زینبؓ و آنحضرت تیسرے نکاح علیؑ و فاطمہ۔

حضرت زینب سے بہت سے صحابہ و تابعین نے آنحضرت کی حدیثیں سنی ہیں انہیں خاص کر حضرت زینب کے بھتیجے محمد بن عبداللہ و ام المومنین ام حبیبہ زینب بنت ابی سلمہ و کلثوم بنت المصطلق قابل الذکر ہیں۔

آپ کی سخاوت آنحضرت نے خبر دی تھی اسرعکن لحوقابی اطولکن یدا (سب سے پہلے تم میں سے وہ بی بی مجھ سے ملے گی جس کا دست خیر دراز ہے) اور اس سے مقصود حضرت زینب تھیں کیونکہ آپ کثیر الصدقات تھیں لطف یہ کہ بیت المال یا نذرانوں کی آمدنی خرچ نہ کرتی تھیں بلکہ آپ خود کاریگر تھیں اور اپنے قوت بازو[2] سے جو پیدا کرتی تھیں وہ سب کا سب صدقہ میں دیتی تھیں۔

حضرت عمر صرف حضرت عائشہ کو بارہ ہزار درہم سالانہ دیا کرتے تھے اور تمام ازواج کو دس ہزار ملا کرتے تھے چنانچہ آپ کو جو دس ہزار درہم بھیجے گئے[3] آپ نے وہ سب کے سب خیرات کر دئے اور دعا فرمائی کہ خداوندا آیندہ سال عطائے عمر لینے کے لیے مجھے زندہ رکھنا چنانچہ حضرت عمر نے جو کفن آپ کے لیے بھیجا تھا اسکو بھی حسب وصیت صدقہ دیدیا گیا۔

ایک روایت[4] میں ہے کہ آپ نے اپنی عمر میں صرف ایک ہی مرتبہ یہ رقم پائی تھی

۱؎ اسد الغابہ ج ۵ ص۴۶۳ ۲؎ اصابہ ج ۸ ص۱۲۴ ۳؎ اسد الغابہ ج ۵ ص۴۶۵ ۴؎ طبقات ابن سعد ج ۸ ص۷۸

جسکے بعد آپ نے دعا فرمائی کہ آئندہ سال میں اس مال کے لینے کے لیے زندہ نہ رہوں کیونکہ یہ فتنہ ہے اور اوس تمام مال کو آپ نے تقسیم فرما دیا جب حضرت عمرؓ کو یہ خبر ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ وہ عورت اس سے نیکی چاہتی ہے پھر آپ دروازے پر تشریف لائے اور سلام کے بعد کھلوایا کہ مجھے معلوم ہوا کہ آپ نے اوس سب مال کو تقسیم کر دیا اب یہ دس ہزار اور حاضر ہیں اسکو اپنے صرف میں لائیے لیکن حضرت زینب نے اوس مال کو بھی اپنے اوپر صرف نہیں کیا بلکہ تقسیم کر دیا اسی سخاوت کی وجہ سے حضرت زینبؓ نے اپنے بعد سوا مکان کے ایک پیسہ نہیں چھوڑا مگر اسی مکان کو بھی ولید بن عبد الملک کے ہاتھ پچاس ہزار درہم کو بیچ لیا گیا

صدق گفتاری واقعہ افک میں آنحضرتؐ نے ان سے بھی حضرت عائشہ کی صفائی کے متعلق گواہی لی تھی اور حضرت زینب کی بہن حمنہ اس واقعہ میں منافقین کے الفاظ دہرا رہی تھیں مگر آپ نے حضرت عائشہ پر جھوٹا الزام نہیں لگایا اور آپ کا دامن داغ کذب و حسد سے پاک رہا چنانچہ حضرت عائشہ آپکی ممنون اور کبھی کبھی آپ کی تعریف بھی فرماتی رہتی ہیں

قالت عائشة[۵۱] ما رأیت امرأة قط	حضرت عائشہ فرماتی تھیں کہ میں نے کبھی کوئی عورت نیک مذہب
خیرا فی الدین من زینب واتقی الله	اور خدا سے ڈرنیوالی اور سچ بات کہنے والی اور اپنے قرابت داروں سے
واصدق حدیثا واوصل للرحم	سلوک کرنے والی اور امانت دار۔ اور صدقہ بزرگ ادا
واعظم امانة وصدقة	کرنے والی زینب سے زیادہ نہیں دیکھی۔
عن[۵۲] ام سلمة قالت کانت زینب	حضرت ام سلمہ فرماتی تھیں کہ زینب نکوکار اور بہت
صالحة صوامة قوامة صناعا	زیادہ نماز روزہ ادا کرنے والی اور کاریگر تھیں اور جو کچھ پاتیں
تصدق بذلك کله علی المساکین	کرتی تھیں وہ سب غریبوں پر تصدق کر دیتی تھیں۔

حضرت زینب کے[۵۳] روز وفات حضرت عائشہ نے افسوس کے لہجہ میں فرمایا کہ آج ہم میں سے یتام اور بیوؤں کی پناہ دینے والی اوٹھ گئی۔

۵۱ ایضاً صـ۲۹۱ ۵۲ اسد الغابہ ج ۵ صـ۴۶۵ ۵۳ اصابہ ج ۸ صـ۹۳ ۵۴ ایضاً

وصیت و وفات [1] آپ نے پچاس برس کی عمر میں بعہد حضرت عمرؓ سنہ ۲۰ھ سنہ فتح مصر میں انتقال فرمایا ازواج آنحضرت میں سے سب سے پہلے انتقال انہی معظمہ کا ہوا ہے آپ نے وفات سے پہلے وصیت فرمائی تھی کہ میری میت تابوت میں اوٹھائی جائے اور ایک روایت [2] میں ہے کہ آپ نے اوس سریر پر لاش اوٹھانے کی وصیت فرمائی تھی جسپر آنحضرت کا جسد مبارک قبر تک لیجایا گیا تھا اور فرمایا تھا کہ اسی سریر کو تابوت کی صورت لیا جائے اور آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنا کفن مہیا کر [3] رکھا ہے لہذا حضرت عمرؓ جو کفن بھیجیں وہ تصدق کر دیا جائے

جس روز حضرت زینبؓ نے انتقال فرمایا اوس دن سخت گرمی تھی چنانچہ آپکی قبر پر ایک [4] خیمہ بحکم حضرت عمرؓ آراستہ کیا گیا تھا قبر جنت البقیع میں حضرت [5] عقیل کے مکان سے قریب بنائی گئی جنازہ کے ہمراہ بڑا مجمع تھا آپ کے بھائی ابو احمد بن جحش آپ کے تابوت کو سہارا دیے ہوے روتے جاتے تھے حضرت عمرؓ [6] نے جب آپ کے رونیکی آواز سنی تو حسب معمول ڈانٹا [7] کہ اے ابو احمد جنازے کو چھوڑ دو نا کہ اور لوگ بھی کاندھا دیں ابو احمد نے انکار کر دیا قبر کے قریب میت آئی تو حضرت عمرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور قبر میں [8] بھی خود اوتارنے کا ارادہ فرمایا گویا آپ ازواج نبی کے محرم بھی تھے مگر غنیمت ہے کہ حضرت ام سلمہ وغیرہا نے آپ کو اجازت نہ دی اور اُسامہ بن [9] زید اور آپ کے بھتیجوں محمد بن عبد اللہ بن جحش و عبد اللہ بن ابی احمد بن جحش نے قبر میں اوتارا قبر پر کھڑے ہو کر حضرت عمرؓ نے تقریر [10] ذیل فرمائی

قال [11] انی ارسلت الی النسوۃ	حضرت عمرؓ نے کہا کہ میں نے عورتوں (ازواج
(ازواج النبی) حین مرضت	نبی) کے پاس پیغام بھیجا جب یہ عورت (حضرت
ھذہ المرأۃ ان من یمرضھا	زینب) بیمار ہوئیں

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۸ صفحہ ۷۷ [2] استیعاب صفحہ ۷۴۹ [3] اصابہ ج ۸ صفحہ ۹۳ [4] طبقات ج ۸ صفحہ ۸۰ [5] ایضا صفحہ ۸۰ [6] ایضا صفحہ ۸۰ [7] ایضا صفحہ ۷۹ [8] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۴۶۵ [9] طبقات ج ۸ صفحہ ۷۹

ويقوم عليها فارسلن لكن فرايت ان قد صدقن ثم ارسلت اليهن حين قبضت من يغسلها ويحنطها ويكفنها فارسلن نحن فرايت ان قد صدقن ثم ارسلت اليهن من يدخلها قبرها فارسلن من كان يحل له الولوج عليها في حياتها فرايت ان قد صدقن فاعتزلوا ايها الناس فنحاهم عن قبرها ثم ادخلها رجلان من اهل بيتها

کہ ان کی تیمارداری کون کریگا تو انھوں نے کھلوایا کہ ہم ہیں نے دیکھا کہ یہ سچ کہتی ہیں پھر جب ان کا انتقال ہوا تو میں نے پھر پیغام بھیجا کہ ان کو غسل وکفن وحنوط کون دے گا تو انھوں نے کھلوایا کہ ہم۔ میں نے دیکھا کہ یہ سچ کہتی ہیں پھر میں نے پیغام بھیجا کہ قبر میں ان کو کون اوتارے گا تو انھوں نے کھلوا بھیجا کہ ان کی زندگی میں جسکو ان کے سامنے داخل ہونا حلال تھا میں نے دیکھا کہ یہ سچ کہتی ہیں لہذا ای گروہ مردم ہٹ جاؤ یہ سنکر لوگ قبر سے ہٹ گئے اور حضرت زینب کے رشتہ داروں میں سے دو مردوں نے انکو قبر میں اوتا

فصل (۸)

ام المومنین حضرت جویریہ بنت حارث

نام ونسب } آپ کا پہلا نام برہ تھا[1] جسکو آنحضرت صلعم نے ناپسند فرمایا اور جویریہ نام رکھا آپ مشہور قبیلہ مصطلق کی باعزت خاتون تھیں باپ کا نام حارث بن ضرار تھا جو قبیلہ کا سردار تھے

نکاح } آپ کا پہلا نکاح مسافع بن صفوان[2] سے ہوا لیکن یہ غزوہ مریسیع میں مسلمانوں کے ہاتھوں سے قتل ہوے اور مسلمانوں کو مال غنیمت کی طرح ایک بڑا گروہ لونڈی غلاموں کا دستیاب ہوا اونہیں حضرت جویریہ بھی تھیں " تقسیم نے آپ کو ثابت بن قیس[3] کے حصہ میں پہونچایا چونکہ سردار قبیلہ کی دختر تھیں لونڈی بنکر رہنا پسند نہ فرمایا اور ثابت بن قیس کو زر فدیہ (کتابت) دینے پر آمادہ ہوئیں مگر اونھوں نے نواہ قیمہ سو نا طلب کیا جو اوسوقت آپ کے امکان میں نہ تھا حضرت جویریہ آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ نے ثابت کے معاہدہ اور اپنی ناداری کا اظہار فرمایا آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اگر تم راضی ہو تو تمھارا روپیہ دیکر میں تم سے نکاح کرلوں حضرت جویریہ راضی ہوئیں اور آنحضرت نے روپیہ دیکر جویریہ کے جذبۂ آزادی کو پورا کردیا حضرت جویریہ کے نکاح کا خبر جب مسلمانوں میں ہوا تو اون سبنے آنحضرت کی قرابت کا احترام واجب جانکر اپنے اپنے قیدی ازاد کردیے مسلمانوں کا یہ سلوک اونکی محبت کا بہترین شاہد ہے جو اونکو اپنے رسول سے تھی اسی بنا پر شیعہ طبقہ کربلا والوں کو مسلمان نہیں جانتا اسلیے کہ ان مسلمانوں کے جذبہ محبت سے اونکے اوس ظلم کی کوئی نسبت ہی نہیں رہتی جو اونھوں نے حضرت زینب[4] ام کلثوم کے ساتھ برتا ہے -

---

[1] طبقات ج ۸ صـ ۸۴ [2] استیعاب ج ۲ صـ ۷۳۱ [3] اسد الغابہ ج ۵ صـ ۴۲۰

یہ آزاد شدہ بنی مصطلق کے لوگ سات سو تھے جو سب کے سب حضرت جویریہ کے سبب سے اپنی کھوئی ہوئی دولت (آزادی) کے دوبارہ مالک ہوئے حضرت عائشہ فرمایا کرتی تھیں۔

قالت: ما رأیت امرأۃ اعظم برکۃ منہا علی قومہا یعنی جویریہ سے زیادہ اپنی قوم کیلئے کسیکو صاحب برکت نہیں دیکھا

ظاہراً یہ برکت حضرت جویریہ سے منسوب ہے لیکن درحقیقت آنحضرتؐ کے نکاح کی عمیق مصلحت واضح ہے اگر آپ صرف زر فدیہ دیتے تو حضرت جویریہ آزاد ہو جاتیں مگر اونکے قبیلہ کے قیدیوں پر کوئی خوشگوار اثر نہ پڑتا آنحضرتؐ نے ایک طرح حریت نوازی بھی کی یعنی جویریہ صرف اپنے لیے آزادی کی طالب نظر آئیں تو آپنے تمام قبیلہ کو آزاد کر چھوڑا ادھر تو یہ نکاح ہوا ادھر جویریہ کے باپ حارث[1] کو اپنی نور نگاہ کی فکر ہوئی بہت سے اونٹ اور مال لیکر مدینہ پہنچے کہ زر فدیہ دیکر رہا کرا لوں ان ہمراہی اونٹوں میں دو اونٹ نہایت عمدہ تھے جب وادی عقیق میں پہونچے تو آپ نے اون دونوں اونٹوں کو تو چھپا دیا اور آنحضرتؐ کی خدمت میں آکر تمام اسباب پیش کرنے لگے کہ یہ سب لیجئے اور جویریہ کو آزاد کر دیجئے آپنے مسکرا کر فرمایا کہ یہ سب تو ہے مگر وہ اونٹ کہاں ہیں جنکو وادی عقیق میں چھپا دیا گیا ہے حارث اس غیب دانی کو دیکھکر فوراً مسلمان ہو گئے انکو جویریہ کے نکاح کی خبر ہوئی نو بہت مسرور ہوئے اور بیٹی سے ملکر اپنی قوم کے ساتھ گھر چلے گئے حضرت جویریہ نہایت خوبصورت وخوب سیرت معظمہ تھیں زندگی کا زیادہ حصہ عبادت میں گذرتا تھا آنحضرتؐ نے آپکی عبادت سے خوش ہو کر یہ دعا تلقین فرمائی[2] سبحان اللہ سبحان اللہ عدد خلقہ سبحان اللہ رضی نفسہ سبحان اللہ رضی نفسہ سبحان اللہ زنۃ عرشہ سبحان اللہ زنۃ عرشہ سبحان اللہ مداد کلماتہ سبحان اللہ مداد کلماتہ

وفات[3] آپ نے بعمر ۶۵ سال ماہ ربیع الاول سنہ ۵۰ھ بعہد حضرت معاویہ اس جہان فانی کو وداع فرمایا مروان بن حکم نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئیں آپ سے اکثر احادیث بھی نقل ہوئیں ہیں جن کو حضرت عبد اللہ ابن عباس اور جابر انصاری وغیرہم نے نقل کیا ہے

---

[1] طبقات ج ۸ صفحہ ۸۴ [2] اسد الغابہ ج ۸ صفحہ ۴۲۱ [3] طبقات ج ۸ صفحہ ۹۴

فصل
(۹)
ام المومنین ام حبیبہ حضرت رملہؓ بنت ابی سفیان

نام ونسب رملہ نام ہے مگر آپ کی کنیت کی شہرت غالب ہے آپکے باپ ابوسفیان صخر بن حرب بن امیہ اور ماں صفیہ بنت ابی العاص حضرت عثمان کی سگی پھوپھی ہیں خاندان بنی امیہ نہ صرف آنحضرتؐ کا مدعی تھا بلکہ عموماً بنی ہاشم کا جانی دشمن تھا چنانچہ قریش کی تمام لڑائیوں میں حضرت ابوسفیان ہی سرکردہ ہوا کرتے تھے جنگ بدر واحد وخندق میں اطفائے نور نبوت کی ساری کاوشیں آپ ہی نے تمام کیں آپ ہی کی زوجۂ محترمہ حضرت ہندہ نے عم رسول حضرت حمزہؓ کا جگر کھایا اور انکو مثلہ کیا۔

نکاح ام حبیبہؓ کا پہلا نکاح عبیداللہ بن جحش کے ساتھ ہوا اور آپنے انھیں کے ہمراہ حبشہ کی ہجرت بھی فرمائی جہاں وہ لڑکی (حبیبہ) پیدا ہوئی جسکے نام سے آپکی کنیت ام حبیبہ مشہور ہوئی حبش میں جاکر عبیدہ مرتد ہوکر نصرانی ہوگیا اور شراب خواری کے لازمی نتیجہ کی بنا پر جلد ہلاکت سے سامنا کیا

لیکن حضرت ام حبیبہ مسلمان رہیں اور عدت کے بعد بے وارثگی کے دن گذرنے لگیں آنحضرتؐ نے عمرو بن امیہ ضمیری کو وکیل کرکے بادشاہ حبش کے پاس بھیجا اور نجاشی نے جعفر بن ابیطالبؓ اور دیگر مسلمانوں کی موجودگی میں نکاح پڑھوا دیا اور چارسو دینار مہر کے اپنے خزانے سے خالد بن سعید وکیل ام حبیبہ کو ادا کیے یہ نکاح سنہ ۶ھ میں ہوا اور ام حبیبہ اوسی زمانہ میں واپس ہوئیں جب آنحضرت خیبر میں تھے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت جعفر بن ابیطالبؓ کے ہمراہ تشریف لائیں کیونکہ انکا خیبر میں واپس آنا مشہور تر ہے اس موقع پر جعفر کا نام لینا

۱؎ اصابہ ج ۸ صفحہ ۱۴ ۲؎ ایضاً ۳؎ بحار الانوار ج حالات آنحضرت باب جمل احوال ازواجہ

لینا سوگند منافرت کا کفارہ دلوانا اسلیے کہ عامہ اہل سیران لانبوا الیکا نام شرحبیل بن حسنہ لکھتے ہیں[1]

صحیح مسلم میں ایک روایت ہے کہ ابوسفیان کی طرف اہل اسلام دیکھنا بھی پسند نکرتے تے اسلیے اس منافرت سے عاجز ہوکر ابوسفیان نے خود آنحضرت سے خواہش کی کہ آپ ام حبیبہ سے عقد فرمالیں ظاہر ہے کہ اس قرارداد سے حضرت معاویہ تک فائدہ پہونچا اور آپ کے فضائل میں جہاں اور بہت سی بے اصل وبنیاد باتیں ہیں وہاں خال المومنین کا ایک خانہ ساز لقب بھی شمار میں آتا ہے اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ آنحضرتؐ کی بیبیاں دیکر لوگ فائدہ اوٹھانا چاہتے تھے۔

سیر الصحابیات میں مولوی سعید صاحب انصاری اس روایت کی تنقیح فرماتے ہیں اور دوسری تاریخوں کا نام دُہراتے ہوے امام مسلم بن حجاج کی تحقیق اور صحاح ستہ کی اس جید کتاب کی آبرو پر پانی پھیرتے ہیں پھر لطف یہ کہ جس روایت کو مسند امام احمد بن حنبل سے نقل فرمایا جاتا ہے وہ وہی روایت ہے جسمیں نجاشی کا حبش میں ام حبیبہ کا آنحضرت سے نکاح کرنا اور چارسو دینار مہر میں ادا کرنا بتایا گیا ہے نیاز صاحب چونکہ مولانا موصوف ہی کی کتاب کو بالفاظ دیگر اپنا کرکے پیش کر رہے ہیں اسلیے ہر دو بزرگ اسی مذکورہ روایت کی صحت پر اصرار فرماتے ہوے چارسو دینار مہر کے حصہ روایت کو سہو راوی سے تعبیر کرتے ہیں کیونکہ آنحضرتؐ کے اکثر ازواج کا مہر چارسو درہم ہوا کرتا تھا مگر خدا گھبراہٹ کا بھلا کرے کہ دونوں صاحبونکو یہ خیال نہیں رہتا کہ جس روایت کا ایک حصہ رد کردیا جائے وہ کل کی کل قابل قبول نہیں رہتی اور مطروح ہوجاتی ہے یہ مسئلہ علم حدیث کا مانا ہوا مسئلہ ہے۔

پھر خدا جانے مولانا سعید صاحب انصاری کا وہ اعتبار جو صاحب استیعاب پر ہے اور جس نے اتنی ترقی کی ہے کہ آپ خلفا کے پیام نکاح حضرت سیدۂ عالم سے صرف اس بنا پر انکار کرتے ہیں کہ استیعاب میں نہیں ہے اسوقت کہاں رخصت ہوگیا اس لیے

---

[1] استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۴۹

صاحب استیعاب ام حبیبہ کا مقام نکاح مدینہ اور وقت ہجرت حبشہ کی واپسی پر بتاتے ہیں ظاہر ہے کہ مدینہ میں نکاح کا ہونا مسلم کی روایت کو تقویت دیگا اور حضرت عثمان کا دسترخوان ولیمہ اور اوسکی گوشت روٹی کھانے والوں کے ہاتھ سے دور نہ رہے گی غنیمت ہے کہ یہ عذر شیعہ طبقہ کی طرف سے نہیں ہے بلکہ آنحضرتؐ کے ولیمہ نکاح کا فضل حضرات اہلسنت ہی حضرت عثمان غنی کی بیاض فخر سے کم کر رہے ہیں نکاح ام حبیبہ کی خبر جب حضرت ابوسفیان کو دیگئی تو آپنے فرمایا[۱]

ذلك الفحل لايقدع انفه یہ شخص (بزرگ ہے) کبھی ذلیل نہ ہوگا۔

لیکن حضرت ام حبیبہ نے اپنے نکاح کا جو قصہ خود بیان فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ آپنے[۲] عبید اللہ کی زندگی میں ایک خواب دیکھا جسمیں عبید اللہ کی صورت مسخ تھی اوسی صبح کو عبید اللہ نے مذہب نصاریٰ قبول کیا اور آپ کو تعبیر خواب مل گئی مرگ عبید اللہ کے بعد آپ نے دوسرا خواب دیکھا جسمیں آپکو پکارنے والا ام المومنین کے لقب سے پکار رہا تھا آپ نے تعبیر دی کہ آنحضرتؐ مجھ سے نکاح کرینگے عدہ ختم ہوجانے کے بعد نجاشی نے اپنی کنیز ابرہہ کو حضرت ام حبیبہ کی خدمت میں بھیجا اور پیام نکاح دیا ام حبیبہ نے اس بشارت کے سلسلے میں ابرہہ کو چاندی کے کنگن اور چھاگل عطا فرمائی اور سعید بن العاص کو وکیل مقرر فرمایا نجاشی نے اہل اسلام کی موجودگی میں خطبہ نکاح پڑھا اور چارسو دینار اونڈیل دیے جسپر وکیل ام حبیبہ نے قبضہ کیا ام حبیبہ نے نکاح کے بعد زرمہر سے پچاس دینار[۳] ابرہہ کو اور عطا کرنا چاہے مگر اوس نے پہلے عطیہ کو بھی اسوقت واپس کردیا اور کہا کہ ہم کو بادشاہ نے قسم دی ہے کہ آپ سے کچھ نہ لیں جب ام حبیبہ نے اصرار کیا تو اوس نے عرض کیا کہ میں بھی اسلام لائی ہوں اور آپ سے صرف یہ حاجت رکھتی ہوں کہ جب آنحضرتؐ کی خدمت میں جائیگا تو میری تسلیم ضرور عرض کر دیجئے گا حضرت ام حبیبہ فرماتی ہیں کہ سامان سفر نجاشی نے کیا اور ابرہہ میرا ہاتھ بٹاتی رہی اور چلتے چلتے مجھ سے کہتی رہی کہ بھول نہ جائیے گا میری تسلیم ضرور کہدیجیے گا چنانچہ میں نے آنحضرتؐ کی خدمت میں آکر اوسکا سلام عرض کیا تو آپ نے فرمایا وعلیك السلام وعليها

۱؎ ایضاً صفحہ ۲؎ اصابہ ج ۸ صفحہ ۸۵ ۳؎ طبقات ج ۸ صفحہ ۶۹

السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عام حالات آپ میں مذہبیت کا پاس بہت زیادہ تھا ایک روز حضرت ابو سفیان[1] آپکے مکان میں آئے اور آنحضرت کے بچھے ہوئے فرش پر بیٹھنے لگے حضرت ام حبیبہ نے فوراً وہ بستر لپیٹ دیا، بوسفیان نے کہا کہ اے فرزند تم نے مجھ سے اس بستر کو عزیز کیا آپنے فرمایا کہ تم مشرک (بت پرست) اور نجس ہو اور یہ آنحضرت کا بستر ہے اس پر تمہاری جگہ نہیں ہے ابوسفیان نے کہا کہ میرے بعد تم بُرے شر میں گرفتار ہوگئی ہو معلوم ہوتا ہے حضرت ام حبیبہ شیعہ تھیں ورنہ ہندو بت پرستوں سے ہندوستانی اہلسنت اکل و شرب کیوں جائز رکھتے۔

حضرت ام حبیبہ نے ایک روز آنحضرت سے عرض کی کہ آپ میری بہن[2] سے عقد فرمالیجیے آپ نے فرمایا کہ کیا تم اس پر راضی ہو آپ نے عرض کی کہ میں کسی بہن کو شرکت خیر میں روکنا نہیں چاہتی آپنے فرمایا اونسے میرے لیے نکاح جائز نہیں ہے اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ میں سوتاپے کا رشک و حسد نہ تھا اور حضرت عائشہ سے آپ کی افتاد طبیعت بہت بہتر تھی۔

آپ نے آنحضرت م سے اکثر احادیث نقل کیں آپ بیان فرماتی ہیں کہ اہل یمن کے کچھ لوگ آنحضرت م کی خدمت میں آگئے[3] اور آپ نے اونکو فرائض و سنن کی تعلیم فرمائی پھر اون لوگوں نے عرض کیا کہ ہمارے یہاں گندم و جو کی ایک شراب تیار کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ شراب، وہنوں نے عرض کی کہ ہاں آپ نے فرمایا وہ ہرگز نہ پیو پھر دو روز کے بعد ادنھوں نے یہی سوال کیا اور پھر وہی جواب سنا پھر اونھوں نے چلتے وقت یہی سوال کیا اور آپ نے وہی جواب دیا اوسکے بعد اونھوں نے کہا کہ اگر اہل یمن تو اسکو ترک نہ کریں آپنے فرمایا جو ترک کرے اسکو قتل کر ڈالو یہ یاد رہے کہ نبیذی شراب جو کو کہتے ہیں جو خلفاء بنی امیہ و بنی عباس کی جان و روح تھی اور امام ابو حنیفہ نے اوسکو جائز بھی کر دیا تھا۔

آپنے آنحضرت[4] سے سنا تھا کہ من صلی فی یوم اثنی عشرۃ رکعۃ (جو دن میں بارہ رکعتیں

---

[1] اصابہ ج ۸ ص ۸۵ [2] مسند امام احمد بن حنبل ج ۶ ص ۲۹۱ [3] ایضاً ص ۴۲۷ [4] ایضاً ص ۴۲۶

تطوعا غیر فریضۃ بنی لہ بیت فی الجنۃ ۵۱: ۰ نماز واجب کے سنتی پڑھے اوسکے لیے جنت میں گھر بنتا ہے

آپ ہی سے یہ روایت بھی ہے من صلی اربعۃ[۵۲] جو شخص چار چار رکعتیں قبل و بعد نماز ظہر پڑھے خدا

رکعات قبل الظہر و اربعا بعدھا حرم اللہ علیہ النار اوس پر نار دوزخ کو حرام کرتا ہے

آپ ان نمازوں کی پابند تھیں اور اپنی زندگی بھر ترک نہیں فرمائیں قریب[۵۳] وفات آپنے

حضرت عائشہ کو بلاکر فرمایا کہ میرا آپ کا تعلق سوتاپے کا تھا لہذا مجھ سے جو خطا ہوئی ہو وہ معاف

فرمادیجے حضرت عائشہ نے معاف کیا اور اونکے لیے استغفار کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم نے مجھے

خوش کیا خدا تم کو خوش کرے یہی پیغام آپ نے حضرت ام سلمہ کے پاس بھیجا ہے مگر

حضرت نیاز نے انھی لفظوں کا ترجمہ کسی مصلحت سے بھلا دیا ہے۔

حضرت معاویہ نے جب اوس زیاد کو اپنا بھائی تسلیم کرلیا جسکا ولد الزنا ہونا اہل تاریخ

کو بے شک و ریب تسلیم ہے تو اوسنے مدینہ آنے کا قصد کیا اوسوقت ایک دانشمند نے اوسکو

نصیحت کی کہ اگر تم مدینہ گئے اور حضرت ام حبیبہ نے تمکو اپنا بھائی تسلیم کرکے بے نقاب تم سے

ملاقات کی تو آنحضرت کی عزت جائیگی ، ور اگر انھوں نے تمکو اپنے پاس نہ بلایا تو تم اولاد ابوسفیان

میں شمار نہ ہوسکو گے زیاد نے اس نصیحت کو پسند کیا اور حضرت ام حبیبہ کی حیات میں مدینہ نہیں آیا

وفات حضرت ام حبیبہ نے سنہ ۴۴ھ بعہد معاویہ[۵۴] مدینہ میں انتقال فرمایا مروان[۵۵] بن الحکم نے

نماز جنازہ پڑھائی تاریخ عاسہ کی یہ روایت بغور دیکھنے کے قابل ہے کہ حضرت سید الساجدین

امام زین العابدین[۵۶] نے اپنے مکان کا ایک گوشہ کھدوایا تو اوسمیں سے ایک پتھر نکلا جسپر لکھا

ہوا تھا کہ یہ قبر ہے رملہ بنت ابوسفیان بن صخر کی امام نے یہ دیکھا اوسکو بند کرادیا معلوم ہوتا ہے

کہ حضرت ام حبیبہ خانہ امیر المومنین علی بن ابیطالب میں دفن تھیں ازواج نبی میں کسی بی بی

کے انتقال میں اہل بیت نبی کا ذکر مطلقا نہیں لایا جاتا میں نہیں جانتی کہ یہ کیوں

---

۵۱ مسند امام احمد بن حنبل ج ۶ صفحہ ۴۲۶ ۵۲ اصابہ ج ۸ ص ۸۵ ۵۳ ایضاً ص ۸۵ ۵۴ ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۲۳ ۵۵ استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۵۱

اس کی دو ہی جواب ہو سکتے ہیں یا اہلبیت نبی ان کی حیات و ممات سے خود بے تعلق تھے یا یہ اوران کے رشتہ داروں سے ربط رکھنا پسند نہ کرتے تھے پہلا جواب روایت مذکورہ کے دیکھ لینے کے بعد مقبول نہیں رہتا یعنی اہلبیت اگر ان سے بے تعلق تھے تو خانہ امیر المومنین میں حضرت ام حبیبہ کی قبر ہونے کے کیا معنی ظاہر ہے کہ بے اجازت کیں مکان قبرستان نہیں بن سکتا مگر ارباب سیرۃ و تاریخ شاید عرصہ تک ان حضرات کا اتنا نام بھی نہ لے سکتے تھے کہ فقط یہ ذکر کرتے کہ فلاں شخص فلاں کی میت میں موجود تھا

فصل (۱۰)

امّ المومنین حضرت صفیہ بنتِ حُیّی بن اخطب

نام و نسب[1] آپ کا پہلا نام زینب[1] تھا مگر آپ اسیر ہو کر جو آنحضرت صلعم کے حصہ (صفی نبی یا بادشاہ کا حصہ) میں آئیں اسلیے صفیہ مشہور ہو گئیں آپ کے باپ حُیّی بن اخطب کی سیادت کے سامنے تمام عرب کے یہود سر خم تھے کیونکہ دنیاوی وجاہت کے ساتھ ساتھ کاشانۂ نبوت کا تعلق آپکے افتخار کا باعث تھا اب حضرت ہارون مشہور پیغمبر کی اولاد میں تھیں آپ کا قبیلہ بنو نضیر عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا آپ کی ماں کا نام ضرّہ بنت[1] سموأل تھا سموأل بنی قریظہ کے سردار و سید تھے بنو نضیر و بنو قریظہ ہم جد قبیلے تھے

حضرت صفیہ کی ریاست خاندانی وجاہت حضرت ہارون کے وقت سے یکے بعد دیگرے چلی آتی تھی چنانچہ علامہ جاحظ جو اہل سنت کے ایک بڑے وسیع عالم ہیں حضرت صفیہ کو انعامات الٰہی میں سے جانتے ہیں وہ لکھتے ہیں جو نسلوا نبیا[2] اور نسلاً سلاطین کی بیٹی تھی اوسکو خدا نے آنحضرت صلعم کی کنیزی کا شرف عطا فرمایا لیکن میرے نزدیک حریت نواز رحمۃ للعالمین پیغمبر کو صفیہ کی کنیزی پر کوئی فخر نہ تھا بلکہ آپ کے لیے بہترین فخریہ تھا کہ ایسے اولوالعزم خاندان کی مصیبت زدہ خاتون کو آپ نے کنیزی کی ذلیل حیات سے آزادی دیکر عرب کی بیگموں کی کھلی ہوئی زندگی عطا فرمائی علامہ جاحظ مذکورہ لفظوں میں معذور ہیں اسلیے کہ پایۂ تخت خلافت سے آپکا ربط مذہبی ظاہر ہے اور درحقیقت قتل و غارت و نہب و اسیر وغیرہ ہی وہ کارنامہ خلافت ہیں جن پر شہرت کا دار و مدار ہے میرے نزدیک اسلام نے یہ سب کچھ حسب ضرورت جائز رکھا تھا ورنہ اوسکا تبلیغی نقطہ عمل محبت سے

[1] زرقانی ج ۳ صفحہ ۲۵۴ [2] ناسخ التواریخ جلد ۶ صفحہ ۲۶۲ [3] زرقانی ج ۳ صفحہ ۳۰۵

شروع ہو کر محبت ہی پر تمام ہوتا تھا لیکن مجبوری یہ ہے کہ خلافت کے پاس اسباب وجاہت میں صرف یہی عمل ہے ورنہ اس زرنار پردے کے بعد۔۔۔

نکاح آپ کا پہلا نکاح سلام بن مشکم القرظی[1] سے ہوا لیکن انھوں نے کسی وجہ سے طلاق دیدیا اور کنانہ بن ابی الحقیق سے دوسرا نکاح ہوا اسی زمانہ میں آپ کنانہ کے زانو پر سر رکھے آرام کر رہی تھیں کہ آپ نے خواب میں ملاحظہ فرمایا کہ چودھویں[2] کا چاند میری گود میں آگیا ہے کنانہ سے یہ خواب بیان فرمایا تو اوسنے آپ کے ایسا طمانچہ لگایا کہ آنکھ میں نیل پڑگیا اور نرگس منتظر نرگس بیمار بنی کنانہ نے کہا کہ تم کو اس ملک عرب (آنحضرت) کی تمنا ہے العذری اسلام کی ضو پاشی کہ ابھی قلعہ قموس کا کوہ وقار دروازہ بند تھا مگر اوسکی کرنیں دل میں گھر کر رہی تھیں حضرت صفیہ کی آنکھ کا یہ نیل آنحضرت کے دیکھنے کے لیے باقی تھا آپ نے اسی سند محبت کو دیکھکر واقعہ پوچھا ہے

اسیری وعروسی کے سیل ایمان نے جب خیبر کو نقش برآب کر کے دنیا کے دامن سے اس داغ کو دھو ڈالا اور کنانہ ومرحب وحارث وحُیّ بن اخطب وغیرہ ذوالفقار حیدری کی رونمائی میں نقد جان سپرد کر چکے تو بہت سے مال کے ساتھ لونڈیاں اور غلام بھی مسلمانوں کے ہاتھ آئے قلعہ کو تنہا قلعہ گیر علیؓ نے فتح کیا جسمیں مسلمان دور دور اور مجبور تھے مگر غلام گری وکنیز گیری میں علی کی جگہ دوسروں کے نام نظر آتے ہیں یعنے اپنا اپنا کام سبنے انجام دیا۔

حضرت صفیہ اور آپکی بہن کو ایسے راستے سے لایا گیا جدھر آپ کے بھائی، باپ، شوہر کی لاشیں خاک وخوں میں غلطان پڑی ہوئی تھیں حضرت صفیہ کی بہن اس منظر کو دیکھ کر تاب نہ لائیں اور چیخیں مار کر رونے لگیں حضرت صفیہ نے بہت ضبط کیا مگر پھر بھی جب آنحضرت کی خدمت میں پہونچیں تو چہرے کا رنگ اوڑ کر فریاد کرنے لگا اور دست وپا کی تھرتھری داستان غم سنانے لگی آنحضرت نے اس عالم کی وجہ پوچھی تو صفیہ نے عرض کی کہ مجھے اوس راہ سے لائے ہیں

[1] ایضاً [2] ایضاً ص۳۰۰

جدھر حضرت صفیہ کے رشتہ داروں کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں آنحضرت ﷺ نے بلال حبشی ؓ کو بنظر غیظ دیکھ کر فرمایا کہ کیا تو سخت دل ہوگیا ہے کہ عورتوں کو ایسی راہ سے لا رہا ہے اسکے بعد حضرت صفیہ ؓ اور کنیزوں میں شامل ہوگئیں اتنے میں حضرت دحیہ ؓ کلبی نے حاضر ہوکر ایک کنیز کی ضرورت کا اظہار کیا اور سرکار نبوت سے انتخاب کرکے لینے کا پروانہ مل گیا حضرت دحیہ کلبی نے حسن اتفاق سے صفیہ ہی کو منتخب فرمایا۔

دحیہ کلبی حضرت صفیہ کو لے کر ابھی کچھ دور نہ جانے پائے تھے کہ کسی نامعلوم الاسم صحابی نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا آپ نے سید بنی قریظہ کی دختر کو کنیزی میں دے دیا یہ لڑکی تو صرف آپ ہی کے لئے مناسب تھی۔ یہ سن کر آنحضرت نے دحیہ ؓ کلبی کو طلب فرما کر دوسری کنیز دے دی اور صفیہ کو خود لے لیا ساتھ ہی ساتھ آپ کو شاید یہ خیال پیدا ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ کوئی شخص اس تخصیص کو پسند نہ کرے اسلئے آپ نے مجمع اصحاب میں فرمایا۔

ما تقولون فی هذه الجاریة قالوا نقول	کہ اس کنیز کے بارے میں تم کیا کہتے ہو انہوں نے کہا ہم یہی
انت اولی الناس بها واخذها	یہی کہتے ہیں کہ آپ اسکے (صفیہ کے لینے) میں سب سے بہتر اور
اعتقها واستنکحها وجعلت عتقها	مستحق زیادہ ہیں آپ نے فرمایا تو میں انکو آزاد کرکے ان سے
مهرها فقال رجل الولیمة یا رسول اللہ	نکاح کرتا ہوں اور انکی آزادی کو انکا مہر قرار دیتا ہوں کسی شخص نے کہا
فقال الولیمة اول یوم حق والثانیة	یا رسول اللہ ولیمہ۔ آپ نے فرمایا ایکدن کی جگہ تین روز پہلے دن
معروف والثالثة فخر	تو حق ہے دوسرے روز مستحسن اور تیسرے دن باعث ناز و فخر

ایک روایت میں ہے کہ حضرت صفیہ دحیہ ہی کے حصے میں تھیں مگر وہ سات لونڈیوں سے بھی بہتر تھیں اسلئے کہ آنحضرت ﷺ اپنے دامن میں لائے تھے۔ نکاح کے بعد آپ خیبر سے روانہ ہونے لگے تو آپ نے حضرت صفیہ کے سوار کرنے کے لئے اپنا زانوے مبارک خم فرمایا مگر حضرت صفیہ نے ادباً آپ کے زانو پر اپنا پاؤں رکھنا گوارا نہ کیا بلکہ زانو پر زانو رکھکر سوار ہوئیں۔ اس واقعہ سے اس نومسلم خاتون اور تازہ عروس

۱؎ اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۴۹۰ ۲؎ زرقانی ج ۳ صفحہ ۳۰۶ ۳؎ ایضاً ۴؎ تاریخ التواریخ ج ۶ صفحہ ۱۲۱

بی بی کی دانش کا پتہ چلتا ہے تمام ازواج نبی کا یہی فرض تھا کہ شوہریت کے ساتھ ساتھ نبوت کے
وقار کا بھی لحاظ رکھتیں۔ سفر میں آنحضرتؐ بھی اسی ناقہ پر جلوہ فرما ہوئے جس پر حضرت صفیہ تھیں اور
آپ نے اپنی رداے مبارک[1] سے پردہ فرمایا گویا رداے مبارک خانۂ عصمت میں داخل کر لینے کا پھریرا اڑا رہی تھی
خیبر سے قریبی مقام پر آنحضرتؐ نے رسم عروسی کو پورا کرنا چاہا مگر حضرت صفیہ راضی نہ ہوئیں آخر
مقام صہبا پر جو خیبر سے فاصلہ پر ہے ام سلیم نے حضرت صفیہ کی زینت کے خدمات ادا کئے اور یہیں
عروسی ہوئی آنحضرتؐ نے پہلے انکار کی وجہ دریافت کی تو حضرت صفیہ نے عرض کی کہ ہاں یہود قریب
تھے مجھے ڈر معلوم ہوا کہ ایسا نہ ہو آپ کو ایذا پہونچائیں حضرت صفیہ کے اس جملے سے نہ صرف آنحضرتؐ
کی محبت ظاہر ہوتی ہے بلکہ یہ بھی واضح ہے کہ یہود میں غیر نسب شخص سے لڑکی کا عقد کرنا خلاف
تھا اور اس طرح آپ نے اپنے خاندان کی غیرت و عزت دونوں کا اظہار فرمایا۔

آنحضرتؐ[2] شب کو خیمہ عروسی میں داخل ہوئے تو ابو ایوبؓ انصاری ہتھیار لگا کر دروازے
پر آ گئے اور رات بھر چپکے چپکے پہرا دیا کئے صبح کو آنحضرتؐ نے آواز آہٹ سنکر پوچھا کہ کون ہے
ابو ایوبؓ نے اپنا نام بتایا پوچھا کہ تم یہاں کیونکر آئے ابو ایوب نے عرض کی کہ مجھے خیال ہوا کہ
صفیہؓ کے باپ بھائی شوہر سب قتل ہو چکے ہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی ناشائستہ امر رونما ہو اسلئے میں حفاظت
کیلئے حاضر تھا آپ نے یہ سن کر دعا دی اللّٰھم احفظ ابا ایوبؓ کما حفظ نبیک خداوند
ابو ایوب کی اس طرح حفاظت فرما جس طرح اس نے تیرے نبی کی حفاظت کی۔
ہوتا پایا[3] مدینہ پہونچکر آنحضرتؐ نے حضرت صفیہؓ کو بھی حارثہ بن نعمانؓ صحابی کے مکان میں ٹھہرایا
حضرت صفیہ کے جمال صورت کی خبر جہانگیر ہو چکی تھی زنان انصار دیکھنے کو آئی تھیں ازواج
نبی رنگ ڈھنگ کا اندازہ کرنے کو بیتاب تھیں چنانچہ چار بی بیاں آئیں ان میں حضرت عائشہ
کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ چشم رسالت سے بچ کر تشریف لائی تھیں مگر آنحضرتؐ نے پہچان لیا
اور گوشہ ردا تھام کر پوچھا کہ اے شقیرا صفیہؓ کو کیسا پایا حضرت عائشہ نے فرمایا کہ ہاں یہودن ہے

[1] طبقات ج ۸ ص ۸۶ [2] زرقانی جلد ۳ ص ۲۹۸ [3] تاریخ ج ۶ ص ۱۳۲

بیچ میں ایک یہودن[1] سے یہ مدینہ کا واقعہ ہے جہاں زنان اسلام و زنان مہاجرین و انصار یا خود آنحضرت ہی حضرت صفیہؓ تک جا سکتے تھے کسی یہودی کا پتہ نہ تھا اس لحاظ سے میں اس بیت کے آخری جملہ کے معنی سمجھنے سے قاصر ہوں۔ حضرت حفصہ[2] نے صفیہ کو دیکھ کر حضرت جویریہ سے کہا کہ یہ لونڈی آنحضرت پر ہم سب پر غلبہ حاصل کرلے گی آپ نے جواب دیا کہ مگر وہ تو ایسی قوم (یہود) سے ہے جس کی بیبیاں شوہروں کے سامنے کم نسبت ہوتی ہیں یعنے کفر کی بدبختی اسلام لانے بھی ساتھ رہے گی اور یہ غلبہ نہ کرسکے گی۔[3] حضرت زینب بنت جحش بھی خاموش رہیں آنحضرت نے حضرت عائشہ سے کہا کہ انکو یہودن نہ کہو وہ اسلام لا چکی ہیں مگر اس مخالفت پر بھی آپ نے اور حضرت حفصہ نے بار بار اس لقب سے یاد کیا یہاں تک کہ آنحضرت جو خانہ حضرت صفیہ میں تشریف لائے تو آپ نے حضرت صفیہ کو روتے ہوئے دیکھ کر سبب پوچھا آپ نے عرض کی کہ عائشہ و حفصہ مجھے یہودن کہتی ہیں اور مجھ پر فخر کرتی ہیں کہ ہم آنحضرت کے عزیزدار (یعنی قبیلہ) ہیں آپ نے فرمایا کہ تم نے یہ کیوں نہ کہدیا کہ میرے بھی باپ حضرت ہارون نبی اور چچا موسیٰ کلیم اللہ اور شوہر محمد مصطفےٰ ہیں یہ روایت صحیح ترمذی میں بھی ہے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اسکے بعد حضرت حفصہ سے بھی فرمایا اتقی اللہ یا حفصہ اے حفصہ خدا سے ڈرو۔

پھر ایک روز حضرت عائشہ نے کہا کہ صفیہ ایسی صفیہ ایسی یعنی کوتاہ قد ہیں آنحضرت[4] نے فرمایا لقد قلت کلمۃ لو مزج بھا البحر لمزجتہ تم نے ایسا گندہ کلمہ کہا کہ اگر دریا بھی اس کلمہ سے مل جاتا تو وہ بھی گندلا ہو جاتا۔

حضرت صفیہؓ سے اسی وقت سیدۃ النساء فاطمہؓ زہرا سے بھی ملاقات ہوئی ہے حضرت صفیہ اسیری کے وقت[5] کان میں بالیاں (جو سونے کی) پہنے ہوئی تھیں آپ نے وہ طلائی بالیاں حضرت سیدہ کو دیدیں۔ یہ روایت میرے یہاں کہیں نظر نہیں آتی ہے لیکن مجھے اس سے انکار بھی نہیں بلکہ یہ جانتی ہوں کہ ہر ماں بننے والی کو اگر دل سے نہ سہی مگر دنیا کے دکھانے کو اپنے شوہر کی اولاد کا

---

[1] تاریخ ج ۲ صفحہ ۱۳۱ [2] ایضاً [3] ایضاً صفحہ ۱۳۲ [4] صفحہ ۱۲۳ [5] زرقانی ج ۳ صفحہ ۲۱۹

خیال کرنا چاہیے تھا وہ بجلیاں سیدہؓ سی سخی خاتون کے لیے کوئی مال نہ تھیں اگر آئیں بھی ہونگی تو کوئی سائل لے گیا ہو چنانچہ کم از کم اُسکا استعمال فرمانا تاریخ عامّہ و خاصہ دونوں میں نہیں ہے مگر اس واقعہ سے حضرت صفیہ کی شرافت نفس زیادہ چمکنے لگی۔

عام حالات آپ کھانا بہت اچھا پکاتی تھیں اور آنحضرتؐ کی خدمت میں بھیجا کرتی تھیں حضرت صفیہ نے سنہ ۱۰ھ میں آنحضرتؐ کے ہمراہ حجۃ الوداع کیا ہے اسی سفر میں آپ کا اونٹ بیٹھ گیا اور آپ قافلہ سے پیچھے رہ جانے پر رونے لگیں، آنحضرتؐ تشریف لائے اور اپنے ہاتھ سے آنسو پونچھے آپ کی ایک کنیز نے حضرت عمرؓ سے چغلی کھائی کہ وہ اتبک یوم السبت کو اچھا جانتی ہیں اور اپنے عزیز یہودیوں کو روپیہ دیا کرتی ہیں حضرت عمرؓ دریافت کو تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کہ خدا نے یوم السبت کے عوض جب ہم کو یوم جمعہ عطا فرما دیا تو اب اُسکو اچھا سمجھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ رہا یہودیوں کو دینا تو وہ میرے عزیز ہیں اور میں صلہ رحم بجالاتی ہوں حضرت عمرؓ یہ جواب سن کر چپ ہو گئے پھر آپ نے کنیز سے پوچھا کہ یہ جھوٹی بات تجھ سے کس نے کہلوائی اس نے کہا شیطان نے مجھے بہکا دیا تھا آپ نے یہ سُن کر اُسے آزاد فرما دیا۔

حضرت عثمانؓ کے ایام محاصرہ میں امیر المؤمنین علی ابن ابی طالبؓ کی طرح آپ بھی اُنکے لئے کھانا پانی بھجوایا کرتی تھیں اور امام حسنؓ ہی لیجایا کرتے تھے ایک روز آپ خچر پر سوار ہو کر حضرت عثمانؓ کی مدد کے لئے نکلیں تھیں مگر مالک اشتر نخعی نے خچر کو مار کر گھر کی طرف پھیر دیا اور آپ واپس چلی آئیں یہ روایت صرف اصابہ میں ہے اور کسی تاریخ میں میری نگاہ سے نہیں گزری مجھے حضرت مالک اشترؒ سے ایسی اُمید نہیں ہے خصوصاً امیر المؤمنین کی موجودگی میں اگر یہ واقعہ ہوتا تو صاحبانِ ہمت اسکو آسمان تک پہونچا دیتے اور ہر تاریخ میں نہایت زور سے لکھا جاتا۔

آنحضرتؐ سے محبت معلوم ہوتا ہے کہ روز خواب ہی سے آنحضرتؐ کی محبت حضرت صفیہ کے دل میں جاگزین ہو گئی تھی اسپر راہ کے واقعات گواہ ہیں۔ آنحضرتؐ کی بیماری میں تمام ازواج

ملہ زرقانی ج ۳ صفحہ ۲۳۱۔ ملہ اصابہ جلد ۸ صفحہ ۱۲۸

آپ کے قریب رہتے تھے جن میں حضرت صفیہ بھی ہوتی تھیں ایک روز مرض کی شدت دیکھ کر آپ نے بصد حسرت فرمایا کہ یا رسول اللہ کاش آپ کا درد مجھ کو لگ جاتا اس پر تمام ازواج آپس میں اشارے کنایے کرنے لگے آنحضرتؐ کو یہ ناگوار گزرا اور آپ نے فرمایا کہ (یہ جھوٹ نہیں ہے) صفیہ سچ (دل سے) کہتی ہیں۔

علمی و اخلاقی زندگی آپ کی احادیث اتنی تو شہرت ہوتی تھیں کہ امام زین العابدینؒ نے بھی آپ سے روایت کی ہے آپ اپنے علمی عہد میں مرکز علم تھیں صہیرہ بنت جیفر نے آپ کو دیکھا ہے کہ آپ کے گرد عراقی عورتوں کا مجمع ہے اور آپ مسائل کا جواب دے رہی ہیں حضرت عائشہ فرماتی تھیں کہ وہ ہم سن میں زیادہ پرہیزگار و صلہ رحم کرنے والی تھیں اصابہ میں ہے کہ آپ عقلمند عورتوں میں سے تھیں زرقانی کہتے ہیں کہ صفیہ عاقلہ و حلیمہ و فاضلہ تھیں۔

وفات رمضان ۵۰ھ میں جبکہ آپ کی عمر ساٹھ کی تھی انتقال فرمایا روز نکاح آپ کا سن سترہ برس کے قریب تھا جنت البقیع میں دفن ہوئیں ایک لاکھ درہم ترکہ چھوڑا جس میں سے ثلث اپنے یہودی بھتیجے کے لئے وصیتاً مخصوص کر دیے تھے آپ کے بعد اس کو پوری کرنے سے لوگ دریغ کر رہے تھے مگر حضرت عائشہؓ نے دلوا دیے

فصل

(۱۱)

حضرت ریحانہ بنت شمعون

نام و نسب آپ یہود کے قبیلہ بنی نضیر سے تھیں جو اسباط حضرت ہارونؑ سے ہیں آپؓ کا سلسلۂ نسب یہ ہے ریحانہ بنت شمعون بن زید بن عمر بن خنافہ بن شمعون بن زید آپ کا پہلا نکاح حکم قرظی سے ہوا تھا جب بنی قریظہ مسلمانوں سے مغلوب ہوئے تو حضرت ریحانہ بھی سلسلہ اسرا میں آنحضرتؐ کے حصہ میں آئیں بقول ابن سعد آنحضرتؐ نے آزاد کر کے آپ سے

۱؎ زرقانی ج ۳ ص ۲۹۵ ۲؎ اصابہ ج ۸ ص ۱۲۸ ۳؎ طبقات ج ۸ ص ۱۰۰ ۴؎ ایضاً ص ۹۳ ۵؎ اصابہ ج ۸ ص ۱۲۸

نکاح کر لیا لیکن درحقیقت عموم مورخین کے نزدیک آپ سے نکاح ثابت نہیں ہے بلکہ آپ بھی مثل حضرت ماریہ قبطیہ خادمہ تھیں۔

آنحضرت ؐ نے آپ سے دو مرتبہ مسلمان ہونے کے لئے فرمایا مگر آپ نے انکار کر دیا آخر خود بخود ایمان لائیں ایک روز آنحضرت ؐ نے کسی کے پاؤں کی چاپ سُنی اور فرمایا کہ یہ ثعلبہ بن شعبہ ہے مجھے ریحانہ کے اسلام کا مژدہ دینے آتا ہے۔ مخبر صادق نے جیسا فرمایا تھا آخر ویسا ہی ہوا آپ کی وفات میں بھی اختلاف ہے کوئی صحیح تاریخ نہیں معلوم ہوتی:

فصل

(۱۲)

ام المومنین حضرت میمونہ بنت حارث

نام ونسب ﴿ میمونہ آنحضرت کا رکھا ہوا نام ہے پہلے آپ کا نام برہ تھا آپ قریشی النسل ہیں حارث بن بجیر آپ کے والد ماجد ہیں والدہ ماجدہ قبیلہ حمیر سے تھیں ہند بنت عوف بن زہیر نام ہے۔

نکاح ﴿ پہلے مسعود بن عمیر ثقفی اور پھر ابورہم بن عبد العزی سے نکاح ہوا سنہ ھ میں ابورہم نے انتقال کیا اور حضرت عباس ؓ کے کہنے سے آنحضرت ؐ نے نکاح فرمایا جبکہ آپ عمرہ کی نیت سے مکہ معظمہ تشریف لیگئے تھے عمرہ سے واپسی اور مقام سرف پر عروسی ہوئی۔ اور حسب اتفاق مقام سرف ہی میں انتقال فرمایا اور یہیں دفن ہوئیں جب آپ کی میت اُٹھی تو ابن عباس نے کہا کہ یہ آنحضرت ؐ کی زوجہ محترمہ ہیں یاد رہے آہستگی سے لیجلو جنازہ کو حرکت نہو۔ حضرت میمونہ آنحضرت ؐ کی آخری بی بی ہیں انکے بعد آپ نے کوئی نکاح نہیں فرمایا اور سنہ ھ میں انتقال فرمایا آپ سے ۴۶ حدیثیں مروی ہیں حضرت ابن عباس بھی آپ سے روایت کرتے ہیں حضرت عائشہ فرمایا کرتی تھیں کہ وہ ہم سب میں زیادہ پرہیزگار اور صلہ رحم کرنے والی تھیں۔

باب دوم

بنات النبیؐ

(۱)

حضرت زینب بنت رسول اللہؐ

نام و نسب و نکاح آپ کا اسم گرامی زینب ہے اور آپ بطن حضرت خدیجہؓ بنت خویلد سے پیدا ہوئیں آپ بنات النبی میں سب سے بڑی صاحبزادی ہیں جسوقت آنحضرتؐ کی عمر مبارک تیسؔ[1] سال کی تھی اُسوقت آپ کی ولادت باسعادت ہوئی اور حضرت خدیجہ کے عہد حیات میں آپ اپنے حقیقی خالہ زاد بھائی ابوالعاص بن ربیع بن عبدالعزیٰ بن عبدالشمس بن عبد مناف سے بیاہی گئیں ابوالعاص حضرت ہالہ بنت خویلد کے صاحبزادے تھے حضرت خدیجہ نے ایک ہار جو یمن کا تھا[2] ان صاحبزادی کو عطا فرمایا ابوالعاص سے دو اولادیں بھی ہوئیں ایک علی دوسرے امامہ۔ علی جنگ یرموک میں شہید ہوئے اور امامہ کے ساتھ امیرالمومنین علیؑ ابن ابیطالب نے حسب وصیت سیدہ عالم نکاح فرمایا۔

ہجرت حضرت زینب اپنے پدر بزرگوار کی رسالت پر ایمان لاچکی تھیں لیکن ابوالعاص کافر ہی تھے آنحضرتؐ کے ساتھ اسی بنا پر ہجرت نہوسکی ابوالعاص صرف کفر و شرک ہی میں مبتلا نہ تھے بلکہ انوار رسالت کے بجھا دینے کے لئے جو آندھیاں حضرت ابوسفیان، ابولہب و ابوجہل کی صورت میں رونما تھیں آپ بھی اُن میں سے ایک تھے چنانچہ جنگ بدر میں آپ کفار کی صفوں سے جبیر بن نعمان انصاری کے ہاتھوں گرفتار ہوئے اور حضرت زینب نے خبر پاکر ماں کی عزیز نشانی (ہار) شوہر کے فدیہ میں روانہ فرمائی۔ اس ہار کو دیکھکر آنحضرتؐ بے چین ہوگئے اول تو عزیز بی بی کی یاد تازہ ہوگئی دوسرے پردہ نشین۔

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۸ صفحہ ۲۰ [2] ایضاً

زیور مجمع عام میں دیکھنا آنحضرتؐ کی غیرت کو گوارا نہ ہوا آپ نے اصحاب سے سفارش فرمائی اور وہ ہار حضرت زینب کو واپس کر دیا گیا اور ابو العاص بھی اس شرط پر رہا کیے گئے کہ وہ حضرت زینبؓ کو مدینہ بھیج دیں[1]۔

حضرت زینب کی روانگی سے پہلے حضرت ہند تشریف لائیں (کیونکہ آپ کو رہائی ابو العاص کی شرط معلوم تھی) اور آپ نے حضرت زینب سے سفر مدینہ کے متعلق یہ کہکر عندیہ لیا کہ اگر سفر کے لئے زاد راہ کی ضرورت ہو تو میں حاضر کردوں مگر حضرت زینب نے ان سے ظاہر نہیں فرمایا بقول ابن ہشام اسوقت حضرت زینب کو ہند کی صداقت کا یقین تھا لیکن ظاہر ہے کہ اگر یقین ہوتا تو آپ سفر کا راز ضرور بتا دیتیں۔ حضرت ہند نہایت چالاک و تند خو عورت تھیں وہ درحقیقت لالچ دے کر راز دل معلوم کرنا چاہتی تھیں۔

پھر بھی ابو العاص نے اپنے وعدہ کو پورا کیا اور آپ کو اپنے چھوٹے بھائی کنانہ بن ربیع کے ساتھ روانہ کر دیا کنانہ مقام ذی طویٰ تک پہونچے تھے کہ قریش کے راہزنوں نے آگھیرا اور ہبار بن اسود نے نیزہ کی ضرب سے حضرت زینب کو زمین پر گرا دیا، آپ کا اسقاط حمل ہو گیا یہ حال دیکھ کر کنانہ بھی جنگ پر آمادہ ہو گئے مگر حضرت ابو سفیان نے اس جنگ کو اس تدبیر سے روک دیا کہ کنانہ حضرت زینب کو چھپا کر لیجائیں تاکہ قریش کی کمزوری ظاہر نہ ہو کنانہ نے ایسا ہی کیا اور پوشیدہ طور سے حضرت زینب کو بطن یاجج میں حضرت زید بن حارثہ کے سپرد کر دیا جو انکے لینے کے لئے آنحضرتؐ کے حکم سے آئے تھے۔ حضرت زینب کی محبت ایمان شوہر کی الفت پر غالب آئی اور آپ اُن کو حالت شرک میں چھوڑ کر چلی آئیں۔

جمادی الاول سنہ ۶ھ میں ابو العاص قریش کے مال تجارت کے ساتھ حسب عادت شام گئے واپسی میں آنحضرتؐ کو خبر ہوئی آپ نے زید بن حارثہ کے ہمراہ ایکسو ستر سوار کر کے انکی فکر میں روانہ کر دیا اہل اسلام نے مقام عیص پر اس قافلہ کو آگھیرا اور جملہ مال و متاع پر

[1] طبقات ابن سعد ج ۸ صفحہ ۲۰ [2] سیرۃ ابن ہشام ص ۲۵۸ و ۲۹ ج ۲ و ۳۱ [3] اصابہ و زرقانی ص ۲۲۳ [4] طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۲۲

قبضہ کرکے اہلِ قافلہ کو بھی اسیر کرلیا لیکن ابوالعاص کسی وجہ سے گرفتار نہ ہوسکے اور مخفی طور سے مدینہ میں آکر حضرت زینب کے پاس پہونچ گئے اور حضرت زینب کے دامن حفاظت کا سایا حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔

آنحضرتؐ نماز پڑھ رہے تھے کہ حضرت زینبؓ نے پکار کر فرمایا کہ میں نے ابوالعاص کو پناہ دیدی ہے آنحضرتؐ نے اصحاب سے فرمایا کہ تم نے سنا زینب کیا کہہ رہی ہیں یہ بھی عجیب بات ہے کہ مسلمانوں کے کمزور لوگ دشمنوں کو پناہ دیتے ہیں مجھے پہلے سے اسکی کوئی اطلاع نہ تھی چونکہ آنحضرتؐ زندہ تھے اسلئے مسلمانوں کو جرأت نہ ہوئی کہ ان پناہ کی دیواروں کو آگ لگا سکتے ہاں بعد آنحضرتؐ خانہ سیدہؓ پر خلافت کے باغیوں نے لئے جو کچھ ہوا وہ اس واقعہ سے بالکل مختلف ہے اگرچہ اُس گھر میں سوا علیؑ کے کوئی پناہ گزین پایا بھی نہ گیا۔

آنحضرتؐ جب گھر میں تشریف لیگئے تو حضرت زینب نے مال ابوالعاص کی واپسی کا اصرار فرمایا اور آخر آنحضرتؐ کی سفارش پر مسلمانوں نے وہ تمام مال بھی واپس کردیا اس زمانے میں حضرت زینب ابوالعاص سے حکماً علیحدہ رہیں ابوالعاص اپنا سب مال لیکر مکہ آئے اور جس جس کی جو جو امانت تھی وہ واپس کرکے کہنے لگے کہ اے اہل قریش بتاؤ اب تو تم میں سے کسی کا کچھ مال میرے اوپر باقی نہیں ہے جب قریش نے اقرار کرلیا تو آپ نے فرمایا کہ اب میں مسلمان ہوتا ہوں پھر آواز بلند کلمۂ طیبہ پڑھا اور مدینۂ منورہ تشریف لے آئے اور بغیر تجدید نکاح حضرت زینب کے ساتھ رہنے لگے یہ قول حضرت ابن عباس کا ہے

عام حالت آپ ایک نیکوکار و صالحہ بی بی تھیں اپنے شوہر سے بہت محبت رکھتی تھیں آنحضرتؐ بھی آپ کو چاہتے تھے اور فرماتے کہ میری محبت میں اس نے ایذا اُٹھائی آپ کی پوشاک اچھی ہوا کرتی تھی انس نے آپ کو دھاری دار ریشمی چادر اوڑھے دیکھا ہے جس کی دھاریاں زرد تھیں۔

وفات جب سے اسقاط حمل ہوا آپ تندرست نہ ہوئیں اور آخر اسی بیماری سے ۸ھ میں

انتقال فرمایا حضرت سودہ و ام سلمہ و ام ایمن و ام عطیہ نے غسل دیا آنحضرتؐ ترکیب بتاتے جاتے تھے پھر آپ نے اپنا تہ بند کفن کے اندر پہنانے کو عطا فرمایا بقیع میں قبر تیار ہوئی خود آنحضرتؐ قبر میں اُترے اور اپنے ہاتھ سے دفن فرمایا آپ کے چہرۂ مبارک پر آثار حزن و ملال ظاہر تھے اور آپ دعا فرمارہے تھے کہ خداوندا تو زینب کی مشکلوں کو سہل کردے اور انکی قبر کی تنگی کو وسعت و کشادگی سے بدل دے

حضرت ابوالعاص کا انتقال بھی حضرت زینب کے بعد جلد ہوگیا۔

یہ جو کچھ میں نے لکھا اُس گروہ اسلام کے قول کے مطابق تھا جو حضرت زینب کو رسولؐ کی صلبی اولاد تسلیم کرتے ہیں ورنہ ایک زبردست گروہ وہ بھی ہے جو آپ کے صاحب رسولؐ سے پیدا ہونے کا منکر ہے۔

فصل (۲)

حضرت رقیہ بنت رسولؐ اللہ

نام ونسب و نکاح کم رقیہ نام نامی ہے اور آپ بقول مشہور[1] آنحضرت کی دوسری صاحبزادی ہیں ۳۳ قبل نبوت میں ولادت ہوئی۔

آپ کا پہلا نکاح عتبہ بن ابی لہب سے ہوا لیکن جب سورۂ تبت یدا ابی لہب آخر نازل ہوا تو حضرت معاویہ کی پھوپھی اور حضرت ابوسفیان کی ہمشیرہ عزیزہ ام جمیل نے اپنے صاحبزادے عتبہ کو رائے دی کہ وہ[2] حضرت رقیہ کو طلاق دے کر آنحضرتؐ کی فہرست غم میں اضافہ کردیں پھر یہ بھی کہا کہ اگر عتبہ راضی نہوا تو اسکو ماں باپ سے کوئی مطلب نہ رکھنا چاہئے چنانچہ عتبہ نے طلاق دے کر سعید بن العاص (جو عہد حضرت معاویہ و یزید میں گورنری کے عہدہ پر مامور تھے) کی بیٹی سے نکاح کرلیا ادھر حضرت عثمانؓ کو ایک کاہنہ نے حضرت رقیہ کے عقد کی

---

[1] خلاف مشہور ایک یہ قول ہے کہ حضرت سیدہ کے علاوہ آنحضرت کی کوئی صاحبزادی نہ تھی ۵۳ ، صابہ صفحہ ۶۲۹

بشارت دی یہ کاہنہ آپ کی خالہ سعدہ تھیں چونکہ جہلائے عرب کہانت پر ایمان لاچکے تھے اور قرآن مجید نے نازل ہوکر ابھی اقوال کاہن کو انکی اصلی جگہ (پستی) پر نہ پہونچایا تھا اسلئے حضرت عثمان کو باور کر لینے میں کیا عذر ہو سکتا تھا پھر بھی اس واقعہ کا خوشگوار پہلو یہ ہے کہ وہ کاہنہ آپ کی رہبری و ہدایت کر سکی اور آپ اسی لالچ میں مسلمان ہو گئے۔

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال　　کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری ہو جائے

حضرت عثمان مسلمان ہونے پر عتبہ کے جانشین ہوئے یعنی آپ کا نکاح حضرت رقیہ سے ہو گیا۔

ہجرت نبوت کے چار سال تو جوں توں گزرے لیکن پانچویں برس حضرت عثمان کو ہجرت کرنا پڑی جسمیں حضرت رقیہ بھی ساتھ تھیں کہا جاتا ہے کہ جب آنحضرتؐ کو ایک عورت نے ان دونوں کی خیر و عافیت سے مطلع کیا تو آپ مسرور ہوئے اور فرمایا کہ ابراہیم و لوط کے بعد عثمان پہلے شخص ہیں جنھوں نے بی بی کو ساتھ لے کر ہجرت کی ہے[۵۱]۔

ہمارے نزدیک یہ حدیث منسوب ہے اسلئے کہ حضرت عثمان سے پہلے خود اسلام کے اکثر مہاجرین اپنے اہل و عیال کے ہمراہ ہجرت کر چکے تھے اور ان میں سے اکثر حضرت عثمان کے ہم منزل بھی تھے چنانچہ ہماری کتاب میں بھی اکثر کے ذکر آ چکے اور بعض کے تذکرے آئینگے۔

اولاد حضرت رقیہ کے بطن سے حضرت عثمان کے یہاں ایک فرزند عبداللہ پیدا ہوئے لیکن شش ماہہ عمر میں انتقال فرمایا آنحضرتؐ نے نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت عثمان نے قبر میں اُتارا۔

وفات ۲ھ میں اُس دن جب فتح بدر کی خوشخبری مدینہ منورہ میں پہنچ رہی تھی حضرت رقیہ نے چیچک کے مرض میں مبتلا ہوکر انتقال فرمایا حضرت رقیہ ہی کی تیمارداری کی وجہ سے حضرت عثمان جنگ بدر میں شریک نہ تھے حضرت رقیہ کے دفن میں آنحضرتؐ شریک نہ ہو سکے جب آپ واپس تشریف لائے تو یہ غمناک خبر آپ کو دیگئی آپ نے فرمایا الحقی بسلفنا عثمان

---

[۵۱] اصابہ ص۲۹۷ [۵۲] ایضاً

بن مظعون" جاؤ تم بھی ہمارے سلف عثمان بن مظعون سے جا ملو۔ آپ کے اس حسرتناک جملہ پر تمام عورتیں رونے لگیں اتنے میں حضرت عمرؓ بھی تشریف لے آئے اور آپ نے اُن اصلاحی اختیارات سے جو مخفی طور سے آپ کو حاصل تھے ان عورتوں پر ڈانٹ ڈپٹ کرنے لگے مگر آنحضرتؐ نے اُلٹا آپ ہی کو منع کیا فرمایا کہ جبتک چشم ودل سے گریہ کا تعلق ہو تو وہ رحمت خدا ہے اور جب دست وزبان سے ہو تو تحریک شیطانی ہے ممکن ہے کہ اطلاع کے بعد آنحضرتؐ قبر پر فاتحہ خوانی کے لیے تشریف لائے ہوں کیونکہ حضرت رقیہ کی قبر پر سیدۂ عالم کا رونا اور آنحضرتؐ کا اپنی ردا کے گوشہ سے آنسو پونچھنا بھی ایک روایت سے پایا جاتا ہے۔ حضرت رقیہ نہایت جمیل تھیں۔

فصل (۳)

حضرت ام کلثوم بنت رسول اللہؐ

نام ونسب ونکاح آپ کا اسم گرامی ام کلثوم ہے اور آپ لبطن حضرت خدیجہؓ سے آنحضرتؐ کی تیسری صاحبزادی ہیں آپ کا زمانہ ولادت نامعلوم ہے لیکن قیاساً ۶ ق یا ۵ ق میں آپ کی ولادت ہوئی ہوگی آپ کا پہلا عقد ابولہب کے دوسرے لڑکے عتیبہ سے ہوا تھا لیکن حضرت رقیہ کی طرح آپ کو بھی طلاق دلوائی گئی حضرت ام کلثوم نے حضرت فاطمہ زہراؓ کے ہمراہ مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی اور سنہ ۳ھ میں آپ کا نکاح بھی حضرت عثمان کے ساتھ ہوا مگر آپ سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔

وفات شعبان سنہ ۹ھ میں کسی نامعلوم مرض سے آپ کا انتقال ہوا انصار کی عورتوں نے غسل دیا آنحضرتؐ نے نماز جنازہ پڑھائی امیرالمومنین علیؓ ابن ابیطالب و حضرت فضل بن عباس اسامہ بن زید وابوطلحہ نے قبر میں اتارا بقول انس آنحضرتؐ پر اس واقعہ سے کمال رنج طاری تھا اور آپ قبر پر بیٹھے ہوئے آنسو بہا رہے تھے غنیمت ہے کہ اس وقت حضرت عمر موجود نہ تھے۔

۱؎ اصابہ صفحہ ۲۹۱ ۲؎ اسد الغابہ صفحہ ۳؎ طبقات صفحہ ۲۵ ۴؎ ایضاً صفحہ ۲۶

فصل (۴)

بتول عذرا سیدۃ النساء ام الحسنین ام ابیہا فاطمۃ الزہرا صلوٰۃ اللہ علیہا

نام و کنیت و اسماء و القاب آپ کی مشہور کنیت ام الحسن، ام الحسین، ام المحسن، ام الائمہ، ام السبطین، ام ابیہا ہے اسمائے گرامی بہت سے مذکور ہیں ان میں سے زبان زد بتول و زہرا، طاہرہ، مطہرہ و فاطمہ و بروایت ابوجعفر قمی مبارکہ، زکیہ، راضیہ، مرضیہ، محدثہ، مریم کبرےٰ و صدیقہ کبریٰ ہیں وجہ تسمیہ فاطمہؑ کے متعلق آنحضرتؐ سے منقول ہے کہ ان اللہ فطمہا و فطم من احبہا من النار خدا نے فاطمہ اور اُنکے دوستوں کو نار دوزخ سے جدا کر دیا ان میں سے بتول بفتح اول آنحضرتؐ کے رکھے ہوئے ناموں میں سے ہے لنسب حسب وہی ہے جسکو امم سابقہ کی نیک کمائی یا اہل اسلام کا متاع ناز کہا جائے باپ خاتم المرسلین ماں سیدہ نساء جنت خدیجہؑ۔

قدامت خلقت نور فاطمہ موجودہ تحقیق جب ثابت کر چکی کہ باپ کو دیکھنا چاہو تو اسکی اولاد میں دیکھو گویا باپ کا فوٹو فرزند کے آئینۂ جسم سے صاف نظر آتا ہے تو فاطمہؑ نہ صرف اخلاق نبوت کا چربہ بلکہ قوائے متخیلہ و متفکرہ رسولؐ کا ظرف زرنگار تھیں چونکہ بالاتفاق فاطمہؑ سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں اور بعثت کے بعد استقرار حمل فاطمہ ہوا ہے اسلئے تمام اولاد کے خلاف قوائے باطنہ رسالت کے آثار جھلک رہے تھے جسکا ادنیٰ ترین کرشمہ ہے کہ بے امامت و رسالت آپ کی عصمت کا اقرار کرنا پڑا جسمانی اعتبار و مادی اعتماد سے جسطرح آپ سب سے چھوٹی تھیں اسیطرح روحانیت کے خیال سے خدا نے سب سے بڑا کیا تھا۔ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء (یہ خدا کا فضل ہے وہ جسکو چاہے دیدے) ذکر کلاتا ذ ابونعیم الحافظ فی کتاب صاحب کتاب شرف النبی و علامہ ابوسعید الحافظ نے

ﻟﮧ اصابہ و استیعاب ۳۸۳ ﻟﮧ اخبار الاول ۱۸۱ ﻟﮧ ناسخ التواریخ ج ۴ ص ۱۲ ﻟﮧ اعلام الوریٰ طبرسی ۱۷۸ ایضاً

شرف النبی ان جمیع اولاد رسول اللہ ولد وا قبل الاسلام الا فاطمۃ و ابراھیم　　اپنی کتاب شرف النبی میں لکھا ہے کہ تمام اولاد پیغمبر قبل اسلام پیدا ہوئی مگر فاطمۃ و ابراہیم بعد اسلام پیدا ہوئے ۔

دنیائے اسلام یا جہان ارباب حدیث و محدثین میں یہ طے ہو چکا ہے کہ ظلمتکدۂ وجود میں سب سے پہلے جو چراغ ید قدرت نے جلایا وہ آنحضرتؐ کے نور کا تھا یہی نور اصل و غایت و اساس ہے اور یہی نور متفرع ہوتا رہا اور عالم اسباب بنتا گیا نور محمدی خود نور قدرت سے برومند ہوا جو ایک تھا مگر دو طینتوں کا حامل یہی معنی ہیں (انا و علی من نور واحد کے میں اور علیؑ ایک نور سے ہیں) پھر اسی چراغ نور کی ایک لو نے پانچ روشنیاں پیدا کیں اور انھیں پانچ کی اور تقسیموں نے عرش و فرش زمین و آسمان غرض سب کچھ بنایا یہ انوار مقدسہ محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کے ہیں جنکو جگ کے باپ آدمؑ نے آنکھ کھول کر دیکھا ظاہر ہے کہ آفتاب کے بغیر اپنی آنکھ کا نور بھی بیکار ہے اگر بزم وحدت کی یہ پانچ شمعیں پہلے سے آدم کی آنکھوں کی مدد کو روشن نہ ہوتیں تو آدم کیا دیکھتے۔

معانی اخبار[1] میں امام جعفر صادقؑ علیہ السلام سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ خدا نے نور فاطمہ خلقت ارض و سما سے پہلے خلق کیا لوگوں نے عرض کی تو کیا انکو انسان نہ سمجھنا چاہئے آپ نے فرمایا کہ ہاں حور جامۂ انسانیت میں اسطرح ایک روز حضرت عائشہ سے بھی تنبیہی لہجہ میں فرمایا گیا۔

یا حمیرا ان فاطمۃ لیست کنساء الآدمیین ولا تعتل کما تعتلون　　اے حمیرا (عائشہ) فاطمہ عام عورتوں کے مانند نہیں ہیں انکی بدگوئی نہ کیا کرو

جناب باریؐ نے فاطمہؑ کو دنیا میں بھیجنا چاہا تو انکی طینت کو سیب جنت کی فانوس سبز عطا ہوئی یہی سیب شب معراج آنحضرتؐ کو جبرئیل امین نے دیا جسکو آپ نے نوش فرمایا اسی سیب کے خمیر سے حمل فاطمہؑ بطن مادر میں قرار پایا یہی سبب تھا کہ آنحضرتؐ لب و دہان فاطمہؑ کے

[1] ناسخ التواریخ ج ۴ صفحہ ۱۵ اعلام الوری صفحہ ۱۳۹ اخبار الدول صفحہ ۸۸

کثرت سے بوسے لیتے تھے جو حضرت عائشہ کے لئے باعث استعجاب ہوکر آخر سوال بن گئے جسکے جواب میں آنحضرتؐ نے مذکورہ وجہ بیان فرمائی۔ اس روایت سے شاید کسی کو خیال ہو کہ حضرت عائشہ کی ذہنیت اسقدر تنگ تو نہ تھی کہ باپ کا اپنی اولاد کو پیار کرنا اُنکے لیے باعث استعجاب ہوسکے یہ بالکل سچ ہے لیکن اولاد کے پیار کا مزا صرف صاحب اولاد ہی جانتے ہیں حضرت عائشہ کے یہاں اولاد ہوتی تو وہ بھی جانتیں۔

البتہ یہ امر قابل غور ہے کہ اگر آنحضرتؐ کی اور صاحبزادیاں بھی تھیں تو وہ کلیتہً اس قسم کے آثار سے بالکل سادی کیوں تھیں اور احادیث اُن کے فضائل کے بیان میں اپنی ہمہ گیری کا دائرہ تنگ کیوں کرتی۔

ولادت باسعادت فاطمہؑ کی ولادت بھی اُن آثار و آیات سے لبریز ہے جو آنحضرت کی ولادت میں حضرت آمنہ کی آنکھوں نے دیکھے ہیں۔ فاطمہ کا شکم مادر سے باتیں کرنا وقت ولادت فاطمہ قریش کی عورتوں کا خدمت خدیجہؑ سے انکار کرنا اور مادی امداد سے محروم کر خدا کا روحانی ابواب اعانت کھولنا اور آسیہ و مریم و سارہ و ام کلثوم کا جنت کی فضا و راحت چھوڑ کر آنا بہت کچھ مروی[1] ہے تاریخ ولادت میں سخت اختلاف ہے لیکن دادی کی تاریخ ولادت پوتے سے دریافت کرنا چاہئے نہ کہ محلہ والوں اور شہر والوں سے۔ اس بنا پر ۲۰ رجمادی الاول [illegible] آدمی صحیح تاریخ ہے اسیطرح دن بھی جمعہ کا طے ہوا ہے

حلیہ مبارک بقول حضرت عائشہؓ رفتار گفتار نشست و برخاست و اخلاق و آداب بالکل وہی تھے جو آنحضرتؐ میں تھے[2] آپ کے چہرے کا نور اتنا تھا کہ حضرت عائشہؓ[3] رات کو چرخہ کاتتے سیتے اور سوئی پروتے میں چراغ کی محتاج نہ تھیں ظاہر ہے کہ ہمارے یہ مختصر الفاظ حلیہ مبارک بیان کرنے کے لیے ناکافی ہیں جسکا ہم کو اعتراف ہے مگر کیا کیا جائے جبکہ فاطمہؑ کی حیات پردہ داری نے مرد تو مرد عورت کو بھی ایسے علامات بیان کرنے کی جرأت نہ دی موجو

[1] ناسخ التواریخ صفحہ ۱ [2] صحیح ترمذی صفحہ ۶۳۶ [3] اخبار الدول صفحہ ۸

پردے کے منافی ہوں۔

کمسنی آپکی دوسری بہنوں کی وہی ادا تھی جو عام لڑکیوں کی ہونا چاہئے یعنی دن رات کھیل کود گڑیوں کی بیاہ شادی اسلئے کہ یہ کھیل عرب کی لڑکیوں میں بہت زیادہ تھا یہاں تک کہ حضرت عائشہؓ تو شادی کے بعد بھی کھیلتی رہی ہیں اور یہ کپڑے کے بُت آپ کے زور اجتہاد سے خانہ رسالت میں بھی مہمان رہے ہیں مگر سیدۂ عالم لہو ولعب کے لیے پیدا نہو ئی تھیں آپ سب سے الگ تھلگ ماں کے پہلو سے لگی بیٹھی رہتی تھیں اسی ادا کو دیکھ کر سرور کائناتؐ نے بتول نام رکھا اسلیے کہ بتول تارک الدنیا کو کہتے ہیں۔ اسی کمسنی میں ماں سے مفارقت ہوئی تو باپ سے ضد کر کے ماں کا مکان پوچھا اگر آنحضرتؐ کی خاموشی تک یہ روایت ختم ہو جاتی تو ہم جانتے کہ ویسی ہی ایک بات تھی جیسے عام بچّوں کی ہوتی ہے جس کا جواب ضروری نہیں ہوتا مگر خدا نے جواب دیا تو ہم کو یقین کرنے کی وجہ ہے کہ سیدہ مکانات جنت کا پتہ جانتی تھیں اور جنت کی قدر وقیمت سے واقف تھیں اور وعدۂ الٰہی کو سچ اور قابل اعتماد جانتی تھیں کیا کبھی آپ نے دیکھا ہو کہ اک مچلا ہوا بچہ اپنے باپ سے یہ سُنکر چپ ہو گیا ہو کہ کابل میں سیب ہوتا ہے۔ ہمارے خیال میں یہ ضد اتنا پتہ دریافت کرنے کے لیے نہ تھی جسقدر ایک لفافہ پر لکھنا ضروری ہو بلکہ اصرار اسلئے تھا کہ میری ماں کو پہلے مسلمان کے اعتبار سے منزلت ملی ہے یا میری ماں ہونے کی حیثیت سے۔

مکہ سے ہجرت ۱۳ نبوی میں سیدۂ عالم مع فاطمہ بنت اسد فاطمہ بنت زبیر بن عبدالمطلب امیرالمومنینؑ کی ہمراہی میں باپ کی خدمت میں (مدینہ) روانہ ہوئیں اسوقت سن مبارک نو سال کے قریب تھا مکہ سے بعد ہجرت نبوی سب سے پہلے یہی قافلہ پہونچا ہے کیونکہ مقام قبا پر پہونچکر آنحضرتؐ نے مدینہ میں داخل ہونے سے انکار کر دیا تھا کہ علیؑ کے بغیر نہ جاؤنگا اور اہل مدینہ اشتیاق سے بیچین تھے اسلیے ابو واقد کو قبا سے مکہ آنا پڑا اور امیرالمومنینؑ نے حکم روانگی پایا چلنے والوں کو آمادہ کیا جنہیں ام ایمن واسامہ نے آپ سے علیحدہ چھپ کر جانا پسند کیا اسلیے کہ وہ کفار کی جبر گیری سے مرعوب تھے اگرچہ اب امیرالمومنین کی دشمنی عام تھی

۱؎ ناسخ التواریخ ص۱

اسلئے کہ کفار جانتے تھے کہ آنحضرتؐ کو بے ضرر مکہ سے نکال دینے کے باعث علیؑ ہی ہیں کیونکہ آپ نے آنحضرتؐ کے بستر پر آرام فرمایا تھا پھر بھی علیؑ کی بیجگری پوشیدگی کو پسند نہ کرلی تھی اور عورتوں کا ساتھ محمل و ناقہ کے لئے مصر تھا جو خود بذاتہ اشتہار تھا چنانچہ امیرالمومنینؑ ہوا ہوا روانہ ہوئے اگرچہ ابو واقد پر خوف طاری تھا اسلیے سواریوں کو تیز کرنا چاہتے تھے مگر بیشنہ دل فارس ایمان (علیؑ) اسپر بھی راضی نہ تھا ہر مرتبہ فرماتے تھے کہ یہ ضعیف الخلقت عورتیں ہیں ان کے ساتھ نرمی کرو اسپر دلیل اس قیامت کی تھی جسکے سامنے کوئی ایمان دار سر نہ اٹھا سکتا تھا۔

لا شیٔ الا اللہ فارفع ھمکا   یکفیک رب الناس ما اھمکا

خدا کے سوا کچھ نہیں ہے غم نہ کرو   جو تم پر سخت ہے خدا اُسکی کفایت کرنے والا ہے

ان ہی باتوں میں منزل ضجنان تک پہونچے تھے کہ جناح غلام حارث بن امیہ نے سات سواروں کی جمعیت سے آ کر گھیرا اور روکنے کا اشارہ کیا ابو واقد پریشان ہو گئے [illegible] نظر آنے لگی مگر وہ علیؑ آگے بڑھے جنکے مذاق میں کفار سے دب کر لیٹنا یا جھکنا بھی کفر تھا ادھر ایک طرف تو آنکھ اُٹھائی اور دوسری طرف تلوار ایک جانب تیغ چلی اور ایک سمت زبان۔

خلوا سبیل الجاھد المجاھد   الیت لا اعبد غیر الواحد

صمیم دل سے جہاد کرنیوالے کا راستہ چھوڑ دو   میں نے تو قسم کھائی ہے کہ خدائے واحد کے سوا کسیکی پرستش نہ کرونگا

زبان و شمشیر کا ساتھ تھا یہ معلوم ہے لیکن کاٹ صرف تلوار کا دیکھا جس نے سر سے چلکر گھوڑے کی زین تک کاٹا تھا اب خدا جانے زبان نے دل جناح کا کیا حال کیا اس قیامت خیز و زلزلہ انگیز ضرب کی آواز کھلے ہوئے صحرا میں گونج گئی اور عاقبت اندیش بقیہ چھ سواروں نے اپنی مصلحت کے موافق گھوڑوں کو موڑا اور دم بھر میں مکہ کی محفوظ چار دیواری میں چھپ گئے یہی وقت تھا کہ اسامہ و ام ایمن بھی جنگل سے نکلے اور علیؑ کے ساتھ ہو گئے واہ ری علیؑ کی تلوار جس نے چلتے ہوئے جناح کے جسم کو توڑ دیا اور اسامہ و ام ایمن کی ٹوٹی ہوئی آس کو جوڑ دیا۔ اب یہ قافلہ بے روک ٹوک مقام

ملہ ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۳۴ ۔ ملہ قافلہ میں الف اشباع ہے ۱۲ شاعر

قبا پر پہونچا جہاں آنحضرت صلعم نے استقبال کیا علیؑ کے پاے آبلہ دار سے خون بہتے دیکھ کر رونے لگے اپنے زانو پر لٹایا پاؤں کے زخموں کو اسیطرح اچھا کیا جیسے میدان خیبر میں آنکھوں کو شفا دی تھی وہاں حدیث رایت پڑھی تھی یہاں ومن یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد کی تلاوت کی جو آیت بستر رسولؐ پر آرام کرتے دیکھ کر اتری تھی اسلیے کہ اس شب فرقت کے بعد یہ پہلی صبح وصلت تھی آیت کے بعد ارشاد ہوا یا علی انت اول ھذہ الایۃ (ای من یشری الخ) واول ایماناً باللہ ورسولہ واولھم ھجرۃ الی اللہ ورسولہ واخرھم عھداً برسولہ والذی نفسی بیدہ لا یحبک الا مومن قد امتحن اللہ قلبہ للایمان ولا یبغضک الا منافق او کافر یا علی تم اول آیت مذکورہ اور خدا اور رسول پر ایمان لانے والوں میں اور ہجرت کرنے والوں میں پہلے ہو اور آخر شخص ہو خدا اور رسول سے عہد نباہنے والوں میں جسکے ہاتھ میں میرا نفس ہے اسکی قسم تم سے محبت کرنے والا وہی مومن ہوگا جسکے دل کا خدا نے ایمان کے ساتھ امتحان کر لیا ہے اور تمھیں دشمن نہ رکھے گا مگر منافق یا کافر

نکاح ٭ ہجرت کو دو سال گزرے تھے اور سیدۂ عالم کا سن مبارک گیارہ سال کے قریب پہونچ چکا تھا کہ پیام سلام شروع ہو گئے انصار رتبہ شناس تھے اُن میں سے کوئی شیخ قبیلہ اور کوئی اور کوئی دولت دار سیدہ کا پیغام دینے کی جرأت نہ کر سکا لیکن مہاجرین جو بزعم خود ہمپایہ ہو چکے تھے یا آیندہ برابری کے اُمیدوار تھے وہ پیام لانے لگے لیکن آپ کی مسرت کے خلاف اظہار رنج و غضب ہوتا تھا اکثر چہرۂ مبارک سرخ ہو جاتا تھا اسپر بھی حضرت عبد الرحمٰنؓ بن عوف نے نہ مانا اور یہ سمجھ کر کہ آنحضرتؐ مہر کی زیادہ رقم پر راضی ہو جائیں گے ایک روز کسی نقد رقم کا اظہار کر بیٹھے اسپر آپ اور زیادہ برہم ہوئے اور چند سنگریزے زمین سے اُٹھائے جو آنحضرتؐ کے دست مبارک میں تسبیح کرنے لگے اور جب آپ نے انکو عبد الرحمٰن کی گود میں ڈالدیا تو گوہر و مرجان ہو گئے گویا اس سے مقصود یہ تھا کہ دولت کا محتاج نہیں ہوں یہ صرف آپ کا

لہ ناسخ جلد حالات پیمبرؐ ۲ایضاً حالات سیدۂ عالم ۳ایضاً ۴ مناقب ابن شہر آشوب ج ۴

حسن ظن ہے پھر حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ میں مشورہ ہوا مگر یہ اجتماع جبات آنحضرتؐ میں کچھ مبارک نہوا اسلئے کہ دونوں بزرگوں کو یہ جواب دیا گیا کہ حکم خدا کا منتظر ہوں یا یہ فرمایا گیا کہ فاطمہؓ کمسن ہے اگر پہلا جواب ملا تو ظاہر ہے کہ آسمانی فال میں یہ حضرات نہ پہنچ سکے اور اگر آخری جواب ملا تو حیرت ہے کہ اسی کے بعد فوراً علیؓ کا پیام قبول کر لیا گیا جس سے صاف ظاہر ہے کہ ٹالدیا گیا اس انکار کا رنج ان دونوں بزرگوں کو ہوا اور ہونا ہی چاہیئے کسی کا بھی خون آرزو و خوشی نہیں ہوتا۔ اب یہ نہیں معلوم کہ یہ رنج کب تک باقی رہا مگر جب حضرت ابوبکرؓ جواب صاف پاکر واپس ہوئے اور حضرت عمرؓ سے اسکا ذکر کیا تو انھوں نے بحسرت فرمایا ردّک[۱] یا ابابکر اور اسی طرح جب حضرت عمرؓ واپس ہوئے تو حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا ردّک یا عمرؓ[۲]

مولوی عبدالسلام صاحب ندوی یہ واقعہ لکھکر فرماتے ہیں کہ خلفائے مذکور کا پیام دینا ہمارے نزدیک صحیح نہیں ہے اسلئے کہ اس روایت کو ابن حجر عسقلانی نے اصابہ میں نقل نہیں کیا اور جناب نیاز صاحب مولوی صاحب موصوف کی رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایسا ضرور ہوا ہوگا اور اس انکار میں نہ انکی توہین ہے نہ جناب سیدہ کی اور کچھ ضروری نہیں ہے کہ جس روایت کو صاحب اصابہ نہ لکھیں اسکو غلط ہی تسلیم کر لیا جائے۔

دونوں بزرگ چونکہ حنفی المذہب ہیں اور آپس ہی میں رد و قدح پہ آ گئے ہیں اُلٹا اُنہیں اور شیعہ ہونا باتفاق ایک ایسا جرم ہے جو بلا سماعت مقدمہ موجب سزا ہے اسلئے ہم اپنی شیعیت سمیت ان دونوں کے بیچ میں نہیں آنا چاہتے لیکن نیاز صاحب دوستانہ اسقدر ضرور عرض کرنا ہے کہ مولوی عبدالسلام صاحب نے جو سمجھکر انکار کیا ہے وہ آپ نہیں سمجھے بھلا آپ نے یہ روایت بھی دیکھی ہے خطب[۳] ابوبکرؓ و عمرؓ فاطمۃؑ الی رسول اللہؐ فقال النبیؐ ھی لک یا علیؑ لست بدجال یعنی بکذاب و ذالک انہ قد کان وعد علیاً قبل ان یخطب الیہ ابوبکر و عمر حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ نے آنحضرتؐ کو پیام فاطمہؑ دیا تو آپ نے فرمایا یا علیؑ

[۱] طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۱۲ [۲] طبقات ج ۸ ص ۱۲

فاطمہؑ تو تمھارے لئے ہیں اور تم دجّال یعنی کذاب نہیں ہوا اور یہ اسلیے کہ آنحضرتؐ پیام ابوبکر وعمر سے پہلے ہی علیؑ سے وعدہ کر چکے تھے۔

نیاز صاحب اگر آپ خفا نہوں تو لست ہیں سوائے متکلم نہیں ہے بلکہ ہمارے مخاطب سے ہے اسلیئے کہ آنحضرتؐ نے علیؑ سے کوئی وعدہ نہیں کیا تھا اور اگر ایسا ہوتا تو حضرت ابوبکر و عمر نے جب آپ کو مشفقانہ پیام دینے کی رائے دی ہے اُسوقت آپ اپنے وعدہ کا ذکر فرماتے نہ یہ کہ آپ عذر کرتے اس معاملہ میں اتنی کثیر روایات ہیں جن سے انکار گویا اجماع سے انکار ہے اور ہم شیعہ ہوکر اگر راوی حدیث میں کسی کو جھوٹا کہیں جب بھی آپ کی خفگی کا ڈر ہے اسلیے لست کی جگہ لست پڑھتے ہیں اور اس اعتبار سے دجالیت کا وجود علیؑ میں نہ رہا تو اب کس میں پایا جائیگا یہ نتیجہ ہے وہ خرابیاں رو بہ زوال ہیں جن کی وجہ سے مولوی عبد السلام صاحب کو انکار کرنا پڑا اور اگر اب آپ کو آئندہ اڈیشن چھپوانے کی ضرورت ہوئی تو آپ بھی انکار ہی فرمائینگے لیکن اتنا یاد رہے کہ طبقات ابن سعد اصابہ سے عمر میں بڑی کتاب ہے اسلیے اصابہ سے معتبر تر ہے پھر اسد الغابہ اور تاریخ کی سیکڑوں کتابوں میں یہ واقعہ نقل ہوا ہے اور قیامت بالائے قیامت کہ صحاح میں بھی ہے اسلیے مولوی عبد السلام صاحب اور آپ دونوں مل کر کہانتک نہوں گے لہذا ہماری ہمدردی قبول فرمائیے۔

غرض جب یہ دونوں حضرات ناکام ہوئے تو علیؑ کو بھیجا اور آپ آ کر خاموش بیٹھ گئے شکر ہے کہ یہاں پیغام بھی دینا نہ پڑا آپ نے خود ہی پوچھا کہ یا علیؑ تم تو آج اسطرح بیٹھے ہو کہ گویا سیدہ کا پیام لائے ہو آپ نے اقرار فرمایا کہ ہاں غرض تو یہی ہے اور اے خدا کے رسولؐ آپنے فرمایا ہے کہ میرا سبب و نسب منقطع ہونے والا نہیں ہے اسلیے میری یہ آرزو بیجا بھی نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ حسب تو تم میں موجود ہی ہے اور نسب بھی خدا نے تم سے قریب کر دیا ہے اچھا میں سیدہ سے پوچھ لوں یہ کہکر آنحضرتؐ عصمتکدۂ خاص میں تشریف لائے اور آپ نے سیدہؑ سے کہا[۵۲]

[۵۱] مناقب ج ۴ ص ۱۷۶ [۵۲] مناقب ج ۴ ص ۱۹

کہ بیٹا علی کی قرابت قریبہ اور اُنکے فضل اسلام سے تو تم واقف ہی ہو اور میں نے بھی خدا کی درگاہ میں التجا کی تھی کہ وہ تمھاری تزویج ایسے سے کرے جو تمام مخلوق میں بہتر اور تمام سے زیادہ اُسکا محبوب ہو بیٹا آج انھوں نے مجھ سے تمھارے بارے میں کچھ ذکر کیا ہے کہو تم کیا کہتی ہو سیدہ گردن جھکا کر چپ ہوگئیں تو آپ نے تکبیر فرمائی اور کہا کہ ان کا سکوت ہی ان کا اقرار ہے۔[1] سیرۃ النبویہ میں ابن دحلان مفتی مکہ معظمہ نے جو روایت لکھی ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیام و سلام سے پہلے آنحضرتؐ نے سیدہ کا نکاح علی سے کر دیا تھا اور علیؑ کو نکاح کے بعد یہ خبر دی گئی چنانچہ علامۂ موصوف اس اختیار کو النبی اولی بالمؤمنین من انفسھم کے ماتحت خیال کرنے پر مجبور ہوئے۔

بہرحال نسبت ٹھہر گئی اب علیؑ کو اپنی والدہ گرامی فاطمہؓ بنت اسد سے عرض کرنا اور اجازت لینا باقی تھا اسلئے آپ نے آکر اُنؓ سے عرض کی کہ گھر سے باہر کا کام تو میں کر ہی لیتا ہوں لیکن گھر کا کام تنہا آپ پر ہے اسلئے اچھا تھا اگر کوئی اور بھی آپ کا شریک ہو جاتا اور کیا اچھا ہوتا کہ بنت پیمبر فاطمہ آپ کا ہاتھ بٹانے آجاتیں ماں کی رضا پا کر آپ پھر تشریف لائے تو آنحضرتؐ نے مہر کے لئے دریافت فرمایا کہ تمھارے پاس کیا ہے آپ نے فرمایا کہ اے خدا کے رسولؐ آپ میرے حال سے خوب واقف ہیں میرے پاس ایک ناقہ ایک گھوڑا ایک تلوار ایک زرہ ہے آپ نے فرمایا کہ زرہ کو فروخت کر ڈالو یہ زرہ فروخت ہو گئی امیرالمؤمنین فرماتے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم[2] وہ روپیہ کسقدر تھا لیکن اُن میں سے آنحضرتؐ[3] مٹھی بھر بھر کر بے گنتی سامان خریدنے کے لئے دیتے رہے۔ شہزادی عالم و ملکۂ جنت کے جہیز کی فہرست لکھتے ہوئے ہم ایسے دنیا پرستوں کا قلم لرزتا ہے۔ قمیص، چادر، قطیفہ بانوں کا پلنگ ایک بستر جسمیں خرمے کی چھال بھری ہوئی تھی مشک، پیالہ، گلی گھڑے، چکی، چیرخہ یہ کل اسباب ہے۔

[1] طبقات ج ۸ ص ۱۲ [2] استیعاب صفحہ ۱۱۷ [3] بحارالانوار مجلسی ج ۱۰۔

جہیز آنے سے قبل اور نسبت ٹھہر جانے کے بعد ایک روز سلمان فارسیؓ علیؑ کو بلانے آئے اور جب آپ آنحضرتؐ کی خدمت میں پہونچے تو فرمایا یا علیؑ تم کو خوشخبری بشارت ہو میرے نکاح کرنے سے پہلے خدا نے بالائے فلک تمھارا نکاح کر دیا حاملان عرش میں سے یہ ملک سطائیل تمھاری نسل کی طہارت اور تمھاری جمعیت خاطر کا مژدہ لے کر آیا ہے اور کہہ رہا ہے کہ جبرئیل بھی چل چکے ہیں دُنیاوی نکاح سے چالیس[51] روز قبل یہ عقد مسرت فلک پر معین ہوا ملک مقرب راحیل نے بیت المعمور میں خطبۂ فصیح و بلیغ کے ساتھ اعلان نکاح کیا ملکوت اعلیٰ میں خوشی منائی گئی بہشت آراستہ و پیراستہ ہوئے ملائک نے آپس میں مبارکبادیں دیں فاطمہؑ کا نچھاور ایک دوسرے کو ہدیہ دیا گیا شجر طوبیٰ نے نار دوزخ کے برأت نامے لٹائے جو دوستداران فاطمہؑ کا وسیلۂ نجات ہیں۔ انشاءاللہ۔

اس قسم کے روایات ہمارے یہاں بکثرت ہیں لیکن ہم طول کا خیال کر کے ترک کرتے ہیں۔

دُنیا میں روز نکاح خود سیدہ بھی روئی تھیں خدا جانے تھوڑے سے جہیز کی خبر پہونچی یا مہر میں ایک ذرہ کو سُنا باپ کی مجبوریوں نے دل دُکھایا یا دولت داران یاد آئی مگر آنحضرتؐ بیقرار ہو کر آئے اور فرمایا کہ بیٹا میں نے تمھارا نکاح[52] ایسے سے کیا ہے جو میرے اہلبیت میں سب سے بہتر ہے اور میں نے نہیں خدا نے تمھارا نکاح علیؑ سے کیا ہے اور قیام ارض و سما تک تمھارے مہر میں خمس اموال مقرر کیا گیا۔ دوسری روایت بتاتی ہے کہ سیدہؑ نے خود باپ[53] کو بلا بھیجا اور فرمایا کہ بابا اگر میرا مہر بھی درہم و دینار ہی مقرر ہوئے تو عامۂ اُمت اور پیمبر کی بیٹی میں کیا فرق ہوگا میرا مہر شفاعت گنہگاران اُمت ہونا چاہئے آنحضرتؐ نے اسکا کوئی جواب نہ دیا اور در حقیقت اسکا جواب وہی دے سکتا ہے جس نے جبرئیلؑ کو حریر جنت کے ایک پارچے[54] کے ساتھ بھیجا جس پر لکھا ہوا تھا جعل اللہ مہر فاطمۃ الزہراء شفاعۃ المذنبین من امۃ ابیہا ۔ خدا نے مہر فاطمہؑ اُنکے باپ کی اُمت کے گنہگاروں کی شفاعت مقرر کی، یہ پارچہ

[51] مناقب ج ۴ ص ۱۱۲ [52] مناقب وغیرہ [53] بحارالانوار ج ۱۰ [54] اخبار الدول القرمانی ص ۸۸

حسب وصیت سیدہؑ کے کفن میں رکھدیا گیا تھا۔

تاریخ نکاح میں سخت اختلاف ہے ماہ رجب بھی کہا گیا ہے یعنی جنگ بدر سے قبل نکاح[1] اور بعد بدر رخصتی[1] اور بعض نے ذالحجہ کی یکم و ششم اور محرم کی یازدہم بھی بتائی ہے چونکہ نکاح فلک کے چالیس[2] روز بعد دُنیا میں عقد ہوا ہے اگر اسکا خیال رکھتے ہوئے روایات میں توفیق کی جائے تو یکم ذالحجہ سے یازدہم محرم تک یہ تعداد پوری ہو جاتی ہے اور اسمیں ایک عقد فلکی اور ایک عقد ارضی کی تاریخ ہوگی روز عقد خود امیرالمومنینؑ نے خطبہ پڑھا جسکو مناقب میں نقل کیا گیا ہے نکاح کے اُنتیس روز گزر گئے مگر امیرالمومنینؑ نے رخصتی کا تقاضا نہیں فرمایا حضرت عقیلؑ نے اصرار کیا تو آپ نے حضرت ام سلمہؓ سے فرمایا اور اُنھوں نے آنحضرتؐ کے گوش زد کیا آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میں منتظر تھا کہ خود علیؑ کہیں۔ ام سلمہؓ نے عرض کی کہ وہ شرماتے ہیں آپؐ نے فرمایا کہ اچھا اپنے حجرہ کو آراستہ کرو۔

یہ محل نظر ہے کہ ام سلمہ سے آپ نے اُنکے حجرہ کی آراستگی کے لئے فرمایا ہو اس لئے کہ اُسوقت تک ام سلمہ کے شوہر اولی زندہ تھے البتہ اُن کا آنا جانا بحیثیت قرابت ممکن ہے حقیقت یہ ہے کہ اسوقت امیرالمومنینؑ نے ایک چھوٹا سا مکان آنحضرتؐ سے قریب کرایہ پر لیا تھا اور اسی مکان کو آپ[1] نے آراستہ کیا تھا صحن میں نرم نرم ریت بچھائی تھی اور بکری کی کھال کا فرش کیا گیا تھا ایک دیوار سے دوسری دیوار تک لکڑیاں باندھ کر اُسپر کپڑے لٹکائے تھے اسی مکان میں زفاف فاطمہؑ واقع ہوا ہاں تھوڑے دن بمشکل گزرے تھے کہ آنحضرتؐ کو اتنی دوری شاق ہونے لگی اور ایک روز فاطمہؑ کے پاس آئے کہ بیٹی دل چاہتا ہے کہ تم پھر میرے ہی پاس چلی آؤ کہا بابا مختصر سے مکان میں کیونکر بسر ہوگی اس سے تو یہی اچھا ہو کہ آپ حارثہ بن نعمان سے۔ کہیے جہاں اُنھوں نے آپ کو اور مکان دیئے ہیں وہاں ایک میرے لئے بھی دیدیں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ بیٹیا اب اُنسے تو کہتے بھی شرم آتی ہے۔ مگر جب

[1] مناقب ج ۳ صنـ۲ـ

حارثہ بن نعمان کو یہ خبر ہوئی تو وہ بتیابانہ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی کہ مولا میں اور میرے مکان سب آپ ہی کے ہیں آپ کا لے لینا آپ کے چھوڑ دینے سے مجھے محبوب تر ہے آپ سیدہ کو بلا لیجئے آپ نے فرمایا کہ اے حارثہ تم سچ کہتے ہو خدا تم کو برکت[1] دے یہ مکان آنحضرت کے مکانات کے عین وسط میں تھا اسلیے کہ جب حضرت عبداللہ ابن عمر ابن خطاب سے حضرت عثمان و حضرت علیؑ کا امتیاز مراتب پوچھا ہے تو آپ نے اسی مکان کی طرف اشارہ کرکے فرمایا تھا کہ مکان سے مکین کے مرتبہ کا اندازہ کرلو دیکھو نا کہ اُن کا مکان وسط بیوت[2] پیمبر ہے اور اسی مکان کا دروازہ مسجد نبوی میں کھلا رہا ہے یہ ایسے محل پر واقع تھا کہ صحن مسجد میں سے گزرنا ضروری تھا یہ واقعہ اُسوقت کا ہے جب آنحضرتؐ نے ابوایوب انصاری کے مکان میں رہنا ترک فرمادیا تھا۔

جب امیرالمومنینؑ مکان کو آراستہ فرما چکے تو آنحضرت خود بنفس نفیس اہتمام میں مشغول ہوئے بنی ہاشم کے زن و مرد کو مدعو کیا گیا۔ اُم سلمہؓ دلہن بنانے بیٹھیں تو پوچھا بی بی تمہارے پاس کچھ سامان خوشبو بھی ہے فرمایا کہ ہاں کچھ ذرات خوشبو جو دحیہ کلبی کے لباس سے گر کر رہ جاتے تھے وہ میں نے ایک شیشی میں جمع کرلئے ہیں۔ چونکہ جبرئیلؑ امین دحیہ کی صورت میں آتے تھے اور ہوا سے یہ جبرئیلؑ مشک جنت اپنے ساتھ لایا کرتی تھی اسلیئے اس مشک سے خوشبو کی گئی اور پھر آنحضرتؐ نے خود اپنے ناقہ پر سوار کیا اور خود مہار ناقہ تھام کر تکبیریں کہتے ہوئے لیچلے بنی ہاشم جو پھیلے ہوئے تھے سمٹ آئے اسدالرسول سیدالشہدا حضرت حمزہ و ابن عم رسول حضرت عقیل و عم رسول حضرت عباس نے تلواریں کھینچ لیں اور محمل کو اسطرح سایۂ شمشیر میں لیچلے جس طرح ایک معزز عربی دوشیزہ کو لیجا سکتے ہیں بنی ہاشم کے بعد انصار و مہاجرین کے صفوف تھے اور انکے بعد ازواج النبی مثل حضرت عائشہ و حضرت حفصہ اور زنان انصار مثل معاذہ ام معاذ و ام سلمہ رجز و تہنیت خوانی میں مصروف تھیں[3] چونکہ مسلمانوں پر پے در پے مصائب

[1] طبقات ابن سعد ج ۸ صفحہ ۱۲ [2] خصائص مرتضوی امام نسائی [3] مناقب ج ۴ صفحہ ۲

گزرنے کے بعد اس شادی نے مُنہ دکھایا تھا اسلیے انصار نے نہایت فراخدلی و عالی حوصلگی سے اس مسرت میں آنحضرتؐ کا ساتھ دیا۔ مردانِ انصار میں کسی نے مکان دیا کوئی ولیمہ کے لئے کچھ لایا کسی نے خود ہدیۃً کچھ پیش کیا کسی نے اپنی عورتوں کے ذریعہ سے براہ راست دولھن کی خدمت میں کچھ تحفہ بھیجا مگر یاد رہے کہ یہ دینے والے انصار تھے ان میں کسی دولتمند مہاجر کا پیسہ صرف نہیں ہوا ہے خدا کا شکر ہے کہ عترت رسولؐ اس احسان سے بچی رہی ورنہ آج خدا جانے کیا کیا الفاظ سُننا پڑتے! رہے انصار اُن کا اور رسولؐ و عترت رسول کا چولی دامن کا ساتھ تھا وہ صرف خوشی ہی میں اہلبیت کے ساتھ نہیں رہے بلکہ مظلومیت میں بھی اُنکے کاندھے پر لایر کا بوجھ رکھا گیا۔

چنانچہ سعد ایک گوسفند لائے اور ایک ناصر آرد گندم لایا اور آنحضرتؐ نے خود بیٹھکر گوشت صاف کیا امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ مجھے اس حالت میں بھی آنحضرتؐ کے دست مبارک پر اثر خون نظر نہ آتا تھا۔ آنحضرتؐ نے کھانے کا سامان درست فرما کر امیر المومنین سے فرمایا یا علیؑ جاؤ دعوت دے آؤ آپ مسجد میں آئے تو اُسکو مجمع سے لبریز پایا غرم آئی کہ کسکو بلاؤں اور کس کو نہ بلاؤں آپ نے پکار کر فرمایا کہ اے اہل اسلام ولیمۂ بنت رسول میں شرکت کرو کہا جاتا ہے کہ مدینہ بھر اُلٹ پڑا مگر نہ کھانے والوں نے کمی کی اور نہ برکت دست مبارک آنحضرتؐ نے یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے۔

جب دو لھا دولھن قریب قریب بیٹھے تو آنحضرتؐ نے سیدہؑ کا ہاتھ علیؑ کے ہاتھ میں دے کر فرمایا بارك الله فى ابنة رسول الله پھر آنحضرتؐ واپس تشریف لیگئے اور فرما گئے کہ جب تک میں نہ آلوں دونوں نہ بیٹھیں قریب شام پھر تشریف لائے اور دروازے پر ٹھہر کر پوچھا کہ کیا میرا بھائی (علیؑ) ہے ام ایمن نے دروازہ کھولتے ہوئے[1] عرض کی یا رسول اللہ آپ اب بھی بھائی ہی فرمائے جائیے گا یعنی اب تو علیؑ داماد ہو چکے

---

[1] مناقب ج ۴ صفحہ ۲ ۵ خصائص مرتضوی وغیرہ

آنحضرتؐ نے فرمایا ہاں ام ایمن ایسا ہی ہے لیعنی خدائی رشتہ کو میں توڑنے والا کون پھر
آپ نے ایک پرچھائیں دیکھ کر پوچھا کہ کیا یہاں اسماء بنت عمیس بھی ہیں اسماء نے بڑھ کر
عرض کی ہاں میں بھی حاضر ہوں آپ نے پوچھا کہ کیا بنت رسولؐ کی خدمت کرنے کو
آئی ہو کہا ہاں مولا اسوقت عورت کو عورت ہی کے مدارج درکار ہوتے ہیں یارسول اللہ
میں وقت وفات خدیجہ حاضر تھی اُسوقت میں نے دیکھا کہ وہ فاطمہؑ کو دیکھ دیکھ کر اور اسوقت
کو یاد کر کر کے رو رہی تھیں میں نے سبب پوچھا تو کہا کہ فاطمہؑ دولھن بنے گی تو کون ساتھ جائیگا
(حیرت ہے کہ جسکی تین سگی بہنیں موجود ہوں اُسکی ماں اتنی بے آس ہو) میں نے جب یہ
سُنا تو وعدہ کیا کہ میں آپ کی طرف سے خدمت کے لئے حاضر ہونگی چنانچہ آج وہ وعدہ
پورا کرنے آئی ہوں آنحضرتؐ نے یہ سُن کر دعائے خیر دی۔

پھر آنحضرتؐ گھر میں تشریف لائے اور پانی طلب[لے] کرکے اُسمیں کُلّی فرمائی سیدہ کو
اور علیؑ کو طلب کیا پھر وہ پانی علیؑ کے سر و بازو پر پہلے چھڑکا اننے میں سیدہ شرم سے لڑکھڑاتی
ہوئی آئیں آنحضرتؐ نے آپ کے سینہ و سر پر بھی وہی پانی چھڑک کر فرمایا اللھم انھما
احب خلقك الیّ فاحبھما و بارك فی ذریتھما واجعل علیھما منك حافظاً
وانی اعیذ ھما وذریتھما من الشیطان الرّجیم الٰہی تیری مخلوق میں یہی دو مجکو
محبوب تر ہیں تو بھی ان دونوں کو محبوب رکھ انکی اولاد میں برکت دے اور ان کا
نگہبان رہ اور میں ان کو اور ان کی ذریت کو شیطان رجیم سے تیری پناہ میں دیتا ہوں
اس دعا کے ایک حصہ کی مقبولیت تو عالم بھر کا مشاہدہ بن گئی ہے لیعنی بارك فی ذریتھما
دنیا میں کسی ماں کی اولاد اسقدر تباہ و برباد و قتل و اسیر نہیں ہوئی جسطرح سیدہ عالم کی
کی ذریت قتل کی گئی مگر آج دنیا میں کوئی گوشہ ایسا نہیں ہے جسمیں بحمدہ سادات صحیح النسب
دنبی فاطمہؑ موجود نہوں اور انشاء اللہ تا قیامت رہینگے اور اپنے اہل شفقت دوستوں کے خلاف

لے مناقب وطبقات ج ۸ صـ۱۲ـ باختلاف لفظی ۱۲

مقصود پڑھتے جائینگے کا سن سادات کرام اپنے ماں باپ کے مناقب پڑھیں اور اُن کی افضلیت پہ ایمان لائیں اور اپنے دوست و دشمن کو پہچانیں اور اُنکے اسوۂ خیر کی متابعت کریں۔

اسکے بعد آنحضرتؐ نے فرمایا مرحبا[1] بحرین یلتقیان ونجمین یقترنان ثم خرج الی الباب یقول طہرکما وطہر نسلکما انا سلم لمن سالمکما وحرب لمن حاربکما استودعکما اللہ واستخلفہ علیکما مرحبا اُن دو دریاؤں پر جو مل گئے اور اُن دو ستاروں جن کا اقتران ہوگیا پھر دروازے تک یہ کہتے ہوئے تشریف لائے کہ تم دونوں اور تمھاری نسل پاک ہوگئی اُن سے میری بھی صلح ہے جن سے تمھاری صلح ہے اور اُن سے میری بھی جنگ ہے جن سے تمھاری جنگ ہے تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں اور وہی تمھارا نگران ہے۔ شب زفاف فاطمہؑ بقول[2] ابن عباس ہزاروں فلک زمین پر نازل ہوئے اور صبح کو آنحضرتؐ پھر تشریف لائے تو ایک پیالہ دودھ کا لیے ہوئے پہلے اسکو سیدہؑ کے سامنے بڑھا کر فرمایا تمھارا باپ تم پر فدا ہو پی لو پھر علیؑ کی طرف بڑھا کر کہا تمھارا ابن عم تم پر فدا ہو پی لو۔

نکاح کے بعد کی قیاسیں ہم کو یقین تھا کہ صاف باطن حضرات میں اگر کچھ شکررنجی انکا رسولؐ سے ہو بھی گئی ہوگی تو اُس نے تلخکامی کی صورت مدتوں تک اختیار نہ کی ہوگی مگر ہم کو افسوس ہے کہ ان مراسم کے ختم ہوجانے کے بعد عتاب و خطاب شروع ہوگئے اور آتش محرومی کا ڈالا ہوا چھالا زبان پر حرف شکایت بنگیا آخر آنحضرتؐ کو فرمانا پڑا کہ میں[3] نے نہ تم کو روکا اور نہ علیؑ کے ساتھ تزویج کی بلکہ جو کچھ کیا وہ خدا نے کیا اور میرے اوپر تو جبرئیلؑ جاذل ہوئے اور اُنھوں نے کلام خالق نقل کیا کہ اگر ہم علیؑ کو خلق نہ کرتے تو تمھاری بیٹی کا کوئی کفو (برابر کا جوڑا) روئے زمین پر آدم سے اسوقت تک نہ تھا۔

آنحضرتؐ سے مایوسی کے بعد مردوں کی جگہ سیدہ پاس عورتیں آنے لگیں خدا جانے یہ عورتیں کون تھیں مگر پیغام دینے والوں کی کم از کم شناسا ضرور تھیں عجب نہیں کہ ان کا

---

[1] مناقب ج ۴ صفحہ ۲۲ [2] اخبار الاول القرمانی صفحہ ۸۸ [3] بحار الانوار ج ۱۰

خیال ہو کہ اب کنوارے رہنے کی شرم و حیا تو باقی نہیں ہے ممکن ہے کہ سیدہ اپنے اختیار سے کام لیں چنانچہ انھوں نے آ آکر کہنا شروع کیا کہ اے سیدۂ عالم[1] تمھارے باپ کو فلاں نے اور فلاں نے پیام دیا مگر انھوں نے اُن سے تو انکار کر دیا اور ایک محتاج اور غریب آدمی کے ساتھ عقد کر دیا جو کچھ بھی نہیں رکھتا یہ سُن کر سیدہؑ رونے لگیں اور آنحضرتؐ سے یہ واقعہ بیان فرمایا آپ نے فرمایا کہ اے سیدہؑ لقد انکحتک اکثرھم علما و افضلھم حلما واولھم سلما میں نے تمھارا نکاح اُس شخص سے کیا ہے جو اُن سب سے علم میں زیادہ تر حلم میں بہتر و افضل اور اسلام میں اول ہے ۔ اس حدیث کو اگر بے تناسب واقعہ دیکھئے گا ضمیر جمع عہد آنحضرتؐ کے تمام مسلمانوں کی طرف راجع ہوگی اور اگر مناسبت واقعہ کا خیال فرمایا جائے گا تو صرف سیدہ کے پیام دینے والے مرجع ہوں گے۔

اسقدر اور بھی قابل غور بات ہے کہ آپ ان واقعات کو سلسلہ سے دیکھ رہے ہیں اور یہ سمجھ رہے ہیں کہ یہ دو چار روز کے اندر کے پیہم واقعات ہیں در انحالیکہ طرز تحریر نے سلسلہ پیدا کر دیا ہے ورنہ واقعات میں بُعد ہے جس سے یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ ملال ظاہر بظاہر بعد تک آیا ہے تو باطن کے امتداد کا حال خدا جانے ہم نہیں کہہ سکتے کہ کون کون سے آئندہ واقعات کس کس جذبہ کے ماتحت تھے۔

اولاد حسنؑ و حسینؑ و محسنؑ[2] زینب و ام کلثوم - امام حسنؑ کو حضرت خال المومنین معاویہ بن ابوسفیان نے زہر دلوایا امام حسینؑ کو حضرت یزید بن معاویہ نے ذبح کرایا حضرت زینبؑ کا عقد عبداللہ بن جعفر و حضرت ام کلثومؑ کا عقد محمد بن جعفر سے ہوا ان کا تذکرہ انشاءاللہ آئندہ صفحوں میں ہوگا حضرت محسن کا تذکرہ بھی آئندہ ہوگا۔

کلام مجید کی شرح سرائی حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ آیۂ تطہیر میرے گھر[3] میں نازل ہوئی اور وقت

---

[1] اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ ج ۵ صفحہ ۵۲۰ سراج الوہاج شرح صحیح مسلم ابن حجاج ۲۶۴ و استیعاب ۱۔
[2] تذکرہ سبط ابن الجوزی ۱۲ ص ۹۳ اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۵۲۱ و شرح صحیح مسلم سراج وہاج صفحہ ۲۶۶

نزول آنحضرتؐ نے علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ علیہم السلام کو بلا کر ایک جگہ کیا اور فرمایا اللّٰھم ھؤلاء اھلبیتی (الٰہی میرے اہلبیت یہی ہیں) میں نے عرض کی فما انا من اھل البیت قال بلٰی ان شاء اللہ کیا میں اہل بیت سے نہیں ہوں فرمایا کہ ہاں اگر خدا نے چاہا یعنی اہلبیت کے شمار میں اضافہ یا کمی یہ صرف خدا پر منحصر ہے دوسری روایت کی بنا پر آپ نے صاف صاف فرمادیا قفی علی مکانک انت علی الخیر تم اپنی جگہ ٹھہری رہو تم سبیل خیر پر ہو مگر اہلبیت میں داخل ہونے کی گنجائش نہیں ہے۔ آیہ تطہیر نازل ہونے کے بعد سے چھ ماہ تک آنحضرتؐ روزانہ نماز صبح کے وقت دروازہ سیدہ پر آواز دیتے تھے الصلوٰۃ یا اھل بیت محمد انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا اے اہلبیت محمدؐ نماز کا وقت آگیا یقیناً خدا چاہتا ہے کہ اے اہلبیت تم کو رجس سے پاک اور طاہر کرے جو پاک کرنے کا حق ہے

مقام مباہلہ میں آل رسولؐ پر لفظ اہل بیت کا اطلاق اور بھی واضح ہوگیا جب نصارٰے نجران سے حضرت عیسیٰؑ کے متعلق آپ سے مباہلہ ہوا یہ مباحثہ اور تحقیق حق کی آخری صورت خدا نے بتائی تھی اور حکم ہوا تھا کہ اے رسولؐ اگر دلائل و براہین پر بھی یہ لوگ عیسیٰ کو ابن اللہ ماننے پر اڑے ہوئے ہیں تو قل تعالوا ندع ابنائنا وابنائکم ونسائنا ونسائکم وانفسنا وانفسکم ثم نبتھل فنجعل لعنۃ اللہ علی الکاذبین کہدو کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ اور تم اپنے بیٹوں کو اور ہم اپنی عورتوں کو بلائیں اور تم اپنی عورتوں کو اور تم اپنے اُن لوگوں کو بلاؤ جو تمھیں مثل اپنی جان کے ہیں اور ہم اپنے ایسے ہی لوگوں کو اور پھر ہم تم بددعا کریں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت قرار دیدیں۔ یہ بددعا کا امر جب طے ہوچکا تو آنحضرتؐ اسطرح برامد ہوئے کہ امام حسنؑ آپ کے ہاتھ کی انگلی پکڑے ساتھ تھے اور امام حسینؑ آپ کے کاندھے پر تھے یہ ابنائنا کے زندہ معنی تھے اور نسائنا کی معنویت پوری کرنے کو سیدۂ عالم برقعہ پوش آپ کے پس پشت تھیں اور

؎ تذکرہ سبط ابن جوزی اسد الغابہ ص۲۲

النسا کے اظہار راز کے لئے علیؓ سب سے آخر تھے۔ آپ جب میدان میں پہونچے تو آپ نے فرمایا اللّٰھم ھؤلاء اھل بیتی خداوندا میرے اہلبیت یہی ہیں۔ ہم کو سخت تعجب ہے کہ اس بڑے وقت حلقہ محبت میں سے کوئی بزرگ نہ خود آنحضرتؐ کے ساتھ آئے نہ خواہش ظاہر فرمائی نہ آنحضرتؐ نے خود ساتھ لیا کیا نقصان ہوتا اگر نفس رسول کا خوبصورت خطاب حاصل ہو جاتا اور ازواج نبی میں سے بھی کوئی بی بی ہمراہ نہ آئی درآنحالیکہ آنیوالوں کے ساتھ اگر یہ حضرات بھی ہوتے تو کلام مجید کے معنوں میں نقصان نہ پیدا ہوتا ضمیر جمع ہر شخص کو اپنی گود میں لے لینے کے لئے تیار تھی ہم تو بجمدہ خوش عقیدہ ہیں لیکن اس مقام پر بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ نصاریٰ کی بددعا کا یہ خوف تھا کہ مقابل میں نہ آئے اور یہ خوف حسب قدر زیادہ تھا اسیقدر القان رسولؐ اللہ کم واللہ اعلم بالصواب تفسیر جلالین[۱] میں ہے کہ ہمراہی میں صرف فاطمہؑ و علیؑ و حسنؑ و حسینؑ ہی تھے سچ ہے جگر جگر ہے دگر دگر ہے۔

مناقب | حضرت صدیقۂ کبریٰ فاطمہ زہراؑ کی شان میں آیات بکثرت ہیں جنکی تفصیل ہماری دوسری تصنیف "قران النسا" میں موجود ہے یہ مقام طول نہیں ہے سیدہؑ[۲] علیل تھیں آنحضرتؐ عیادت کو تشریف لائے مزاج پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ درد میں مبتلا ہوں اور اسپر یہ مصیبت کہ کھانے کو بھی کچھ نہیں ہے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ کیا تمھاری خوشی کیلئے یہ کم ہے کہ تم دُنیا بھر کی عورتوں کی سردار ہو سیدہ نے پوچھا کہ یہ لقب تو حضرت مریمؑ کا تھا آپ نے فرمایا کہ وہ اپنے زمانہ کی عورتوں کی سردار تھیں اور تم اپنے زمانہ کی عورتوں کی سردار ہو خدا کی قسم اسی سے تو میں نے تمھارا نکاح اُس سے کیا جو دُنیا کا بھی سردار ہے اور آخرت کا بھی صاحب سراج[۳] وہاج میں مطالب صحیح مسلم ابن حجاج لکھتے ہیں کہ چونکہ اُمت محمدیہ تمام امم سابقہ سے افضل ہے اسلیے فاطمہ زہرا سیدہ نسا رنبی اسرائیل مریم اور اُنکے ماسوا آسیہ وغیرہا سے بھی افضل ہیں آنحضرتؐ نے فرمایا فاطمۃ[۴] بضعۃ منی فمن اغضبھا فقد اغضبنی واستدل بھذا السھیلی علی من سبّھا

[۱] جلالین معہ کمالین مطبوعہ دہلی [۲] استیعاب [۳] سراج وہاج [۴] صحیح بخاری شریف [۵] اسد الغابہ [۶] سراج وہاج

فانہ یکفروانھا افضل بناتہ سہیلی نے اسی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ فاطمہ کی سب کرنیوالا کافر ہے اور فاطمہؓ آنحضرتؐ کی سب بیٹیوں سے افضل ہیں۔

آنحضرتؐ جب کسی سفر سے واپس آتے تھے تو خدا کے گھر میں دو رکعت نماز پڑھ کر پہلے سیدہ کے گھر میں آلیتے تھے تو پھر کہیں اور جاتے تھے ایک روز آنحضرتؐ تشریف لائے تو امیرالمومنینؓ آرام کر رہے تھے امام حسنؓ نے پانی مانگا پھر امام حسینؓ نے بھی پانی مانگا آپ خود اُٹھے اور دودھ دوہ کر لائے پہلے امام حسنؓ کو دیا سیدہؓ نے عرض کی کہ یا شاید آپ حسینؓ سے زیادہ حسنؓ کو چاہتے ہیں آپ نے فرمایا نہیں یہ نہیں ہے مگر حسن نے پہلے پانی مانگا تھا ثم قال انا وایاک وھذین وھذا الراقد فی مکان واحد یوم القیامہ پھر فرمایا کہ میں اور تم اور یہ دونوں اور یہ سونے والے (علیؑ) قیامت میں ایک ہی منزلت پر ہونگے آپؐ نے علیؓ و فاطمہؓ و حسنؓ و حسینؓ کے لئے فرمایا انا حرب لمن حاربکم وسلم لمن سالمکم جس سے تمہاری جنگ ہے میری بھی جنگ ہے اور جس سے تمہاری صلح ہے اُس سے میری بھی صلح ہے۔ علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں سال ربہ ان لا یدخل النار احدا من اھل بیتہ فاعطاہ ذلک و یوم الجمع یغض الابصار ھم حتی تمر ابنتہ علی الصراط و انہ اول من یقرع باب الجنۃ واول من یدخلھا و بعد کا انیۃ آنحضرتؐ نے دعا فرمائی کہ اُنکے اہلبیتؑ میں سے کوئی ایک بھی داخل نار دوزخ نہ کیا جائے اور یہ قبول ہوا اور اہل حشر کو آنکھیں بند کرنے کا حکم دیا جائے گا تاکہ اُنکی بیٹی (فاطمہؓ) صراط پر سے گزر جائیں سب سے پہلے آنحضرتؐ جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے اور داخل جنت ہوں گے انکے بعد اُنکی بیٹی (فاطمہ) علامہ سیوطی حدیث غضب فاطمہ کو لکھتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ بھی مشکوک ہے کہ عام سیدانیوںؓ پر دوسرا نکاح بھی جائز ہے یا نہیں یعنی سیدانی جو بنت فاطمہؓ ہے اسکو جب نکاح ثانی سے رنج ہوگا تو اولاد ہونے کے سبب سے سیدہ کو بھی رنج ہوگا

ـــــــــــــــــــ

لـه استیعاب ۱/ ۷۰ و اسد الغابہ ۵۲۲ ـلہ اسد الغابہ ۵۲۳ ـلہ ایضاً ـلہ الموزج اللبیب فی خصائص الحبیب للسیوطی ـلہ الموزج و اسد الغابہ ص ۵۲۳ ـلہ الموزج ۱۲

جو وجہ غضب رسول ہے علامہ موصوف کہتے ہیں کہ ظاہر ہے بدرعایت احیار کو خوش کرتی ہے وہی اموات کو۔ ہم کو صرف اسقدر اشارہ مقصود ہے کہ اب انہدام گنبد مزار فاطمہؓ کے متعلق کیا خیال ہے اور جب اُنکی بعید اولاد کا رنج اُن کا رنج ہے تو اُنکے شوہر کی سب وشتم کرنے والوں اور اُن کو ایذا پہونچانے والوں کے لئے کیا تجویز کیا جائے گا وان اللہ[۵۱] فی اعلی ذروۃ الجنۃ اُن کی اولاد جنت کے اعلی درجہ میں ہو گی وفی الحدیث مثل اهل بیتی کمثل سفینۃ نوح من رکبها نجی ومن تخلف عنها غرق حدیث میں ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے اہلبیت کی مثال کشتیِ نوح کی ہے جو اُسمیں بیٹھا اُس نے نجات پائی اور جس نے مُنھ پھیرا وہ غرق ہوا وان من تمسك بهم وبالقرآن لم یضل جس نے اہلبیت اور قرآن سے تمسک کیا وہ گمراہ نہوگا وانهم امان للامۃ من الاختلاف اور اہلبیت اختلاف کی حالت میں امت کی اماں ہیں یعنے دو فریقوں میں جدھر اہلبیت ہوں وہی فریق حق پر ہے وانهم سادۃ اهل الجنۃ اور وہ سب سردار اہل جنت ہیں وان من ابغضهم ادخله النار خدا اُن کے دشمن کو نار دوزخ میں ڈالے گا ولا یدخل قلب احد الایمان حتی یحبهم للہ ولقرابتهم منه اور کسی کے دل میں ایمان داخل ہی نہوگا جسوقت تک اہلبیت کو خدا کے لئے اور قرابت رسول کے لحاظ سے نہ چاہے وما منهم الا وله شفاعۃ یوم القیامۃ اہلبیت میں سے ہر ایک یوم قیامت شفاعت کرے گا۔

حضرت عائشہؓ[۵۲] فرماتی ہیں کہ میں نے آنحضرتؐ سے اتنا مشابہ کسی کو نہیں دیکھا جسطرح فاطمہؓ کلام میں مشابہ تھیں جب فاطمہؓ آتی تھیں تو آنحضرتؐ اُٹھ کر پیشانی کے بوسے لیتے تھے اور مرحبا کہتے تھے اسیطرح آپ[۵۳] ہی سے روایت ہے کہ میں نے فاطمہ سے زیادہ سچا کسی کو نہیں دیکھا اور اگر کوئی ہو سکتا ہے تو اُنھیں کے باپ (آنحضرت) ہونگے ایک روز جمیع ابن عمیر[۵۴] نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ آنحضرتؐ سب سے زیادہ کس کو چاہتے تھے آپ نے فرمایا فاطمہؓ کو

۵۱ النبوۃ ۱۲ ۵۲ استیعاب ص۷۷۲ ۵۳ ایضاً ۵۴ ایضاً ۱۲

پھر انھوں نے پوچھا کہ اور مردوں میں فرمایا اُنکے (فاطمہؓ) شوہر (علیؓ) کو۔ ایک دن خود سیدۂ عالم نے پوچھا کہ آپ مجکو زیادہ چاہتے ہیں یا علیؓ کو فرمایا تم اُن سے محبوب تر ہو اور وہ تم سے عزیز تر ہیں۔

عام حالت آپ کی تنگدستی انتہا کی تھی یہاں تک کہ فاقوں پر فاقہ کی نوبت آتی گھر کے باہر کا کام علیؓ کرتے تھے اور گھر کے اندر کا فاطمہؓ۔ ایک روز آنحضرتؐ سے خادمہ یا کنیز کی فرمائش کی تو آپ نے فرمایا یہاں کی ایک کنیز چاہیے ہے یاد رہے کہ انکی شکر دو تو خدا شناس زن و شوہر وہاں کی ستر کنیزوں پر راضی ہو گئے آپ نے تسبیح فاطمہ تلقین کی جسکو نہ ان دونوں نے زندگی بھر چھوڑا نہ اُنکے پیروان خاص مسلمان چھوڑتے ہیں ہر نماز کے بعد ہمارا یہ پہلا وظیفہ ہے اور کیوں نہ ہو خدا کا ذکر نبی کا بتایا ہوا دو معصوموں کا آزمایا ہوا اب کیا تکلف ہے لیکن کچھ عرصہ کے بعد فضہؓ کو خدمت کیلئے آنحضرتؐ نے مقرر فرمایا جن سے ایک روز گھر کا کام لیا جاتا تھا اور دوسرے روز خود سیدہ بنفس نفیس تمام خدمات پورے کرتی تھیں جسمیں فضہ کے بھی ضروریات شامل تھے۔

کبھی کبھی آپ بھوک سے سخت بیچین ہو جاتی تھیں تو آنحضرتؐ تشریف لا کر شکم اقدس پر ہاتھ رکھ کر بھوک کی ایذا دفع فرماتے تھے اور کبھی آنحضرت بھوکے ہوتے تھے تو خانہ فاطمہؓ میں آتے تھے معلوم ہوتا ہے کہ اگر سیدہؓ کے یہاں کھانا پکتا تھا تو کچھ نہ کچھ آنحضرتؐ کے لئے ضرور رہتا تھا ایک روز آنحضرتؐ تشریف لائے اور پوچھا سیدہ کچھ ہو تو دو کہ میں بھوکا ہوں آپنے کہا بابا ہم سب کا بھی یہی حال ہے آنحضرتؐ واپس تشریف لیگئے تو حجرۂ عبادت سے ہوئے طعام آئی آکر ملاحظہ فرمایا تو گرم گرم کھانا موجود تھا بچے بھیجے گئے کہ نانا کو بلا لاؤ حسنینؑ کے ہمراہ آنحضرتؐ تشریف لائے کھانا پیش ہوا تو آپنے پوچھا یہ کہاں سے آیا فرمایا ھذا من عند اللہ ان اللہ یرزق من یشاء بغیر حساب آنحضرتؐ نے فرمایا خدا کا

سلہ اسد الغابہ صفحہ ۵۲۲ سلہ المزوج اللبیب سلہ تذکرہ سبط ابن جوزی وغیرہ ۱۲

شکر ہے جس نے میری زندگی میں تم کو سیدہ بنی اسرائیل (مریم) کے مشابہ فرمادیا۔ آپ اکثر چکی پیسا کرتی تھیں اور اکثر اجرت پر ریشم یا سوت کاتا کرتی تھیں۔ ہماری بہنوں کو آج جن کاموں سے گریز ہے وہ انکی سرتاج حضرت بی بی کا شعار تھا اس اجرت میں عدالت کا خاص لحاظ تھا اگر فرض کرو کہ تین پاؤ یا تین سیر جو اجرتاً جو آپکو ریشم کی ایک مقدار صاف کرنے کے لئے ملتے تھے تو دن بھر میں جتنا ریشم صاف کرتی تھیں اُتنے ہی جو بھی صرف کرتی تھیں یعنے ایک حصہ ریشم صاف ہوا تو ایک پاؤ یا ایک سیر جو آپ نے صرف فرمائے اسمیں ایک سبق اور بھی ہے کہ کل کے بھروسے اور امید پر آج زیادتی نہ کرو اور تھوڑی چیز کو بھی مختلف حصوں میں تقسیم کرلو۔ باب مناقب فاطمہؓ میں موافقین و مخالفین سے اسقدر روایات ہیں کہ اس مختصر میں گنجائش نہیں سیرۃ فاطمہ خود ایک مستقل تصنیف چاہتی ہے بحمدہ اکثر صاحبانِ علم نے اس فرض کو پورا کیا ہے اور وہ کامیاب بھی ہیں لیکن اردو کا خالی دامن چاہتا ہے کہ اسکو استقصاے محروم نہ رکھا جائے جسکی اب بھی کمی ہے خیر دیکھا جائے گا۔

وفات آنحضرتؐ اور سیدہ عالم کسی ایسے عزیز کی وفات جسکے متعلقین زیادہ ہوں مختلف دلوں پر جداگانہ اثر کرکے نہایت دردناک مناظر عبرت پیدا کرتی ہے آنحضرتؐ کی وفات ایک ایسے سرپرست کی وفات تھی جس سے بزرگ ہستی خدا کے بعد نظر نہیں آتی۔ سے بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ اسی تناسب سے آپ کے مرض میں تیمارداری کا انہماک عیادت کرنے والوں کا انبوہ وغیرہ کا تصور کیا جا سکتا ہے مگر ناظرین کو یہ معلوم کرکے تاسف آمیز حیرت ہوگی کہ ابتدائے مرض میں تو البتہ یہ سب کچھ تھا لیکن وقت جسقدر نزاکت کی حد پر پہونچتا جاتا تھا مجمع کم ہوتا جاتا تھا اور بھیڑ چھنٹتی جاتی تھی گویا تیمارداری تنہا اہلبیتؑ کے لئے چھوڑدی گئی تھی ہم حضرت عباس بن عبدالمطلب کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ صرف فاطمہؑ و علیؑ کے ساتھ دینے والوں میں ایک یہ تھے ممکن ہے کہ لشکر اسامہ کی تجہیز اس تنہائی کا باعث ہو مگر نہ وہ کام تمام ہوا اور نہ یہاں اظہار محبت پورا ہو سکا۔

چنانچہ آخری وقت جو جو حضرات نہ تھے اُنھوں نے خود ہی اعتراف بھی فرمایا ہے کہ حضرت معاذ بن جبل جب یمن سے آئے ہیں تو اُنھوں نے حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کہ آپ مجھ سے مرض آنحضرتؐ کی کیفیت بیان فرمائیے آپ نے فرمایا یہ حال تو فاطمہ زہراؑ بیان کر سکتی ہیں اسلیے کہ اول سے آخر تک وہی موجود تھیں اور مجھ سے تو دیکھا نہ جا سکا حضرت معاذ نے پھر یہ حالات امیر المومنینؑ و فاطمہ زہراؑ سے آ کر معلوم کئے اسیطرح حضرت عمر سے کعب الاحبار نے آنحضرتؐ کی آخری وصیت دریافت کی تو آپ نے فرمایا یہ تو علیؑ کو معلوم ہوگی وہی اُسوقت موجود تھے پھر بھی ہم کو اعتراف ہے کہ حضرت عمر حضرت ابوبکر سے پہلے آ گئے تھے کیونکہ جن دو وقت حضرت ابوبکر کی طلبی بتائی جاتی ہے اُن دونوں وقتوں میں آپ غیر حاضر تھے کہا جاتا ہے کہ نماز عشا کیلئے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر پڑھائیں وہاں حضرت ابوبکر موجود نہ تھے اسلئے حضرت عمر آگے بڑھ گئے آنحضرتؐ نے آپ کی تکبیر کی آواز سُنکر فرمایا ہرگز نہیں ہرگز نہیں ہرگز نہیں یہ امر قابل غور ہے کہ حضرت ابوبکر کی خلافت پر جو استدلال حضرت عمر نے خود پیش فرمایا ہے وہ نماز ہی کا پڑھوانا تھا لہٰذا معلوم ہوتا ہے کہ خلافت کو اکتسابی سمجھ کر حضرت عمر نے پہلے اپنے ہی لئے تجویز کیا تھا مگر ہزاروں حسرتیں ایسی کہ ہر حسرت پہ دم نکلے بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے ـ حضرت عمر کم از کم اسوقت بھی موجود تھے جب خانہ رسالت کے باہر رونے کی آواز نے آنحضرتؐ کی سُنائی سُنائی ہے اسوقت حضرت عائشہ بھی آگئیں تھیں اور آپؓ کے ہمراہ زنان انصار منھ پیٹ پیٹ کر رو رہی تھیں انھیں آوازوں نے انصار میں بھی قیامت برپا کر دی اور حضرت عمر نے بھی سُنا آپ لوگوں سے لڑنے لگے اور فرمانے لگے کہ ہرگز آنحضرتؐ کا انتقال نہیں ہوا ہے جو کہے گا اُسکا سر کاٹ لوں گا البتہ آنحضرتؐ حضرت موسیٰؑ کی طرح خدا کے یہاں گئے ہیں اور اُسی طرح واپس بھی آجائینگے اسوقت حضرت

۵۱ روضۃ الصفا ج ۲ ص ۔ ۵۲ ایضاً ص۲۲۲ ۔ ۵۳ تذکرہ سبط ابن جوزی و تاریخ الخلفا ص۴۳ ۔ ۵۴ حضرت عائشہ کا منھ پیٹنا سیرۃ ابن ہشام ص ۔ ۵۵ زنان انصار کا ماتم کرنا تذکرہ سبط ابن جوزی ۔ ۵۶ تذکرہ سبط ابن جوزی و تاریخ الخلفا و روضۃ الصفا وغیرہ ج ۲ ص۲۲۳

ابوبکر تشریف لائے اور آنحضرتؐ کی صورت دیکھ آنے کے بعد آپ نے حضرت عمر کو اس ناجائز عقیدہ سے روکا اور بآواز بلند ارشاد فرمایا وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم (محمدؐ رسول ہیں انکے پیشتر بھی اور رسول گزر چکے ہیں تو کیوں اے اہل اسلام) اگر ان کا انتقال ہوگیا یا یہ قتل ہوگئے تو کیا تم اپنے پچھلے پیروں (کفر کیطرف) پلٹ جاؤ گے۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ مجھے اُسوقت ہوش آیا اور میں یہ سمجھا کہ گویا یہ آیت ابھی نازل ہوئی ہے ہم کو اس علم قرآن یا قرآن کے متعلق آپ کے حافظے پر بدگمانی نہ کرنا چاہیئے اور آپ کے اس انوکھے اعتقاد کو جو آنحضرتؐ کی بقا کے متعلق تھا خوش عقیدگی سے افراط غم کا نتیجہ سمجھنا چاہیئے۔

غرض بڑے بڑے لوگ یوں علیٰحدہ تھے کچھ اپنے اہل وعیال میں چلے جاتے تھے کچھ شہر و اہلِ شہر سے مل کر آئندہ نتائج پر گفتگو میں مشغول تھے اور علیؑ و فاطمہؑ کی راتیں جاگ کر اور دن رو کر بسر ہو رہے تھے آنحضرتؐ بےچین کروٹ لیتے تھے تو فاطمہ روتی تھیں آنحضرتؐ کے چہرہ کا رنگ فاطمہؑ کے ہوش اُڑائے دیتا تھا آپ اگر کراہ کر فرماتے تھے واکرباہ تو ساتھ بیٹی بھی کہتی تھی واکرب ابتاہ آپ ہی کو یہ تسکین بھی دینا پڑتی تھی کہ بیٹا آج کے بعد پھر تمہارے باپ پر کوئی کرب نہ ہوگا کبھی کہتے تھے گھبراؤ نہیں تم ہی سب سے پہلے مجھ سے آکر ملو گی کبھی فرماتے کہ کیا اس پر راضی نہیں ہو کہ تم سیدہ زنان عالم ہو۔ امیرالمومنین گود میں لئے بیٹھے تھے حکم تھا کہ میرا سر گود میں رکھو میری روح نکلے تو اپنے ہاتھ پر لو اور اپنا ہاتھ چہرہ پر مل لو دیکھو علیؑ جبتک سپردِ خاک نہ کر لینا میرے پاس سے ہٹنا نہیں دیکھو سب سے پہلے نماز بھی تم ہی پڑھنا حسنینؑ کے رونے کی ایک بات ہو تو کہی جائے محبوب نانا کا حال دیکھتے تھے تو روتے تھے باپ کا اترا ہوا منہ دیکھتے تھے تو روتے تھے ماں کی فریاد سُنتے تھے تو روتے تھے یہاں تک کہ روتے روتے نانا پر گر پڑے جلدی سے امیرالمومنینؑ

سلہ تذکرہ سبط ابن جوزی ۱۸ سلہ مناقب ج ۲ صفحہ ۱۲۹ سلہ مناقب ج ۲ صفحہ ۱۲۹

نے علیحدہ کرنا چاہا تو دیکھا آنحضرتؐ سینے سے لپٹائے ہوئے فرما رہے ہیں اے علیؑ رہنے دو ان کو میری خوشبو سونگھ لینے دو مجھے انکے جسم کی خوشبو سونگھ لینے دو انکو اپنی زاد مجھ سے لینے دو مجھے ان سے آخری زاد روحانی النفس لے لینے دو۔ سیدہ نے کہا بابا[1] پھر اپنے بیٹوں کو کچھ دیتے جاؤ فرمایا اچھا حسنؑ کو اپنی ہیبت وسیادت دی اور حسینؑ کو اپنی سخاوت وشجاعت دی۔

آخری دن صبح کو آنحضرتؐ نے افاقۃ الموت حاصل کیا نماز صبح کے وقت سامنے کا[2] پردہ ہٹا انصار کو نماز پڑھتے دیکھ کر مسکرائے انصار نے جو آنحضرتؐ کو کھڑے ہوئے مسکراتے دیکھا وہ خوشی ہوئی کہ قریب تھا کہ نمازیں توڑ توڑ کر آپ کی طرف پلٹ پڑیں مگر پھر پردہ ڈلوا دیا گیا اور ختم نماز کے بعد تشریف[3] لائے اور اتنی بلند آواز سے کہ جو مسجد کے باہر آرہی تھی فرمانا شروع کیا۔

ایہا الناس سعرت النار واقبلت الفتن	ہاں اے گروہ ناس آگ بھڑک اٹھی اور فتنے اندھیری
کقطع اللیل المظلم وانی واللہ	رات کی طرح بڑھ آئے (قریب ہو گئے) خدا کی قسم تم کسی شے
ما تمسکون علیّ بشیئ انی لما احلّ	میں مجھے نہیں پکڑ سکتے (یعنی میں نے اپنے ذمہ کی تبلیغ پوری
الّا ما احلّ القرآن ولما حرم الّا	کردی اب چاہے انو یا نہ مانو) میں نے کوئی شے حلال نہیں کی
ما حرّم القرآن	مگر وہی جسکو قرآن نے حلال کیا تھا اور اسیطرح کوئی شے
	حرام نہیں کی مگر وہی جسکو قرآن نے حرام کیا تھا۔

اسمیں شک نہیں کہ اگر اس کلام کو ہم سقیفہ وغصب فدک کے ساتھ ملا کر دیکھیں تو نہ صرف بلاغت کی انتہا نظر آئے گی بلکہ یہ خبر غیب میں شمار ہوگا اور ایمان لانا پڑے گا نار کا ذکر توڑ رانے کے لئے ہے اور فتنوں کی نزدیکی واضح کہ صرف چند گھنٹوں کے بعد پھر اسپر یہ قیامت کہ شب تار سے مشابہت دی ہے اسلئے کہ سقیفہ میں جو کچھ ہوا وہ راتارات ہوا حلال قرآن میراث پر رہے وللذکر مثل حظ الانثیین جسطرح فدک میراث ہوا اور حرام قرآن غصب فدک ہے

[1] ناسخ التواریخ ج ۲ [2] تذکرہ سبط ابن جوزی [3] سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۱۰۱۰

یہ دوشنبہ[51] کا دن اور باتفاق آنحضرتؐ کی وفات کا روز تھا عین انتقال کے روز جس کا کلام فصاحت و بلاغت محل و وقت کے لحاظ سے تعقل کے اس بلند مرتبہ پر ہو وہ آج سے پانچ روز پہلے یعنی پنجشنبہ[52] کو اس قابل تھا کہ اسکو تحریری وصیت لکھوا دینے سے روک دیا اور حضرت عمر نے نہایت بیباکی سے فرما دیا کہ ان الرجل[53] لیھجر یہ آدمی ہذیان بک رہا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون کاش وہ وصیت عمل میں نہ آتی کاش وہ تحریر آج ہی کی طرح صفحہ عدم کی زینت ہوتی مگر ہم مرتے وقت اپنے پیمبر کے لئے یہ الفاظ نہ سنتے۔

اس فقرہ کی دو تاویلیں[54] بھی کی گئیں ہیں ایک یہ کہ ہجر سے مقصود ضد وصل ہے یعنی فقرہ کے معنی یہ ہونگے کہ یہ آدمی چھوڑ رہا ہے واضح ہے کوئی دوات و قلم کا عذر مانگے کوئی یہ جواب دے کسقدر بے ربط بات ہوگی اور دوسری تاویل کیا ایک قسم کا عذر ہے کہ حضرت عمر سے اس فقرہ کی امید نہیں کی جاسکتی ممکن ہے کہ اس روایت کے راوی نے تدلیس کی ہو چونکہ یہ کہکر بھی رجال و مجروح نہیں کیے جاسکے اسلئے فقرہ کا مدار اعتقاد پر ٹھہرا اور کسی کے اعتقاد میں مجھے اور آپ کو دخل دینے کا کیا حق سینکڑوں ہندو ہیں جو اپنے خدا کی ناف سے ایک درخت کے اگنے کا اعتقاد رکھتے ہیں ہمارا فرض نہیں ہے کہ ہم کلہاڑی لئے درخت کی جڑ کاٹنے کیلئے دوڑتے پھریں۔ غرض وصیت تحریری تو عمل میں نہ آسکی جسکو ابن عباس رو رو کر فتنوں کی اور مصیبت کی جڑ بتاتے تھے اب تقریری وصیت اسکا یہ حال ہے کہ سعید بن جبیر[55] سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے نماز کی تاکید کی وفود عرب کو خیرات دیتے رہنے کی وصیت دیا، یہود و نصاریٰ کو جزیرۂ عرب سے نکالدینے کی وصیت کی تیسری وصیت کے متعلق راوی ناقل ہے کہ یا سعید بھول گئے یا بمصلحت بیان نہیں کی۔ اب اسمیں کوئی شک نہیں رہتا کہ اہل حق مصلحتوں کی قربان گاہ پر چڑھا دیے گئے اور حقوق راز داریوں پر نثار ہو گئے۔

۵۱ ابن ہشام صفحہ ۱۰۱۱ ۵۲ تذکرہ سبط ابن جوزی ۵۳ ایضاً ۵۴ ایضاً ۵۵ تذکرہ روضۃ الصفا ج ۲ صفحہ ۲۱۲ وغیرہ

ان تمام واقعات کا اثر کسی پر ہوا ہو کہ نہوا ہو لیکن مظلوم فاطمہؑ پر اسکی تاثیر گہری تھی یہی سبب ہے کہ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد پھر سیدہؑ کو کسی نے ہنستے ہوئے نہیں دیکھا اسلیے کہ آپ کی تمام اُمیدیں جو اپنے یا اپنے شوہر اور اولاد کے متعلق تھیں وہ پامال ہو چکی تھیں یہ وہ اُمیدیں تھیں جنکا حق شریعت اسلام شریعت امم سابقہ قانون عرف نے آپ کو دیا تھا آپ میراث پدری کی تنہا مالک تھیں اور اسکی اُمید داری فطری تھی اسلیے کہ شریعت ابراہیمی جو آنحضرتؐ کے عہد سے پہلے تھی یا شریعت موسٰی و عیسٰی اُنھوں نے فاطمہؑ کو مایوس نہ کیا تھا اگر قرآن کی آیت میراث میں آنحضرت کا استثنا ہوجاتا تو فاطمہؑ صبر کر لیتیں کہ جسطرح قدیم شرائع کی اور باتیں منسوخ ہوئیں یہ بھی منسوخ ہو گی مگر خدا و رسولؐ کسی نے محروم نہیں کیا اور محروم کیا تو محلے والوں نے۔

آنحضرتؐ کے بعد[1] علامہ سپہر صاحب ناسخ[2] شاید تاریخ خاصہ (شیعہ) پر اعتبار کر کے یہ لکھ سکے کہ لوگوں نے باپ کی تعزیت میں بیٹی کو یاد کرنے کی زحمت گوارا کی تھی وہ آئے بھی تھے اور تسلی و تسکین کے الفاظ سے ایک ٹوٹا دل جوڑنے کی بھی کوشش کی تھی اور اسی جلسہ میں سیدہؑ عالم نے فرمایا تھا کہ تم سے کیونکہ میرے باپ کو زیر خاک چھپایا جائیگا ہم کے اپنے قصور نظر کے اعتراف کے ساتھ اس سے اختلاف ہے کیونکہ سیدہؑ عالم کا یہ سوال عام نہ تھا بلکہ صرف انس[3] غلام رسولؐ سے تھا اور انس کی خدمتگذاری اُنکی حاضری کو خود فرض کرتی ہے اسلیے اُنکا آنا تعزیت کے لیے نہیں کہا جاسکتا اور سوال کی نوعیت خود بتاتی ہے کہ اسکو کن لوگوں سے متعلق ہونا چاہیے اسلیے کہ جب دولت نبوت خاک میں چھپائی جا رہی تھی اُسوقت عامہ اصحاب خلافت کی کشمکش میں مبتلا اور سقیفہ بنی ساعدہ میں جانشینی کے لیے مسند بچھا رہے تھے جب اُن لوگوں کا وجود مقام دفن پر ہوتا تو یہ سوال کبھی اُن سے کیا جا سکتا تعزیت کے لیے اہل شہر و اہل محلہ نے کوئی رسم ادا نہیں کیا جو غریب فاطمہؑ اس سلوک سے بھی محروم رہتیں

[1] اسد الغابہ صـ۲۲ [2] ناسخ جلد۱ صـ۲ [3] اسد الغابہ صـ۲۲۳

۲۸ صفر ۱۱ھ روز دوشنبہ قریب بہ غروب آفتاب چراغ نبوت خاموش ہوا اور شب چہارشنبہ نصف شب کے بعد لحد منور بپیدا غمہائے دل اسلام نے پہلے پہل چراغ قبر روشن کیے چونکہ زوال شمس رسالت تھا اسلیے نہ دن عروج پر تھا نہ مہینہ نہ آفتاب نہ مہتاب اور یہ رعایت شب دفن تک باقی رہی جب رات بھی ڈھل لی تو آمنہ کی گود کا چاند قبر کے مغرب میں پوشیدہ ہو گیا

یکم ربیع الاول روز چہارشنبہ بیٹی باپؐ کی زیارت کو آئی اور مسند نبوت کی جگہ خاک کا بستر دیکھکر بیہوش ہو گئی آنکھ کھلی تو خاک قبر اُٹھا کر سونگھی اور مرثیہ پر مرثیہ پڑھنا شروع کیے۔

ماذا[51] علی من شمّ تربۃ احمد	ان لا یشم مدی الزمان غوالیا
خاک قبر احمدؐ سونگھنے والے پر الزام نہیں ہے	اگر وہ بقائے زمانہ تک کوئی شئے خوشبو کی نہ سونگھے
صبّت علیّ مصائب لو انہا	صبّت علی الایام صرن لیالیا
میرے اوپر وہ مصیبتیں ٹوٹیں کہ اگر وہ	مصیبتیں دنوں پر پڑتیں تو وہ سیاہ راتیں ہو جاتے

نفسی علی زفراتہا محبوسۃ	یا لیتہا خرجت مع الزفرات
میرا نفس اپنی آہوں میں خود اُلجھا ہوا ہے	مگر آہیں تو نکل بھی جاتی ہیں کاش یہ بھی اُنھیں کے ساتھ نکل سکتا
لاخیر بعدک فی الحیوۃ وانما	ابکی مخافۃ ان تطول حیاتی
آپ کے بعد حیات دنیا میں کوئی اچھائی نہیں ہے	میرا رونا اسی ڈر سے تھی کہ کہیں میری حیات طولانی نہو

ادھر سیدہ کی زبان جب باپ کا مرثیہ سنا کر علیؑ و اولاد علیؑ سے ڈھلتے ہوئے آنسو صلہ میں لے رہی تھی عین اُسوقت حضرت ابو بکر تہنیت و مبارک باد خلافت کا لطف حاصل کر رہے تھے اگرچہ جسکو اجتماع کامل کہا جائے وہ نہوا تھا اور آپ کی کھلی مخالفت کرنے والوں میں جماعۃ[53] بنی ہاشم کُل کی کُل اور زبیر و عتبہ و خالد بن سعید بن العاص و مقداد و سلمان فارسی و ابی ذر و عمار یاسر و براء بن عازب و ابی بن کعب و ابو سفیان کے نام آسانی سے لیے جا سکتے تھے۔ چنانچہ عتبہ نے

---

۵۱ مناقب ج ۲ صفحہ ۱۲۹ ۵۲ تاریخ ج ۲ صفحہ ۵۳ المختصر فی احوال البشر لابی الفدا مطبوعہ لندن صفحہ ۳۰۷

تو نہ صرف نثر بلکہ نظم میں بھی اُس نام نہاد نمایندہ کانفرنس (اجتماع سقیفہ) کا خاکہ اُڑانا شروع کر دیا

ماکنت احسب ان الامر منصرف عن بنی هاشم ثم منهم عن ابی حسن

ہم کو یہ گمان بھی نہ تھا کہ بنی ہاشم سے خلافت پلٹنے والی ہے اور بنی ہاشم میں بھی خاص ابو الحسن علیؑ سے

عن اول الناس ایمانا و سابقة واعلم الناس بالقرآن والسنن

جو پہلے ایمان لانے والے اور اسکی طرف سبقت کرنیوالے اور قرآن و سنت کے سب سے بہتر جاننے والے ہیں

و اخر الناس عهدا بالنبی ومن جبرئیل عون له فی الغسل والکفن

لوگوں میں سب سے آخر عہد آنحضرتؐ سے اور وہ جنکے جبرئیل غسل و کفن آنحضرت میں مددگار تھے

جماعۃ بنی ہاشم ایک بڑی جماعت ہے (اور اس دنیا میں عربؐ اور عرب میں قریش اور قریش میں بنی ہاشم اور بنی ہاشم میں آنحضرتؐ کو منتخب کیا گیا ہے اور اُنکی عظمت اتنی شان رکھتی ہے کہ مجلس میں ایک دوسرے کی تعظیم کو اُٹھ سکتے ہیں ولکن لا یقوم بنی هاشم من مقامٖ بنی ہاشم پر کسی کی تعظیم فرض نہیں ہے) اُسکو خلاصۂ کائنات کہنا بدیہی ہے یہ کل جماعت اول جسقدر نام اوپر لکھے گئے یہ سب مخالفت کا دم بھر رہے تھے اور اجتماع ناتمام تھا انکے علاوہ انصار بھی اُسوقت تک مخالف تھے جب تک اُنکی رائے آزادی کی فضا دیکھ سکتی تھی لیکن جب اُنکی آزادی سلب کر لی گئی اور انصاف کے مقابل اسطرح قوت لائی گئی جسطرح جلیان والے باغ امرتسر میں برٹش سپاہی تو آزادی کا خون بہہ کر آسمان کا منہ دیکھنے لگا اور رائے عامہ میں یوں سکوت پیدا ہوا جیسے آج سوراجیوں میں لیکن قوت حق کو صرف خاموش کر سکتی ہے وہ فنا نہیں ہوتا اسوقت اور اسوقت کے بعد سوراج مظاہرہ حق کرتا ہے اور کرتا رہیگا اور جس روز طاقت داروں کے بازو ناتواں پائیگا اُسوقت سارے ہندوستان کو اپنی برکات سے فیضیاب کردیگا بالکل اسطرح علیؑ کا حق اگرچہ سر ممکن قوت سے مغلوب کیا گیا اور برابر مغلوب ہوتا رہے مگر ایک روز محیط اسلام پر اسکے نشان کا پرچم ضرور لہرائیگا کیونکہ حق یہی ہے

المختصر فی احوال البشر لابی الفدا مطبوعہ ... سنہ ۱۲ تفسیر در منثور ۲۵ المزنج الکبیب للسیوطی ۱۲

اور عتبہ وغیرہ پر منحصر نہیں آج بھی تعلیم یافتہ اور آزادرائے رکھنے والے "سلجھے خیال کے لوگ علیؑ کے حق کو تسلیم کر رہے ہیں اگرچہ وہ شیعہ نہوں۔

سرسید احمد بانی علیگڈھ کالج اپنے ایک خط میں ذیل کی عبارت لکھتے ہیں ضد اور ہٹ دھرمی سے باز آؤ اور حق کے آگے سرخم کرنا شرافت نفس کی دلیل سمجھو ذرا دیکھو کہ علیؑ کا حق اُن کو تقسیم کار خلافت پر کیونکر مجبور کرتا ہے قوم کا یفرد کامل نواب عماد الملک بہادر مرحوم کے نام خط کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے لکھتا ہے۔۔۔ کہ خلافت[1] کی نسبت بحیثیت انتظام ملکی کیا لکھا جائے اور کون لکھ سکتا ہے میں تو اُن صفات کو جو ذات نبوی میں جمع تھیں دو حصّوں پر تقسیم کرتا ہوں ایک سلطنت اور ایک قدوسیت اول کی خلافت حضرت عمر کو ملی اور دوسری خلافت حضرت علیؑ و ائمہ اہلبیت کو یہ کہہ دینا تو آسان ہے مگر کس کو جرات ہے کہ اسکو لکھے حضرت عثمان نے سب چیزوں کو غارت کر دیا حضرت ابوبکر تو برائے نام بزرگ آدمی تھے پس میری رائے میں ان بزرگوں کی نسبت کچھ لکھنا اور سورخانہ تحریرات کا زیر مشق بنانا نہایت نامناسب ہے جو ہوا سو ہوا جو گذرا سو گذرا

ہم نے جن الفاظ پر خط کھینچ دیا ہے اُن پر ٹھنڈے دل سے غور کرو۔

اس سیاسی عبارت نے یہ بتا دیا کہ سرسید احمد مرحوم کے خیال میں خلافت حقہ اور خلافت آلھیہ کسی کے لئے نہیں لی گئی اور قدوسیت علی کے دروازے کو چومتی ہیں کی ہیں رہ گئی البتہ شاہی وہ خلفائے ثلاثہ حاصل کر سکے اور اُنھوں نے ایک مدت تک سلطنت کی اسمیں (خلفا کی شاہی میں) نہ کسی شیعہ کو کبھی عذر پیدا ہوا اور نہ کوئی ذیعقل عذر کر سکتا ہے یقیناً کسی نہ کسی طرح اُنھوں نے شاہی کی اور وہ بادشاہ تھے اگر تم بھی اس عقیدے کو تسلیم کر لو تو علیؑ کو خلیفہ بلافصل سمجھو اور پائیدار صلح سے اسلامی آبادی کو آرام حاصل کرنے دو۔ رہی شاہی وہ تیرہ سو برس نہیں جب سے اُسکا وجود پایا جاتا ہے اور جبتک پایا جائے گا جرو

---

[1] خط، سرسید احمد مطبوعہ نظامی پریس بدایوں صفحہ ۳

غصب کا نتیجہ رہی ہے اور رہے گی۔ آج اگر انگریزی حکومت استحقاق سلطنت کی کوئی سند نہیں پیش کر سکتی تو مغلیہ خاندان اور چند یسبی راجاؤں کے پاس کونسا فرمان الٰہی موجود تھا کہ وہ بادشاہ بنے مزے کریں اور ہندوستان بھر غلامی کی ٹھیل کھینچا کرے۔

اسمیں عذر ناممکن ہے کہ اہلبیت کا حق توفوت سے دبا یا گیا اسلیے حضرت ابوبکر نے حضرت عمرؓ کو بھیجا کہ وہ علیؑ کو بیعت کے لئے حاضر کریں ثم ان ابابکر بعث عمر ابن الخطاب . الی علی و من معہ لیخرجھم من بیت فاطمہؑ فقال ان ابوا فقاتلھم فاقبل عمر بشئ من نار علی ان یضرم الدار فلقیتہ فاطمہؑ فقالت الی این یا ابن الخطاب اجئت لتحرق دارنا قال نعم[1]

پھر حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو بھیجا کہ وہ علیؑ اور جو جو اُنکے ساتھ ہیں اُنکی طرف جائیں اور اُنکو فاطمہ کے گھر سے نکالیں اور حضرت ابوبکر نے یہ بھی حکم دیا کہ اگر وہ انکار کریں تو اُنکو قتل کر ڈالو حضرت عمر آگ لے کر بڑھے کہ گھر کو جلا ڈالیں اسوقت فاطمہؑ دروازے پر آئیں اور کہنے لگیں کہ اے خطاب کے بیٹے یہ کدھر کا قصد ہے کیا تو ہمارے گھر کو جلانے آیا ہے حضرت عمر نے کہا بیشک میں گھر جلا دوں گا۔ کیا ان الفاظ سے حضرت ابوبکر و عمر کا مظاہرہ قوت آشکار نہیں اور کیا اہلبیت کی مظلومیت واضح نہیں ہے اور کیا اُنکی آزاد رائے کو آگ سے شعلہ فشاں کرنے کو نہیں کہا گیا یہ واقعہ اہل اسلام کے سلوک و رعایت کا ایک سیاہ نقشہ عمل پیش کر رہا ہے اگرچہ شیعہ تاریخیں تو اس حد سے بھی آگے بڑھی ہوئی ہیں اور وہ حضرت عمر کے قول کو باب خانہ فاطمہ پر عمل پنچاتے بتاتی ہیں لیکن اگر یہ بھی ہو تو الاعمال بالنیات حضرت عمر کے سابق اعلان محبت خدا و رسولؐ و اہلبیت کے لئے اقرار احراق کر لینا بہت کافی ہے۔ یہ واقعہ دراصل حقیقت خلفا پر ایک کارگر ضرب ہے۔ یہی اسباب ہیں کہ جن سے مولانا نیاز و مولانا سعید انصاری اپنی اپنی کتابوں میں ادھر اشارہ بھی نہیں کرتے۔ ابوالفدا کی تحریر بالا میں حضرت ابوبکر کا علیؑ سے حکم مقاتلہ دیناصریح و واضح ہے اور یہ حدیث بھی صحیح ہے کہ آنحضرتؐ نے علی و فاطمہ و حسنینؑ

[1] المختصر فی احوال البشر ابوالفدا صفحہ ۲۰۶

کے لئے فرمایا انی سلم لمن سالمکم وحرب لمن حاربکم (جس سے تم سب کی صلح ہے میری بھی صلح ہے اور جن سے تمہاری جنگ ہے میری بھی جنگ ہے) مجھے نہیں معلوم کہ یہ مقاتلہ کا حکم آنحضرت صلعم پر بھی حاوی ہے یا نہیں اور کیا آنحضرت کے سچے دوست اُن لوگوں کے دوست ہو سکتے ہیں جو اُن سے قصد مقاتلہ رکھتے ہوں لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ تم کبھی نہ پاؤگے کہ جو لوگ خدا اور روز جزا پر ایمان رکھتے ہیں اُن سے محبت کریں جو خدا و رسولؐ سے دشمنی رکھتے ہیں ہم یہ شبہ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ حضرت ابوبکر کے مشورے سے خانۂ فاطمہؑ کے تمام مکینوں کی ہلاکت کا حکم تھا چاہے آتش حدید سے ہو یا آتش حطب سے اسلئے کہ ابوالفدا کی عبارت ان لفظوں سے شروع ہوتی ہے ثم ان ابابکر بعث عمر ابن الخطاب الی علیؑ ومن معہ حضرت ابوبکر نے حضرت عمر کو علیؑ اور جو جو اُنکے ساتھ تھا اُنکی طرف بھیجا تھا یہ بہت ممکن ہے کہ حضرت ابوبکر کا مخالف اور علیؑ کا موافق گروہ دو چار روز پہلے اُنکے یہاں فرداً فرداً آیا ہو لیکن خانۂ فاطمہؑ میں بغاوت حکومت کا میگزین تیار کرنے کو کبھی اجتماع نہ ہوا تھا اور جب علیؑ کو گھر سے باہر لایا گیا ہے تو صرف یہی گرفتاری عمل میں آئی تھی یقیناً اگر اور کوئی ہوتا تو وہ بھی ساتھ ساتھ گرفتار ہوتا مگر نہ سلمان ملے نہ مقداد نہ عباس بن عبدالمطلبؓ جماعت بنی ہاشم کا اور کوئی رکن۔ اب میں کیا بتاؤں کہ من معہ سے صرف علیؑ و فاطمہؑ و حسنینؑ ہی مراد تھے اسکی تائید میں شیعہ و سنی روایات یہ بھی بتاتے ہیں کہ حضرت عمر کو آگ لیجاتے دیکھکر موجودہ اشخاص نے کہا کہ جناب کیا آپ اس گھر کو جلا دیںگے اس میں تو حسنینؑ بھی ہیں جو رسول اللہ کے بہت پیارے بچے ہیں یا یہ کہا گیا کہ اس میں تو فاطمہ سلم بھی ہیں تو آپ نے فرمایا کہ کوئی بھی کیوں نہ ہو میں گھر جلا دونگا کیا عورتوں اور بچوں کا جلانا اگرچہ وہ کافر ہی کیوں نہوں دستور اسلام کے ماتحت ہے کیا کوئی روشن ترقی یا فتہ زمانہ اس واقعہ پر کوئی ہمدردانہ رائے اختیار کرے گا۔

اسکا بہترین جواب یہ ہو سکتا ہے کہ خلفاء کو اس باغی گروہ کے اجتماع کی غلط خبر دیگئی تھی

---

[1] ناسخ التواریخ ج ۲ [2] کتاب الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ مطبوعہ مصر صفحہ ۱۲

اور اسلیے اُنکا یہ تدبیر کرنا حق رکھتا ہے لیکن یاد رہے کہ یہ خیال ہم ایسے لوگوں کے لئے صحیح ہے جو قدوسیت دخلافت آلہیہ کے نیوض سے بالکل بے لوث ہیں اُسکے مقابلہ میں یہ صحیح نہیں ہو سکتا جو (حضرت عمر) مدینہ میں منبر پر خطبہ کہتے کہتے دفعتہً چلا اُٹھے یاساریۃ الجبل یاساریۃ الجبل (اے ساریہ پہاڑ کی آڑلے لو پہاڑ کی آڑلے لو) جب لوگ پوچھیں تو جواب میں کہا جائے کہ ہمارے بھائیوں (مسلمانوں) پر کفار (اہل نہاوند وعجم) حملہ کر رہے ہیں میں نے مسلمانوں کو جائے پناہ بتا دی اور جب نہاوند (ایران) سے مہینوں کے بعد پیام بر فتح آئے تو وہ تصدیق کرے کہ ہم نے آواز سُنی تھی اور حکم پر عمل کر کے جان بچائی تھی۔ جو ایران کے حالات کو مدینہ میں معلوم کرے اُسکو فقط ایک دیوار بیچ کا حال نہ معلوم تھا اور وہ نہ جانتا تھا کہ علیؑ کے ساتھ کون کون ہے۔ پھر یہ واقعہ بالا ضعیف بھی نہیں ہے۔ علامہ بخاری سے امام محدثین اور اکثر محدثین نے سراہا ہے اور بیشمار تاریخوں میں موجود ہے۔

اس کل واقعہ کو ہم ایک بوڑھے فاضل کے الفاظ میں پیش کرتے ہیں یہ بزرگ حضرات اہلسنت سے لقب امام وفقیہ حاصل کر چکے ہیں اور اپنی قدامت عہد سے تمام فرق اسلام کے لئے قابل بزرگ داشت ہیں حقیقت یہ ہے کہ پُرانے مصنفین اور پُرانی تصانیف انکشاف حقیقت کا بہترین ذریعہ ہیں اسلیے کہ متاخرین کا ذریعہ معلومات بھی ان ہی پر منحصر تھا یہ بزرگ امام ابی محمد عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ مشہور بہ امام ابی قتیبہ ہیں انکا سال وفات ۲۷۶ھ ہے ان کا عہد تبع تابعین کا عہد ہے اور اگر ان سے بعض طویل العمر تابعین سے بھی ملاقات ہوئی ہو تو کوئی عجیب بات نہیں ہے لہذا ان کا بیان بہت زیادہ وثیق ہو سکتا ہے۔ یہی امام اپنی لفظوں میں اُسوقت کا نقشہ پیش کرتے ہیں جب حضرت عمر نے علیؑ کو دروازہ فاطمہؑ سے آواز دی اور بیعت کے لئے باہر بلایا۔

فقال علی حلفت ان لا اخرج ولا اضع امیر المومنینؑ نے فرمایا میں نے تو قسم کھائی ہے کہ جبتک

ثوبي على عاتقي حتى اجمع القرآن .
فوقفت فاطمةؑ على بابها فقالت لا عهد لي
بقوم حضروا اسواء محضر منكم تركتم
رسول الله وجنازته بين ايدينا وقطعتم
امركم بينكم لم تستامرون ولم تردوا
لنا حقا فاتى عمر ابابكر فقال له الا تاخذ
هذا المتخلف منك بالبيعة فقال ابوبكر
لقنفذ وهو مولى ابي بكر اذهب فادع
عليا قال فذهب الى عليؑ فقال له ما
حاجتك فقال يدعوك خليفة رسول
الله فقال لسريع ما كذبتم على رسول الله
فرجع فابلغ الرسالة قال فبكى ابوبكر
طويلا فقال عمر الثانية ان لا تمهل هذا
المتخلف عنك بالبيعة فقال ابوبكر
لقنفذ عد عليه فقل له امير المومنين
يدعوك لتبايعه فجائه قنفذ فادى
ما امر به فرفع عليؑ صوته فقال سبحان
الله لقد ادعى ما ليس له فرجع قنفذ
فابلغ الرسالة فبكى ابوبكر طويلا ثم قام عمر
فمشى معه جماعة حتى اتوا باب فاطمة
فدقوا الباب فلما سمعت اصواتهم

قرآن مجید جمع نہ کر لوں گا نہ ردا اوڑھوں گا نہ گھر سے نکلوں گا
(اتنے میں) فاطمہؑ دروازے پر آئیں اور کہنے لگیں کہ مجھے
اس قوم سے کچھ مطلب نہیں جو تم جیسوں کی طرح محل بد میں حاضر ہو
تم نے آنحضرتؐ کو چھوڑ دیا اُنکا جنازہ ہمارے سامنے رہا اور
تم نے (خلافت کو) اپنے لئے طے کر لیا تم کیونکر امیر بن گئے اور ہمارا
حق (ہم سے) کیونکر پلٹا دیا حضرت عمر نے یہ سارا ماجرا
حضرت ابوبکر سے بیان کر کے کہا کہ کیا تم اس بیٹھ رہنے والے
(علیؑ) سے بیعت نہ لوگے حضرت ابوبکر نے اپنے غلام قنفذ کو
بھیجا کہ علیؑ کو بلا لائے قنفذ نے آکر پکارا تو امیر المومنینؑ نے
پوچھا کیا کام ہے اس نے کہا کہ آپ کو رسول اللہ کے خلیفہ
بلا رہے ہیں امیر المومنین نے فرمایا کہ تم نے رسول خداؐ پر (ابوبکر کو
خلیفہ کر کے) کیا جلدی بہتان باندھا ہے یہی سب قنفذ
نے ابوبکر سے کہا تو حضرت ابوبکر بڑی دیر تک روتے رہے حضرت
عمر نے دوسری مرتبہ فرمایا کہ علیؑ کو مہلت نہ دو حضرت ابوبکر نے
پھر قنفذ کو بھیجا کہ جا کر کہہ دے کہ امیر المومنین بلاتے ہیں تاکہ
بیعت لیں قنفذ نے جب آکر یہ کہا تو امیر المومنینؑ نے آواز بلند
فرمایا کہ سبحان اللہ ایسی صفت یعنی امیری مومناں کا دعویٰ ہے جو
اُن میں (سرے سے) نہیں ہے قنفذ نے یہ بھی آکر کہہ دیا تو حضرت
ابوبکر پھر دیر تک روتے رہے پھر حضرت عمر ایک گروہ کے ساتھ آئے
اور فاطمہؑ کا دروازہ کھٹکھٹایا جب فاطمہؑ نے ان لوگوں کی آوازیں
سنیں تو بلند آواز سے فریاد کی "ہائے میرے باپ" اے خدا کے

نادت باعلی صوتھا یا ابت یا رسول اللہ ماذا لقینا بعدک من ابن الخطاب و ابن ابی قحافہ فلما سمع القوم صوتھا و بکائھا انصرفوا باکین و کادت قلوبھم تتصدع و اکبادھم تنفطر و بقی عمر و معہ قوم فاخرجوا علیاً فمضوا بہ الی ابی بکر فقالوا لہ بایع فقال ان انا لم افعل فمہ قالوا اذا واللہ الذی لا الہ الا ھو نضرب عنقک قال اذا تقتلون عبد اللہ و اخا رسولہ فقال عمر اما عبد اللہ فنعم و اما اخو رسول اللہ فلا و ابو بکر ساکت لا یتکلم فقال لہ عمر الا تامر فیہ بامرک فقال لا اکرھہ علی شیء ما کانت فاطمہؑ الی جنبہ فلحق علیؑ بقبر رسول اللہ صلعم یصیح و یبکی و ینادی یا ابن ام ان القوم استضعفونی و کادوا یقتلوننی

رسولؐ! آپ کے بعد خطاب اور ابی قحافہ کے بیٹوں کے ہاتھوں کیا کیا دکھ پہونچے ہیں اس آواز کو سن کر تمام لوگ چیخیں مار کر روتے ہوئے پلٹے اُن کے دل پارہ پارہ اور کلیجوں کے ٹکڑے ہو رہے تھے مگر حضرت عمر اور چند کس ٹھہرے رہے یہاں تک کہ علیؑ کو گھر سے نکالا اور حضرت ابوبکر کے پاس لیگئے لوگوں نے علی سے کہا کہ بیعت کرو آپ نے کہا کہ اگر بیعت نہ کروں تو کیا ہوگا کہا خدا کی قسم تمہاری گردن اڑا دیں گے، امیرالمومنینؑ نے فرمایا تو تم ایک خدا کے بندے اور اسکے رسولؐ کے بھائی کو قتل کر دو گے حضرت عمر نے فرمایا کہ خدا کا بندہ ہونا تو خیر مگر رسول کے بھائی تم نہیں ہو سکتے (یہ سب کچھ ہو رہا تھا) اور حضرت ابوبکر چپ تھے کچھ نہ کہتے تھے حضرت عمر نے کہا کہ اب تم حکم دو (شاید حکم قتل کی طلب تھی) حضرت ابوبکر نے فرمایا میں انھیں کسی شے (بیعت) پر مجبور نہ کروں گا جبتک فاطمہؑ ان کے پہلو میں ہیں (یہ سنکر) امیرالمومنین قبر رسولؐ سے لپٹے اور با آواز بلند رو رو کر فریاد کرتے تھے اور پکارتے تھے کہ اے میری ماں کے بیٹے قوم نے مجھے کمزور کر دیا اور اب چاہتی ہے کہ مجھے قتل بھی کر دے

چند نکتہ قابل غور و فکر

(۱) جب کسی تلاوت کرنے والے کو احترام قرآن کی جہت سے حالت تلاوت میں نہیں اُٹھاتے تو علیؑ کو جمع قرآن کے وقت اُٹھانے کی کوئی خاص غرض تھی علیؑ تو وہی قرآن جمع کر رہے تھے جسکو آئندہ علمائے اہلسنت ایمان کا مدار بنانے والے تھے اور حضرت عمر نے حسبنا کتاب اللہ فرما کر نیو ڈال دی تھی۔

(۸) حضرت عمر علیؑ کا سر جسم سے الگ دیکھنے کے متمنی تھے اور حضرت ابوبکر نے حکم قتل نہ دیا۔ ان دونوں میں کون حق پر تھا اسمیں شک نہیں کہ اگر علیؑ آج قتل کر دیے جاتے تو جنگ جمل صفین و کربلا نہ واقع ہوتی اور اسمیں نہ صرف بڑے بڑے صحابہ بلکہ بعض ام المومنین کے مرتبہ پر فائز ہونیوالی عورتوں کا بھی پردہ رہ جاتا۔ خیر فقط طلب حکم نے ابن ملجم کے خیالات میں نشو و نما پیدا کی اور اسکی ہمت آفرینی کے لیے کافی ہوگیا۔

یہ حضرات اہلسنت کی قدیم العہد تاریخ کی تحریر ہے اسمیں اور شیعہ قوم کے احادیث میں کیا فرق رہتا ہے شیعوں کے یہاں اس واقعہ میں اتنا اور بڑھا ہوا پایا جاتا ہے۔ (۱) دروازہ فاطمہ جلایا گیا اور جلتا ہوا در پہلوے فاطمہؑ پر بباعث حضرت عمر کی ضرب کے گرایا۔ (۲) حمل محسنؑ اسی ضرب سے ساقط ہوا۔ (۳) علیؑ کی گردن میں رسی باندھ کر باہر لایا گیا۔ اگر امام موصوف کی تحریر پر نظر غائر ڈالی جائے تو ان میں سے اور دو باتیں بھی مطابق ہو جائیں گی۔ جب حضرت عمر ایک گروہ کو اپنے ساتھ لے کر تشریف لائے ہیں اور دروازہ فاطمہؑ پر دستک دی ہے تو کیا حضرت عمر کا آنا پہلا آنا تھا" کیا آپ اور قنفذ اس سے پہلے نہ آچکے تھے مگر پہلی بار فاطمہؑ نے احتجاج کیا اور آخری مرتبہ صرف پکارنے پر آنحضرتؐ کا نام لیکر اسطرح فریاد کرنے لگیں کہ سننے والے بھی رو دیے۔ کیا مطالعہ فطرت کرنے والے بغیر کسی نئے وقوع واقعہ کے اسکو قبول کر سکتے ہیں کیا صرف آواز دینا فریاد کا باعث بنایا جا سکتا ہے۔

اور لطف یہ کہ فاطمہ تو مثلاً ہیبت و شدت سے (جو آپ پر پہلے نہ طاری ہوے تھے خلاف فطرت) مرعوب ہو کر صرف آواز پر رونے لگیں مگر دروازے کے باہر مجمع اصحاب پر کیا آ بنی تھی کہ انکے دل ٹکڑے اور کلیجے چھلنی ہوے جاتے تھے اور وہ چیخیں مار کر رو رہے تھے کیا فریاد بے محل و بے سبب فاطمہؑ ایسی فریاد کبھی اثر پیدا نہیں کر سکتی جب تک وہ کسی شدت و... کے ماتحت نہ ہو۔ ہم اس مقام کو ذرا تامل کی نگاہ سے دیکھیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت فاطمہؑ کے ساتھ کوئی خاص سلوک کیا گیا وہ سلوک کیا تھا اسمیں تاریخیں

خاموش ہیں اور اگر کوئی کچھ بتاتا ہے تو جلتے ہوئے در کا گرایا جانا ہم کو مجبوراً اسپر ایمان لانا پڑتا ہے کیونکہ واقعات کا پیدا کرنا ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے اسپر مزید ثبوت یہ ہے کہ جب تین بار سے زیادہ حضرت ابوبکر کے پیامی مع حضرت عمر بند دروازے سے واپس کیے گئے تو آخری مرتبہ یہ دروازہ کیونکر کھلا اور علیؑ کیونکر باہر لائے جاسکے تاریخ میں لفظ اخراج ہے خروج علیؑ نہیں ہے ہم کو مجبوراً ماننا پڑے گا کہ علیؑ خود نہیں نکلے بلکہ گھر سے نکالے گئے پھر رہا تو ظاہر نہیں دروازہ کیونکر کھلا اسکے لیے آسان تدبیر جلا کر گرا دینا ہے۔ اور جلتے ہوئے در کی ضرب سے ایک حاملہ عورت کا اسقاط حمل ہوجانا خلاف عقل نہیں ہوسکتا۔ رہا علیؑ کی گردن میں رسی باندھنا وہ اُس قوم سے خلاف اُمید نہیں ہوسکتا جو قتل پر آمادہ تھی۔

اس پر یہ دعویٰ کرنا کہ فاتح خیبر سا شخص اس آسانی سے کیونکر گرفتار ہوا یا علیؑ کی شجاعت میں کمزوری پیدا کرنا یہ سراسر ہذیان ہے حضرت آدمؑ سے لیکر آنحضرتؐ تک اور خود آنحضرتؐ مشرکین و کفار کے ہاتھ سے ہر ممکن ظلم اُٹھاتے رہے ہیں صرف گلے ہی میں نہیں پاؤں میں رسیاں باندھکر بازاروں میں کھینچا گیا ہے طمانچے مارے گئے ہیں غلیظ و نجس اشیاء اُنپر پھینکے گئے ہیں مگر قوت الٰہیہ کا ہر مالک اُسیطرح خاموش ملا ہے جس طرح علیؑ نظر آتے ہیں نبوتؐ و رسالت کے افسانوں کے بعد صرف یہی خاموشی تو ہے جو بتاتی ہے کہ علیؑ میں قدوسیت کا کمال تھا اور آپ کی طاقت تہور کے ماتحت نہ تھی بلکہ امر و حکم خدا کے تصرف میں تھی۔

حقوق فاطمہؑ و فدک کا انجام کار } سطور بالا کے بعد فدک کا قضیہ نامرضیہ بے حقیقت نہیں ہے جن لوگوں نے علیؑ کا سر لینے کی فکر کی تھی اگر اُنھوں نے فدک لیکر اپنے ناکام اُمید کی تلافی کی تو ہم کو سمجھنا چاہئے کہ ہم سستے چھوٹے لیکن یہ دھوکا ہے کہ فاطمہؑ سے صرف فدک غصب کیا گیا اور شیعہ قوم اپنے خلاف عادت ایک مشہور چیز کے پیچھے پڑکر دوسرے اجزا سے قطع نظر کررہی ہے۔ یہ دراصل تین چیزیں ہیں (۱) میراث فدک اسکے ماتحت ہے (۲) نحلہ رسول یعنی صدقات جسکی تولیت بھی فاطمہ کو ملنا چاہئے تھی اور یہ بھی ایک خاصی رقم تھی (۳)

سہم ذوی القربیٰ جسکو اب خمس کے نام سے دنیا پہچانتی ہے اور جسکو قرآن نے واجب کیا تھا۔

عن[1] انس بن مالك ان فاطمة اتت ابابكر فقالت
لقد علمت الذی ظلمتنا عنه اهل البیت
من الصدقات وما افاء الله من الغنائم
فی القران من سهم ذوی القربی ثم قرات
علیه واعلموا انما غنمتم من شئ فان لله
خمسه وللرسول وذوی القربی الآخ

حضرت انس کہتے ہیں کہ فاطمہ حضرت ابوبکر کے پاس آئیں
اور کہا کیا آپ کو معلوم ہے کہ اہلبیت پر صدقات رسول اور
سہم ذوی القربیٰ جو خدا نے اُنکو دیا تھا کے بارے میں ظلم کیا گیا
یہ کہکر یہ آیت پڑھی (اے اہل ایمان) سمجھ لو کہ جب تم کسی
شے کی غنیمت حاصل کرو تو اُسکا پانچواں حصہ یقیناً خدا
اور رسولؐ اور قرابت داروں کے لیے ہے۔

حضرت ابوبکر نے فرمایا مجھے کتاب خدا اور تمھارے حق سے کوئی عذر نہیں مگر مجھے نہیں معلوم کہ مال غنیمت کا حصہ سب کا سب تمھارا ہو فاطمہؓ نے کہا تو کیا وہ تمھارا اور تمھارے قرابت داروں کا (خدا نے مقرر کیا) ہے حضرت ابوبکر نے فرمایا نہیں مگر اُسمیں سے تم کو کچھ دیا جائیگا اور باقی مصالح مسلمین میں صرف ہوگا فاطمہؓ نے کہا مگر یہ تو خدا کا حکم نہیں ہے (اُسکے خلاف ہے) حضرت ابوبکر نے فرمایا کیا تمھارے پاس آنحضرتؐ کا کوئی عہدنامہ اس بارے میں موجود ہے (خدا کے حکم پر آنحضرتؐ کا عہدنامہ فاطمہ سے مانگنا عجیب و غریب ایجاد ہے کیا زکوٰۃ کے متعلق آنحضرتؐ کا عہدنامہ زکوٰۃ لینے والوں نے حضرت ابوبکر کو دکھایا تھا) فاطمہؑ نے کہا میرے پاس عہد تو کوئی نہیں ہے لیکن جب یہ آیت نازل ہوئی تھی تو آنحضرتؐ نے فرمایا تھا ابشروا ال محمد فقد جاءکم الغناء (اے آل محمدؐ تم کو دولتداری کی بشارت ہو) آپ نے فرمایا میں تم کو کل حصہ تو نہیں دیسکتا چاہے اسپر حضرت عمر و ابو عبیدہ جراح سے گواہی لے لو (ان حضرات پر گواہی کا انحصار کیا معنی رکھتا ہے یہ حضرت ابوبکر ہی سمجھ سکتے ہیں) فاطمہؑ نے ان دونوں سے کہا انہوں نے بالکل وہی کہا جو حضرت ابوبکر نے فرمایا تھا ملفوظات کی نکتہ وار مطابقت نے فاطمہ کو حیران کردیا اور آپ کو ہمیشہ شک رہا کہ یہ سکوت سے ہوا ہے۔

[1] شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی جلد دوم ۱۲

دو چیزوں کا روایت بالا میں ذکر ہو گیا اور ہم کتاب کے بڑھتے ہوئے حجم پر افسوس کرتے ہوئے ان واقعوں کی ضروری تفصیل بھی نہ کر سکے حقیقتاً تاریخ فاطمہؓ اس قابل ہے کہ اُسپر ایک مبسوط کتاب علیحدہ لکھی جائے جسمیں گرد و پیش کے حالات پر نظر کی جا سکے۔

فدک؛ جنگ خیبرؐ سے واپسی پر یہودان فدک سے بذریعہ محیصہ بن مسعود انصاری نصف بٹوارے پر آنحضرتؐ سے صلح ہوئی چونکہ فدک میں نہ جنگ کی نوبت آئی تھی نہ اُسکو فتح کرنیکی مسلمانوں نے زحمت اُٹھائی تھی اسلیے یہ خالصہ جائداد آنحضرتؐ کی مقرر ہوئی۔

فدک کے معاملہ کو ہلکا کرنے کی جہاں ہزاروں تدبیریں کی گئیں ہیں وہاں ایک یہ بھی ہے کہ اسم باغ کی اضافت بھی اُس سے وابستہ کر دی ہے تاکہ حیدر آباد والے باغ عامہ کی اور لکھنؤ والے سکندر باغ کی، اور پنجاب والے جلیانوالے باغ کی وسعت کو مد نظر رکھتے ہوئے اسی کے لگ بھگ سمجھ کر اسکو بھی ایسا ہی کچھ سمجھ لیں۔ تاریخ پر نظر رکھنے والوں کے نزدیک فدک کو باغ سمجھنا بیہودہ گوئی ہے یہ ایک بڑا علاقہ ہے جو آج بھی عرب کے نقشوں میں آنکھ کے تل سے بڑا پایا جاتا ہے اسکی آمدنی آنحضرتؐ کو سال میں دو بار کرکے ملا کرتی تھی اور کہا جاتا ہے کہ آپ اسمیں سے اپنی اولاد کے ساتھ مسافرین وغیرہ سے بھی مسلوک ہوتے تھے اور بنی ہاشم کی ناکتخدا لڑکیوں کی شادیاں بھی اس روپیہ سے ہوتی تھیں۔

آنحضرتؐ کا یہ عمل اُنکی سخاوت کے ماتحت تھا لیکن اس صورت واقعہ کو حضرت ابوبکرؓ نے صورت صدقات میں سمجھ کر اُسکو ضبط کرنا مناسب سمجھا آپ کو ہزار بار تجربہ ہوا ہوگا کہ امیر اپنی جائداد سے زندگی بھر خیرات کرتا رہا اور یہ خیرات کرنا وقف کی دلیل نہوا بلکہ بعد کو میراث سمجھا گیا غنیمت ہے کہ اسوقت اُس خیال کے لوگ موجود نہیں ہیں ورنہ یا ہندوستانی امیران ملک خیرات سے ہاتھ اُٹھا لیتے یا اپنی اولاد کے حقوق وراثانہ سے دستبردار ہو جاتے۔ آنحضرت کی سخاوت فدک کی آمدنی ہی تک محدود نہ تھی وہ اس سے بہت پہلے سے تھی اور اُسکا سیلا

---

[۱] فتوح البلدان بلاذری مطبوعہ لندن یورپ صفحہ ۔ [۲] ایضاً صفحہ

اکثر آپ کے لباس کو بھی بہالے گیا ہے ایک سے زیادہ بار آپ کی اشیائے خانہ داری رہن ہوئی ہیں آپ کی چادریں تقسیم ہوئیں جیسے قبیلہ ایلہ[1] وغیرہ کو مگر یہ تقسیم ان اشیا کو صدقہ قرار نہ دے سکی اسی عنوان سے آنحضرت حضرت ابوبکر کے مال کو اپنا مال سمجھتے تھے جیسا کہ فضائل حضرت ابوبکر میں درج ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر نے اپنا مال آنحضرت کو ہبہ کر دیا تھا اور دوسری دلیل یہ کہ اس پر آنحضرت کا قبضہ و تصرف بھی ثابت ہے چنانچہ دونوں روایتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک روز آنحضرت نے فرمایا کہ مجھے کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں دیا جس قدر مال ابوبکر نے دیا تو حضرت ابوبکر رونے لگے اور فرمایا کہ هل انا ومالی الا لك یا رسول الله وکان رسول الله یقضی فی مال ابی بکر کما یقضی فی مال نفسه میں کہاں اور میرا مال کہاں کیا وہ آپ کا نہیں ہے۔ دوسری روایت میں ہے آنحضرت مال ابوبکر میں اسی طرح تصرف کرتے تھے جیسے اپنے مال میں لہذا قبضہ بھی ثابت جو دلیل وقف ہے اور اسمیں آنحضرت کا جوش سخا بھی ویسا ہی تھا جیسا کہ ہر جماعت میں پایا گیا پھر کوئی وجہ نہیں ہے کہ آپ کے مکانات و دوکان وغیرہ کو مسلمانوں میں تقسیم نہ کیا جائے۔ فدک حاصل ہو جانے کے بعد آیت نازل ہوئی وآت ذا القربی حقه والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیرا سے رسول قرابت دار اور مسکین و مسافر کو اسکا حق دیدو اور بیجا صرف نہ کرو

اسی آیت کے ماتحت فدک فاطمہ کو دیدیا گیا امام فخر الدین رازی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ یہ حکم یا تو خاص سے متعلق ہے (یعنی آنحضرت سے) یا عام اہل اسلام سے لیکن اتفاق اسی پر ہے کہ یہ حکم عام ہے اول تو حکم عام میں خاص بھی داخل ہیں دوسرے دیکھنا چاہیئے کہ آیت بالا کے نزول نے تعمیل کا جوش کس میں پیدا کیا اگر نزول آیت کے بعد عام میں تعمیل شروع ہوئی تو یقیناً آیت انہیں سے مخاطب تھی اور اگر آنحضرت تعمیل کو اٹھے تو قرآن انھیں سے حق اہلبیت دلوا رہا تھا ہم دیکھتے ہیں کہ آیت نازل ہوتے ہی صرف آنحضرت تعمیل کو اٹھتے ہیں۔

---

[1] ایلہ بفتح اول تحبیلہ بمن تاریخ الخلفا صفحہ ۵۲ ایضاً صفحہ ۳۰

البزار[۵۱] وابو یعلی وابن ابی حاتم وابن مردویہ عن ابی سعید الخدری قال لما نزلت هذه الآیہ وآت ذا القربی حقه دعا رسول الله فاطمه فاعطاها فدك	بزاز و ابو یعلی و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ نے ابی سعید خذری سے روایت کی ہے کہ جب آیت مرقومۂ بالا نازل ہوئی تو آنحضرتؐ نے فاطمہؑ کو بلایا اور فدک عطا کر دیا۔

اگر ہم حضرت ابو بکر کی حدیث انتفار میراث کو (جو صرف آپ ہی نے بیان کی ہے) بھی سچ مان لیں تو بھی اب فدک کو واپس ہونا چاہئے تھا اسلئے کہ وہ سیدہؑ کے قبضہ میں قبل وفات پیغمبرؐ تھا اور ردی ہوئی چیز کا نام ہی میراث نہیں ہوتا اس کا دوسرا ایک ثبوت یہ ہے کہ عمر ابن عبدالعزیز نے جب اس موضع کو واپس کیا ہے تو یہ کہکر کہ میں چاہتا ہوں کہ یہ اولاد فاطمہؑ کے پاس اسطرح رہے کما کانت علیہ جس طرح وہ فاطمہؑ کے قبضہ میں تھا اور اسطرح مامون رشید کو جب اپنے قصر عدالت میں فدک کا عرضی دعویٰ ملا[۵۲] تو وہ پہلے تو رد دیا اور پھر اُسنے فاطمہؑ کے وکیل کو بلایا اور استقرار حق پر کامل غور سے دیر تک مباحثہ ہوا اور آخر ارذیقعدہ کو فاطمہؑ کے وکیل نے ڈگری حاصل کر لی مامون رشید عباسی نے اپنے حکمنامہ[۵۳] مورخہ ماہ ذیقعدہ ۲۱۰ھ میں بھی یہی الفاظ لکھے ہیں کہ جسطرح وہ فاطمہؑ کے قبضہ میں تھا اُسیطرح اولاد فاطمہ کے قبضہ میں دیدیا جائے نیز خلیفۂ وقت اسکو تقرب خدا و رسول و اقامت عدل و انصاف کا سبب قرار دیتا ہے۔ عمر ابن عبدالعزیز اپنی نیک سیرت اور مامون عباسی اپنی علمی قابلیت سے خلفائے بنی مروان و بنی عباس میں جو عظیم مرتبت رکھتے ہیں وہ صاحبان نظر سے مخفی نہیں ہے۔ ہم کہہ سکتے کہ مامون نے اس مقدمہ میں کوئی ضروری پہلو نہ چھوڑا ہوگا جسپر بحث نہ کی گئی ہو اس سب کے بعد مامون رشید اپنے قرب عہد کے خیال سے ہم سے زیادہ وسیع ذرائع معلومات رکھتا تھا اور اُسکو فاطمہؑ کا حق منظور کرنا پڑا اور اسلیئے اُس نے حکمنامہ میں یہ بھی اشارہ کیا کہ فاطمہؑ کا قبضہ مسلم ہے جس کے بہت سے شواہد اب بھی پیش کئے جا سکتے ہیں۔

---

۵۱ تفسیر درمنثور للسیوطی سورۂ بنی اسرائیل قریب ربع و حبیب السیر ص ۹ ۵۲ شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید معتزلی ج

۵۳ فتوح البلدان مطبوعہ یورپ ص ۳۰۔

فاطمہ کا قبضہ مسلم ہوجانے کے بعد اب اور بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرت ابوبکر نے کس قانون کے ماتحت سیدہ سے گواہ طلب کیے تھے مدعیٰ علیہا سے گواہ طلب کرنا یہ بالکل جدید ایجاد تھی اور فاطمہؑ گواہی کے لیے علیؑ وام ایمن کو لائیں بھی تو یہ کہکر واپس کر دیا گیا کہ شوہر کی گواہی زوجہ کی طرف سے ناجائز ہے۔ اہل فہم کو اس مسئلہ پر کافی غور کرنا چاہئے کہ اس مسئلہ کی کیا علت ہے۔ اگر محبت کا تعلق شوہر سے گواہی کا حق غضب کر لیتا ہے تو باپ، بیٹے بہن بھائی ماں بیٹی کی گواہیاں کیوں نہ ختم کردی گئیں ایک شخص کو اپنی اولاد جیسی عزیز ہوتی ہے بیوی تو ویسی عزیز نہیں ہوتی۔

فاطمہؑ بنفس نفیس طلب فدک کے لیے اپنی خاندانی عورتوں کے حلقہ میں رفتار آنحضرتؐ سے راستہ طے کر کے آئیں تھیں اور حضرت ابوبکر کے اور آپ کے درمیان ایک سفید چادر کا پردہ باندھا گیا تھا آپ سے کلام کی نوبت کے بعد پیام کی بھی باری آئی ہے فاطمہ نے مسجد نبوی میں خطبہ کہکر اپنی فصاحت و بلاغت سے سننے والوں کو حیران کر دیا اور آپ کی مظلومیت پر درمیان کلام چند بار رونے کا شور برپا ہوا آپ نے مجمع سے مہاجرین و انصار کی تقسیم کو پیش نظر رکھکر کلام کو انجام تک پہونچایا مگر آپ مایوس واپس کی گئیں اور جس حدیث پر خون آرزو کیا گیا وہ حدیث واحد ہے جسکو کسی صحابی نے آنحضرتؐ سے نقل نہیں کیا ہے نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکنا ہ صدقہ (ہم تمام انبیاء میراث نہیں چھوڑتے اور جو چھوڑیں وہ صدقہ ہے) فاطمہ کو مایوسی کے بعد غصہ آیا اور بقول حضرت عائشہ آپ حضرت ابوبکر پر غضبناک ہوئیں اور چھ ماہ کے بعد انتقال کیا اور بقول ابوطفیل آپ نے وصیت فرمائی کہ میری نماز جنازہ میں بھی ابوبکر شریک نہوں۔

اس کلام کے بعد سیدہؑ نے حضرت ابوبکر سے دریافت کر بھیجا انت ورثت رسول اللہ ام اھلہ قال بل اھلہ کہ تم رسول اللہ کے وارث ہوئے ہو یا انکے اہل بیت وارث ہوئے ہیں حضرت ابوبکر نے جواب میں کہلوا دیا کہ نہیں انھیں رسولؐ اللہ کے اہلبیت وارث ہیں

ابن ابی الحدید کو تعجب ہے کہ یہ جواب حضرت ابوبکر کا خود اُنکی حدیث کے خلاف ہے، ایک جگہ کہتے ہیں کہ انبیاء میراث ہی نہیں چھوڑتے اور ایک جگہ کہتے ہیں کہ اُنکے اہلبیتؑ وارث ہیں یہی مقام ہے جہاں شیعہ خیال کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر چونکہ بزرگ اور بھولے آدمی تھے اُنھوں نے مشورہ سے پہلے فطرتاً اہلبیت کو وارث سمجھا اور بتایا لیکن مسکوٹ کے بعد حدیث پڑھنا پڑی۔

حدیث نہ صرف واحد ہے بلکہ اُسکے دو حصہ ہیں اور دونوں قرآن سے مخالف ہیں یعنے پہلا حصہ یہ کہ تمام انبیاء میراث نہیں چھوڑتے اسکے یہ معنی ہوئے کہ اگر نبی تھے تو انبیائے پیشین نے حضرت عیسٰیؑ تک میراث نہیں چھوڑی پھر قرآن مجید کہتا ہے کہ ورث سلیمان داؤد اور حضرت زکریاؑ کی جس دعا پر یحییٰؑ سا وارث پیدا کیا جاتا ہے اُسکے اسباب میں زکریاؑ ایک سبب یہ بھی بتاتے ہیں یرثنی ویرث من آل یعقوب (اسلیے مجھے بیٹا دے) کہ وہ میری بھی میراث حاصل کرے اور اولاد یعقوبؑ کی بھی اگر انبیاء میراث نہیں چھوڑتے تھے تو سلیمانؑ داؤدؑ کے کیونکر وارث ہوئے اور زکریاؑ جو خود پیغمبر تھے اُنھوں نے قانون شکنی کیوں کی یا داؤدؑ و زکریا میراث چھوڑنے کے جرم میں پیغمبر نہ رہینگے۔ دوسرا حصہ کہ ہم جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے اُسوقت تک صحیح نہیں کہا جا سکتا جب تک کہ خدائی میراث نامہ (قرآن شریف) میں آیت میراث میں استثنا نہ پیدا کیے جائیں وہاں تو صرف یہی ہے للذکر مثل حظ الانثیین (مرد کا دوہرا عورت کا اکہرا حصہ ہے) پھر حضرت ابوبکر کا عمل بھی اسکے خلاف ہے آپ نے اسلحہ جات و ملبوسات و اسپ و راحلہ آنحضرتؐ سب کا سب علیؑ کو میراثاً کیوں دیدیا گویا آپکی حدیث انتفاء میراث سچ ہے تو یہ میراث دے کر آپ نے حق اہل اسلام تلف کیا اور قول رسولؐ خدا کی مخالفت کرکے گناہگار ہوئے۔ غرض کمیت شاعر نے خوب کہا ہے

۵۔ ایھوی علیا امیر المومنین ولا ارضی بشتم ابی بکر ولا عمرا

میں اُن علی کو جو مومنین کے امیر ہیں دوست رکھتا ہوں اور سب و شتم حضرت ابوبکر و عمر پر بھی راضی نہیں ہوں

ولا اقول وان لم یعطیا فدکا بنت النبی ولا میراثہا

اور اگرچہ اُنھوں نے دختر رسولؐ کو فدک نہیں دیا اور میراث بھی محروم کر دیا مگر ہم (اپنی زبان سے) انھیں کافر نہیں کہتے

اللہ یعلم ماذا یحضران بہ یوم القیامۃ من عذر اذا اعتذرا

البتہ خدا ہی جانے کہ وہ قیامت میں کیا عذر پیش کریں گے جب عذر پیش کرنا چاہیں گے

ان واقعات پر نظر کرنے سے شک نہیں رہتا کہ سیدۂ عالم کے حقوق کو ایک گہری پالسی کے ماتحت تلف کیا گیا اور اکابر صحابہ کی سکوت نے یہ کار نمایاں کیا ان اہل شاملین میں حضرت عمر کا مرتبہ ہر ایک سے بہتر و برتر ہے جسکو تذکرۂ ابن جوزی باب العاشر سے نقل کیا جاتا ہے

جاءت فاطمۃ الی ابی بکر وھو علی المنبر فقالت — فاطمہؑ حضرت ابوبکر کے پاس تشریف لائیں جبکہ آپ ممبر پر تھے اور

یا ابابکر افی کتاب اللہ ان ترثک ابنتک — آپ نے پوچھا کہ کیا قرآن میں یہی ہے کہ تمھاری میراث تمھاری بیٹی

ولا ارث ابی فاستعبر ابوبکر باکیا ثم قال — لے اور میں اپنے باپ کی میراث نہ پاؤں تو حضرت ابوبکر رو دیے

بابی ابوک وبابی انت ثم نزل — اور فرمایا کہ میرے باپ تیرے اور تمھارے باپ پر فدا ہوں پھر آپ

فکتب لھا بفدک ودخل علیہ عمر فقال — ممبر سے اتر ے اور استرداد نامہ فدک لکھدیا اتنے میں حضرت

ما ھذا فقال کتاب کتبتہ لفاطمۃ بمیراثھا — عمرؓ آگئے اور آپ نے پوچھا یہ کیا ہے حضرت ابوبکر نے کہا

من ابیھا قال ماذا تنفق علی المسلمین — کہ یہ فاطمہؑ کیلئے میراث نامہ میں نے لکھا ہے آپ نے فرمایا

وقد حاربتک العرب کما تری ثم — کہ تمام عرب تمھارے لیے لڑرہے ہیں پھر مسلمانوں کو کہاں سے

اخذ عمر الکتاب فشقہ — دوگے پھر حضرت عمرؓ نے وہ رقعہ لیکر پھاڑ ڈالا

مرض الموت فاطمہؑ کو فاطمہؑ انھیں پے درپے صدمات سے علیل ہوئیں اور بقول علمائے شیعہ سقط حمل محسنؑ بیماری کا سبب ہوا محسن کون تھے اسکو تو اکثر محدثین و مورخین لکھتے ہیں کہ وہ حسنینؑ کے بھائی اور فاطمہؑ کے فرزند تھے لیکن ہمارے راستے میں شبہ پیدا کرنے کے لیے اُنکی ولادت سے پہلے اُنکی وفات کا تذکرہ کر دیا جاتا ہے اگر یہ (محسنؑ) حسنین ہی کی طرح آنحضرتؐ کے نواسے تھے تو انکی ولادت کے تذکرہ کو اُسی طرح روشنی میں لانا چاہیئے تھا

جس طرح حسنینؑ کی ولادت کے ذکر و اخبار سے شیعہ سُنّی احادیث بھرے پڑے ہیں بلکہ حسنینؑ
سے بھی کچھ زیادہ اسلیے کہ وہ دونوں صاحبزادے آنحضرتؐ کے ابتدائے عہد میں پیدا ہوے یا یوں
کہا جائے کہ آنحضرتؐ کا عروج اقبال ابھی ستاروں کا منھ دیکھ رہا تھا لیکن حضرت محسنؑ سب سے
چھوٹے تھے انکا عہد ولادت آنحضرتؐ کے انتہائے عروج کا زمانہ ہے۔ مگر آپ یقین کر لیجیے
کہ تاریخ عامہ تاریخ ماہ و سنہ ولادت بتانے سے مُنھ چھپاتی ہے ؎

مرو بشفقے آں بُرے کہ دیدن نہ گزارند — دیوانہ زلفے کہ کشیدن نہ گزارند

شرح صحیح مسلم تو امام نووی کی روایت کی بنا پر ذکر کرتی ہے مگر صاحب استیعاب ایسے
سماع کُل نام بھی دبا جاتے ہیں اور تذکرہ بھی غائب کر دیتے ہیں ہمکو مجبوراً یقین کرنا پڑتا ہے کہ ؎

بیخودی بے سبب نہیں غالب — کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

دوسرا شبہ یہ ہے کہ تاریخ عامہ ادھر اُدھر کی روایات پر اڑا کر کوشش کر رہی ہے کہ
وفات سیدہؑ کی تاریخ گزشتہ واقعات سے جسقدر دور ڈالی جا سکے اُسقدر دور کی جائے
یا یہ ڈر ہے کہ وفات کا اسقدر جلد ہو جانا لوگوں کو تحقیق مرض پر مائل کر دیگا اگرچہ امام
ابن قتیبہ کچھ تیز رو ہیں اور ابن ابی الحدید کی تحریر بہتر ہی رونہ کی قائل ہے یقیناً کچھ واقعات
تھے جو بیچ سے غائب کر دیے گئے اور وہ صرف ہمارے ہی یہاں رہ گئے یہاں تک کہ آنحضرتؐ
کا اپنی حیات میں نام (محسنؑ) رکھنا بھی ثابت ہے۔

غرض فاطمہؑ کا مرض الموت تاریخ عامہ سے بے نشان ہے اور آپ کی بیماری بھی
کسمپرسی کی بیماری ہے عیادت کرنیوالوں کی فہرست مختصر ہے بلکہ نہ اہل شہر آئے نہ اہل محلہ
نہ وہ لوگ جنکے مکان آپ کے مکان سے ملحق تھے البتہ چند اہل درد بھی تھے جو آئے اور ازواج نبی
کی جیسے بعض عورتیں اُنسے جو گفتگو ہوئی وہ نتیجہ خیز ہے اسلیے اُسکو بعینہ نقل کیے دیتی ہوں۔

لما[1] مرضت فاطمہ المرضۃ التی توفیت فیہا دخلت النساء علیہا فقلنا کیف — جب سیدہؑ مرض الموت میں مبتلا ہوئیں تو کچھ عورتیں عیادت کو آئیں اور انھوں نے مزاج پوچھا آپ نے فرمایا میں

۱۔ بلاغات النساء مطبوعہ مصر صفحہ

اصبحت من علتك يا ابنة رسول الله قالت	اس حالت میں صبح کی ہے کہ تمہاری دنیا سے عاجز اور تمہارے
اصبحت والله عائفة لدنياكم قالية لرجالكم	مردوں سے غضبناک ہوں میں نے انکو ترک کیا جبکہ انکا تجربہ کر لیا
لفظتهم بعد ان عجمتهم وشنئتهم بعد ان	تھی اور انپر برہم ہوئی جبکہ انکو خوب آزما لیا برا ہو انکی تلواروں کے
سبرتهم فقبحا لفلول الحد وخور القناة و	کند ہونے اور انکے نیزوں کے بے اثر ہونے یعنی دلائل کے باطل ہونے
خطل الرأي وبئسما قدمت لهم انفسهم	اور انکی رائے کے غلط ہونے کا اور کیا برا تھا وہ جو انکے نفس نے
ان سخط الله عليهم وفي العذاب هم خالدون	انکے سامنے پیش کیا کہ جس سے خدا انپر غضبناک ہے اور وہ ہمیشہ
لاجرم قد قلدتهم ربقتها وشننت عليهم عارها	عذاب میں رہینگے انھوں نے خلافت کا پھندا (تو گلے میں
فجدعا وعقرا وبعدا للقوم الظالمين ويحهم	پہن لیا) مگر اسکا عار بھی انپر چھا گیا خدا ذلیل وخوار اور انکی
انهم زحزحوها عن رواسي الرسالة و	رحمت سے دور کرے ظالم گروہ کو۔ انپر افسوس ہے کہ انھوں نے
قواعد النبوة ومهبط روح الامين الطبين	خلافت کو رسالت کی چوٹی اور ستون نبوۃ وفرودگاہ جبرئیل کو
بامور الدنيا والدين الا ذلك هو الخسران	امور دین و دنیا کے بہترین جاننے والے (علی) سے ہٹا دیا اور یہ
المبين وما الذي نقموا من ابي الحسنؑ	کھلا ہوا گھاٹا ہے اور جو لوگ بھی علیؑ سے برہم ہوئے اور انکو
نقموا والله نكير سيفه وشدة وطأته ونكال	نا پسند کیا خدا کی قسم وہ علیؑ کی منکر (حیات) شمشیر کی وجہ سے
وقعته وتنمره في ذات الله وبالله لو تكافوا	برہم ہوئے اور انکی سخت گیری کے سبب اور انکی عقوبت
على زمام نبذه رسول الله لسار بهم سيرا	کا مزا دیکھ کر اور انکے جوش غضب (جو خدائی معاملات میں) انکو ہوتا ہے
سجحا لا يكلم خشاشه ولا يتعتع راكبه ولاوردهم	اگر وہ سب ایک باگ ڈور پر جمع ہو جاتے اور رسول خداؐ رسول نے
منهلا رويا فضفاضا تطفح ضفتاه ولا صدرهم	اپنے نفوس کو چھوڑ دیتے تو علیؑ انکو رفتار نرم سے لے چلتے
بطانا قد تحرى بهم الري غير متحل منهم	اونکے ناقہ کی ناک کو ناک کی کڑی زخمی نہ کرتی اور انکو کسی قسم کی
بطائل بعمله الباهر وردعه سورة الساغب	زحمت نہ ہوتی اور انکے سواروں کو رنج نہ ہوتا اور علیؑ ان کو
ولفتحت عليهم بركات من السماء وسياخذهم	وارد کر دیتے ایک سیراب کن وسیع چشمہ پر جسکے اطراف چھلکتے
الله بما كانوا يكسبون الا هلمن فاسمعن	ہیں اور پھر سیراب ہونے کے بعد انکو نکال لاتے ایسی حالت میں

وما عشتن اراكن الدهر عجبا الى اىّ لجاء لجاؤا
واسندوا وبائى عروة تمسكوا لبئس المولىٰ
ولبئس العشير واستبدلوا والله الذنابى
بالقوادم والعجز بالكاهل فرغماً لمعاطس
قوم يحسبون انهم يحسنون صنعا الا
انهم هم المفسدون ولكن لا يشعرون
ويحهم افمن يهدى الى الحق احق ان
يتبع امن لا يهدى الا ان يهدى فما
لكم كيف تحكمون واما لعمر الهكن لقد
لقحت فنظرة ريثما تنتج ثم احتلبوا طلاع
القعب دماً عبيطاً وذعافاً ممقراً هنا
لك يخسر المبطلون ويعرف التالون ما
اسس الاولون ثم طيبوا عن انفسكم
نفسا وطامنوا للفتنة جاشاً ابشروا بسيف
صارم وبهرج شامل واستبداد من
الظالمين يدع فيئكم زهيدا وجمعكم
حصيدا فيا حسرة بكم انى بكم وقد
عميت عليكم انلزمكموها وانتم لها
كارهون ثم امسكت عليها السلام

کہ وہ سیراب و شکم پر ہوتے کہ انسے شدت تشنگی اور تکلیف
گرسنگی دور ہو گئی ہوتی اور اُنپر آسمانی برکتوں کا دروازہ
کھل جاتا۔ اور عنقریب اُن لوگوں کے کرتوتوں کا خدا
مواخذہ کرے گا آؤ آؤ اور (حق بات) سنو اور آئندہ اگر
زندگی رہی تو اس سے زیادہ تعجب خیز سوانح دیکھنے
کے منتظر رہو۔ کہاں یہ پناہ لیں گے اور کس ریسمان
مستحکم سے تمسک کرینگے اور کیا برے یہ تابع و متبوع
ہیں خدا کی قسم انھوں نے استدلال کیا موخر پر مقدم سے
اور ادنیٰ پر اعلیٰ سے (قیاس مع الفارق کیا) خدا ذلیل
کرے اس قوم کو جو سمجھتے ہیں کہ ہم کوئی کارنمایاں کر رہے
ہیں۔ سمجھ لو کہ مفسد یہی لوگ ہیں لیکن انکو سمجھ نہیں
برا ہو ان کا کیا وہ شخص راہ راست کی طرف ہدایت
کرے وہ فرمانبرداری کا زیادہ حق دار ہے یا وہ شخص جو
خود ہی دوسرے کی ہدایت کا محتاج ہو۔ تمھیں کیا ہو گیا ہے
کس طرح کا فیصلہ کرتے ہو۔ خدا کی قسم یہ ان لوگوں
کی معصیت عنقریب نتیجہ پیدا کرنے والی ہے پھر یہ
انجام کار میں بجائے دودھ کے خون تازہ اور زہر
تلخ کا مزہ چکھینگے۔ ہاں فتنہ کے مقابلہ کے لئے
آمادہ ہو جاؤ اور تم کو شمشیر براں (موت) اور جراحت
عامہ (فنا) کی بشارت ہو۔ تمھارے اموال میں کمی
اور تمھاری زراعات کی کاشت کا وقت آ گیا ہے۔
وائے ناکامی تمھاری اور تمھارے لیے چارہ کار ہی کیا ہے جبکہ
حالات سے تم نابلد ہو لیکن کیا ہم تمھیں اصلاح پر مجبور کرسکتے
ہیں حالانکہ تم اس سے کراہت کرتے ہو۔

یہ فرمانے کے بعد جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے
سکوت فرمایا

وفات سیدہ ابن سعد[1] کاتب واقدی نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر بھی عیادت کو آئے تھے اور آپ اُنسے راضی ہوگئی تھیں لیکن آئندہ کے واقعات خود تصفیہ کردینگے کہ آپ راضی ہوئیں تھیں یا نہیں۔ صحیح بخاری[2] میں ہے کہ آپ ناراض رہیں اور کبھی بات نہیں کی اور اسی کی تائید میں حضرت عائشہ کی حدیث طبقات[3] میں موجود ہے امام ابن قتیبہ کی عبارت پوری نقل کی جاتی ہے جو فدک کے فیصلہ کے بعد کا واقعہ ہے۔

فقال[4] عمر لابی بکر انطلق بنا الی فاطمہ فانا	حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ اب ہمکو فاطمہ کیطرف چلنا
قد اغضبناھا فانطلقا جمیعا فاستاذن	چاہیے کہ ہم دونوں نے انکو غضبناک کیا ہے (غرض یہ دونوں
علی فاطمہ فلم تاذن لھما فاتیا علیا فکلماہ	آئے اور اجازت چاہی مگر فاطمہ نے دونوں کو اجازت ندی پھر
فادخلھما علیھا فلما قعدا عندھا حولت	انھوں نے علیؓ سے سفارش چاہی اور آپ انکو لیگئے لیکن جب
وجھھا الی الحائط فسلما علیھا فلم ترد علیھما	دونوں بیٹھے تو فاطمہ نے دیوار کی طرف اپنا منھ پھیر لیا انھوں نے
السلام فتکلم ابوبکر فقال یا حبیبۃ رسول اللہ	سلام کیا تو فاطمہ نے جواب سلام بھی ندیا پھر ابوبکر نے کہا کہ اے
واللہ ان قرابۃ رسول اللہ احب الی من عائشۃ	رسولؐ کی پیاری مجھے آنحضرتؐ کی قرابت اپنی قرابت سے زیادہ
ابنتی ولوددت یوم مات ابوک انی مت ولا	محبوب ہے اور آپ عائشہ میری بیٹی سے بھی مجھے پیاری ہیں
ابقی بعدہ افترانی اعرفک وفضلک وشرفک	جسدن آپکے والد کا انتقال ہوا ہے میں چاہتا تھا کہ مر جاؤں
وامنعک حقک ومیراثک من رسول اللہ	اور اُنکے بعد باقی نہ رہوں کیا آپ نہیں دیکھتیں کہ آپ کو اور
الا انی سمعت اباک رسول اللہ یقول لا نورث	آپکے فضل و شرف کو پہچانتا ہوں (اور آپکے حق میراث کو منع
ما ترکت فھو صدقۃ فقالت ارایتکما ان حدثتکما	کرتا ہوں (مگر میں کیا کروں) کہ میں نے آنحضرت سے سُنا ہے
حدیثا من رسول اللہ تعرفانہ وتفعلان بہ	کہ ہم میراث نہیں چھوڑتے اور جو چھوڑیں وہ صدقہ ہے
قالا نعم فقالت نشدتکما اللہ الم تسمعا رسول	فاطمہ نے کہا کہ اگر میں بھی کوئی حدیث آنحضرتؐ کی نقل کردوں
اللہ یقول رضا فاطمۃ من رضائی وسخط	تو اُسکو سُنوگے اور پہچانوگے اور اسپر عمل کروگے دونوں نے

---

[1] طبقات صـ۱۷　[2] صحیح بخاری صـ۵۲۶　[3] طبقات صـ۱۸　[4] کتاب الامامۃ والسیاسۃ صـ۱۲ تا ۱۴

فاطمة من سخطني فمن احب فاطمة ابنتي فقد احبني ومن ارضى فاطمة فقد ارضاني ومن اسخط فاطمة فقد اسخطني قالا نعم سمعنا من رسول الله قالت فاني اشهد الله وملائكته انكما اسخطتماني وما ارضيتماني وان لقيت النبي لاشكونكما اليه فقال ابوبكر انا عائذ بالله تعالى من سخطه وسخطك يا فاطمة ثم انتحب ابوبكر يبكي حتى كادت نفسه تزهق وهي تقول والله لا دعون الله عليك في كل صلوة اصليها ثم خرج باكيا

کہا بیشک آپ نے کہا تم کو قسم دیکر پوچھتی ہوں کہ کیا تم نے نہیں سنا کہ آنحضرت فرماتے تھے کہ فاطمہؓ کی رضا میری رضا اور فاطمہؓ کا غضب میرا غضب ہے جس نے میری بیٹی فاطمہ سے محبت کی اُسنے مجھ سے محبت کی اور جسنے اسکو راضی کیا اُسنے مجکو راضی کیا اور جسنے اسکو غضبناک کیا اُسنے مجکو غضبناک کیا اُنھوں نے کہا بیشک ہم نے یہ حدیث سُنی ہے انہے کہا میں خدا و ملائک کو گواہ کرتی ہوں کہ تم دونوں نے مجکو غضبناک کیا اور راضی نہیں کیا اور جب آنحضرت سے ملونگی تو تمہاری شکایت کروں گی حضرت ابوبکر کہنے لگے کہ میں خدا سے پناہ چاہتا ہوں خدا کے اور آپ کے غضب سے پھر حضرت ابوبکرؓ چیخ چیخ کر رونے لگے قریب تھا کہ اُنکی جان نکل جائے اور فاطمہ کہہ رہی تھیں کہ ہر نماز میں جو میں پڑھونگی تمہارے لئے بد دعا کرونگی پھر یہ روتے ہوئے باہر آئے۔[1]

اس عرصہ میں آپ کا مرض اپنی آخری نزاکت پر پہونچ گیا تھا آخر روز آپ نے غسل کیا لباس پہنا اور صحن خانہ میں فرش بچھوا کر قبلہ رو لیٹ کر فرمایا کہ روز جدائی آگیا پھر ام سلمہ سے فرمایا کہ میں غسل کر چکی ہوں اب مجھے غسل نہ دیا جائے[2] اور اسیوقت وصیت فرمائی کہ میری میت پر دہ شب میں دفن کی جائے[3] شاید اسی سے قریب وقت اسماء سے فرمایا کہ مدینہ میں جنازہ اُٹھانے کی صورت مجھے پسند نہیں آتی اسطرح میت کا قد وقامت معلوم ہوتا ہے مجھے شرم آتی ہے کہ میری میت بھی یوں ہی اُٹھے گی اسماء نے کہا میں نے حبش میں جو طریقہ دیکھا ہے وہ آپ کو دکھاتی ہوں یہ کہکر تابوت کی شکل بنا کر دکھائی سیدہ نے اُسکو پسند کیا اور فرمایا کہ میری میت یوں ہی اُٹھے اور اسماء کو دعائیں دیں اور فرمایا کہ مجھے صرف تم علیؓ کے ساتھ غسل دینا اور کوئی آنے نہ پائے

فلمّا توفيت جاءت عائشة تدخل فقالت　　انتقال کے بعد عائشہؓ آئیں تو اسماء نے روک دیا کہ یہاں آ

[1] طبقات ابن سعد ص ۱۸ [2] استیعاب ج ۲ ص ۷۵۲ [3] ایضاً ج ۲ ص ۷۵۲

عربی	اردو
اسماء لا تدخلی فشکت الی ابی بکر فقالت	اُنھوں نے حضرت ابوبکر سے شکایت کی کہ یہ خثعمیہ (اسماء)
ان ھذہ الخثعمیہ تحول بیننا و بین ابنۃ	میرے اور فاطمہؓ کے درمیان حائل ہوتی ہے اور اُسنے
رسول اللّٰہ و قد جعلت لھا مثل ھودج	فاطمہ کے لیے دولہن کے ہودج (تابوت) کی طرح بنایا ہے
العروس فجاء ابوبکر فوقف علی الباب	حضرت ابوبکر دروازے پر آکر ٹھہرے اور اسماء سے پوچھا
فقال یا اسما ما حملک علی ان منعت ازواج	کہ یہ تم نے کس خیال سے ازواج نبی کو بنت پیمبر تک
النبیؐ ان یدخلن علی بنت رسول اللّٰہ	آنے سے روکا اور اُنکے لیے دولہن کے ہودج کا سا
وجعلت لھا مثل ھودج العروس فقالت	کیا بنایا ہے اسماء نے کہا اُنھوں نے مجھے یہی حکم دیا تھا
امرتنی ان لا یدخل علیھا احد واریتھا	اور یہ تابوت بھی میں اُنکو زندگی میں دکھا چکی ہوں
ھذا الذی صنعت وھی حیۃ فامرتنی	اور اسکا بھی اُنھوں نے حکم دیا تھا یہ سُن کر حضرت
ان اصنع ذلک لھا قال ابوبکر فاصنعی	ابوبکر اجازت دے کر چلے گئے اور اسماء و علیؓ
ما امرتک ثم انصرف فغسلھا علیؓ واسماء	نے غسل دیا۔

بقول ابوعمرؓ یہ پہلی میت تھی جو اسطرح اُٹھائی گئی اس کے بعد ام المومنین زینب کی میت بھی فاطمہؓ کی تقلید میں اسی طرح اُٹھائی گئی۔

وفات ۲۰ رجمادی الثانی سالہ قریب مغرب فاطمہؓ نے انتقال فرمایا اہل مدینہ میں شور گریہ و بکا اسطرح بلند ہوا کہ گویا آنحضرتؐ نے آج ہی انتقال فرمایا ہے اہل مدینہ نماز جنازہ پڑھنے کے منتظر تھے مگر ابوذر نے آواز دی کہ میت صبح کو اُٹھے گی لوگ واپس گئے۔ نصف شب کے بعد امیر المومنینؑ نے میت کو اُٹھایا اور خود نماز جنازہ پڑھا کر بقیع میں دفن کیا۔

باب سوم

قرابات النبیؐ

فصل (۱)

حضرت فاطمہؓ بنت اسد

نام و نسب و نکاح و اولاد فاطمہ نام ہے اور آپ اسد بن ہاشم کی نور دیدہ ہیں آپ کی والدہ کا نام بھی فاطمہ تھا جو جد حضرت خدیجہ (الزائدہ) کی خواہر عم زاد تھیں ابوطالب و فاطمہ دونوں کا نسب وہی ہے جو خود آنحضرتؐ کا نسب ہے اسلیے تحریر کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے

فاطمہ کا نکاح ابوطالب سے ہوا اور ابوطالب کے بعد وفات آپ بیوگی کی باعزت زندگی بسر کرتی رہیں حضرت ابوطالب سے آپ کے یہاں چار فرزند طالبؓ و عقیلؓ و جعفرؓ و علیؑ اور تین صاحبزادیاں ام ہانی، جمانہ، ریطہ پیدا ہوئیں چونکہ فاطمہ اپنے باپ اسد کی اکلوتی صاحبزادی تھیں اسلیے یہی اولاد اپنے نانا کی نسبی وارث تھی اور کم سے کم نانا کا نام (اسد) چھوٹے نواسے (علیؑ) کے لقب (اسد اللہ) میں میراثاً پہنچا - علامہ عبد البر کہتے ہیں کہ ھی اول ھاشمیۃ ولدت لھاشمی (یہ پہلی زن ہاشمیہ ہیں جن سے اولاد ہاشمی پیدا ہوئی) لیکن علامہ ابن اثیر نے اس قول میں اتنا اضافہ اور کیا ہے وھی ایضاً اول ھاشمیۃ ولدت خلیفۃ (فاطمہ یوں بھی پہلی ہاشمی عورت ہیں کہ ان سے خلیفہ رسول (علیؑ) پیدا ہوا) زبیر بن العوام سے روایت ہے کہ جب یا ایھا النبی اذا جاءک المومنات یبایعنک الخ نازل ہوئی تو سب سے

---

[1] طبقات ابن سعد ج ۸ صفحہ [illegible] [2] اعلام الوریٰ طبرسی ص [illegible] [3] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ [illegible] لیکن علامہ ابن شہر آشوب نے اسد کی دو اولادیں اور بھی لکھی ہیں حنین و خالدہ مناقب ج ۳ صفحہ ۶۲ [4] استیعاب ج ۲ صفحہ [illegible]

[5] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ [illegible] [6] مقاتل الطالبیین لابی الفرج الاصبہانی المتوفی سنہ [illegible] مطبوعہ نجف صفحہ [illegible]

بیعت کرنے والی عورتوں میں فاطمہ بنت اسدؑ تھیں۔ درحقیقت آپ کی اولیت کی ایک بڑی مہر ثبت بنائی جاسکتی ہے سب سے بڑھکر یہ کہ مومنات عالم میں آپ سب سے پہلی بی بی ہیں جنکا خدا نما فرزند بیت اللہ میں پیدا ہوا۔ یہی فاطمہؑ وہ پہلی بی بی ہیں جنکو کعبہ نے تین روز مہمان رکھا حضرت مریم کو بیت المقدس سے اس نازک وقت پر چلے جانے کا حکم دیا گیا مگر فاطمہ کو کعبہ میں بلایا گیا اور دیوار کا پردہ بھی بیچ سے اٹھ گیا۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت مریم کی مدارات میں خلاق الٰہی نے کوئی کمی نہیں رکھی اور روح اللہ کی آمد پر درخت خشک کو حیات ثانیہ کا خلعت سبز عنایت فرماکر مراسم میزبانی و مہمانی پورے کیے گئے پھر بھی حضرت مریم کا ظاہری وسیلہ رزق درخت تھا اور فاطمہ کا وسیلہ ذات الٰہی ہے ؎ ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بہ کجا۔

یزید بن قعنب سے اس بارے میں جو روایت وارد ہے وہ اسقدر مشہور ہے کہ شیعہ طبقہ کے علاوہ علمائے عامہ نے بھی اسکو سنا ہے اور علامہ ابن الحدید سے فاضل محقق نے اسکی طرف اشارہ کیا ہے۔ یہ شخص (یزید بن قعنب) ناقل[1] ہے کہ میں ایک مجمع کے ساتھ اسوقت موجود تھا جب فاطمہ بنت اسد علیؑ کو گہوارہ شکم میں لیے ہوئے بیت اللہ کا طواف کر رہی تھیں اسی حالت میں درد زہ عارض ہوا اور آپ نے شکم اقدس کو دیوار کعبہ سے مس کرکے اس مشکل کے آسان ہونے کی دعا فرمائی۔ ہونٹوں سے چلی ہوئی آواز بام کعبہ پھاند کر عرش تک پہونچی۔ ادھر باب اجابت وا ہوا ادھر دیوار کعبہ شق ہوئی فاطمہ کعبہ میں داخل ہوئیں یزید بن قعنب اور اُسکے ساتھی اس واقعہ سے گھبرا گئے اور قفل کعبہ کھولنے کی ناکام کوشش کرنے لگے لیکن بیرونی بیرونی ہی رہے اور جس نے نہ کھلنے والی دیوار کو کھولا تھا اُس نے کھلنے والے قفل کو ایسا بند کیا کہ دنیا کے ہاتھ سے نہ کھل سکا۔

چوتھے روز فاطمہ برآمد ہوئیں تو علیؑ آغوش میں تھے اور آپ فرما رہی تھیں کہ میں نے ہاتف کی آواز سُن کر اس بچہ کا نام علیؑ رکھا ہے۔

---

[1] روضۃ الشہدا ملا حسین واعظ کاشفی مطبوعہ بمبئی ص۱۴۱۔

ولدته فی الحرم المعظم امّه   طابت وطاب ولیدها والمولد

اسلام و ہجرت | اسلام لانے والوں میں فاطمہ کا گیارھواں[1] نمبر ہے اور آپ مہاجرین اولیٰ کی صف میں شمار کی جاتی ہیں آنحضرتؐ اور اسلام کی محبت میں مکہ کی صنم پرست زمین کو چھوڑ کر یہاں آباد مدینہ میں تشریف لائیں اور یہیں وفات ہوئی بعض کا خیال ہے کہ فاطمہ کا انتقال قبل از ہجرت ہوا لیکن یہ سراپا غلط ہے اسلیے کہ باتفاق علما امیرالمومنین علی ابن ابیطالب و حضرت سیدۃؑ عالم کا نکاح مدینہ میں ہوا ہے اور امیرالمومنینؑ کا آپ سے اجازت لینا ظاہر ہے جیسا کہ میں ذکر کر چکی ہوں۔

عام حالت | فاطمہ بنت اسد نے حضرت عبدالمطلب کے بعد آنحضرتؐ کی پرورش میں ابوطالبؑ کی بہترین مدد کی یہی وجہ تھی کہ آنحضرتؐ فاطمہ کو ماں کہا کرتے تھے اور اکثر مواقع پر اظہار شکر گزاری فرمایا کرتے تھے فاطمہ بھی اپنی اولاد سے زیادہ آنحضرتؐ کو چاہتی تھیں چنانچہ آپ کا قاعدہ تھا کہ آپ اپنی اولاد کے کھانے میں سے ہمیشہ ایک حصہ علیحدہ کر لیا کرتی تھیں اور وہ صرف[2] آنحضرتؐ کو دیا جاتا تھا ابن سعد کاتب واقدی کا بیان ہے کانت امرأۃ صالحۃ وکان رسول اللہ یزورھا ویقیل فی بیتھا فاطمہ ایک نیک بی بی تھیں آنحضرتؐ انکی زیارت کرتے تھے اور انکے گھر میں آرام فرماتے تھے۔

وفات | آنحضرتؐ نے امیرالمومنینؑ سے خبر وفات فاطمہ سنی امیرالمومنینؑ رو رہے تھے اور عرض کر رہے تھے کہ یا رسول اللہ میری ماں نے انتقال کیا آپنے فرمایا یا علیؑ تمہاری ماں نہیں میری ماں نے انتقال کیا یہ کہکر تجہیز و تکفین میں بذات خاص متوجہ ہوئے اپنی قمیص[3] کا کفن دیا ستر تکبیروں سے نماز جنازہ پڑھائی قبر میں اتر کر زمین قبر کی طرف یوں اشارے فرمائے کہ صاف معلوم ہوتا تھا کہ حکماً تنگیٔ مکان کو وسعت سے بدل رہے ہیں پھر زمین قبر پہ لیٹ گئے قبر سے برآمد ہوئے تو آنکھوں سے آنسو اُبل رہے تھے پھر خود قبر میں مٹی ڈالی حضرت

[1] مقاتل الطالبین صفحہ ۲ [2] منتخب کنز العمال الموضوع علی الجز الخامس من مسند الامام احمد بن حنبل صفحہ ۲۶۹ [3] ایضاً

عمر ابن خطاب نے عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ نے ان معظمہ کیلئے جو کچھ کیا وہ کسی کے لیے ظہور میں نہ آیا آخر اسکی کیا وجہ ہے آپ نے فرمایا کہ یہ میری ماں تھیں یہ کہکر آپ نے ایک طویل فہرست احسانات فاطمہ کی شمار کرتے ہوئے فرمایا۔

لم یکن احدٌ بعد ابیطالب ابرّبی منہا[۱] حضرت ابوطالب کے بعد اس سے زیادہ مجھ پر کوئی مہربان نہ تھا میں نے اپنی قمیص کا کفن اسلیے دیا کہ جنت میں انکو بہشتی خلعت دیے جائیں اور قبر میں اسلیے لیٹا کہ ان کو صغطۂ (فشار) قبر سے نجات ہو۔

انّ[۲] جبرئیل اخبرنی عن ربی انہا من اہل الجنۃ واخبرنی جبرئیل ان اللہ امر سبعین الفاً من الملائکۃ یصلون علیہا

مجھے جبرئیل نے خدا کی (طرف) سے خبر دی ہے کہ یہ اہل جنت سے ہیں اور مجھکو جبرئیل نے خبر دی ہے کہ خدا نے ستر ہزار ملائکہ کو حکم دیا ہے کہ وہ سب فاطمہ پر درود بھیجتے ہیں۔

پھر آپ نے قبر پر بیٹھکر دیر تک دعائے مغفرت فرمائی شیعہ روایات میں صرف دو جملے زیادہ ہیں ایک یہ کہ آنحضرت مشایعت جنازہ میں پنجوں کے بل راستہ طے کر رہے تھے دوسرے آپ نے بعد دفن فاطمہ قبر کے اوپر سے تین بار فرمایا ابنک علی لا عقیل ولا جعفر اور دریافت پر فرمایا کہ اس کثرت سے میری ماں کی مشایعت جنازہ کے لئے ملائکہ آئے ہیں کہ پاؤں رکھنے کی جگہ نہیں ہے اور دوسرا سبب یہ بیان فرمایا کہ میری ماں سے نکیرین سوال کر رہے تھے جب یہ دریافت ہوا کہ تمھارا امام کون ہے تو فاطمہ خاموش ہوئی تھیں اور انکو اپنے بیٹے کا نام لیتے شرم آئی تھی میں نے آواز دی کہ علیؑ تمھارا فرزند تمھارا امام ہے بقول حضرت[۳] عمر ابن علیؑ حضرت فاطمہ مقام روحا میں مقابل حمام ابی قطیفہ دفن ہوئیں۔

۱؎ اسد الغابہ ج ۵ ص۵۱۱ ۲؎ منتخب کنز العمال ص۲۷۹ ۳؎ مقاتل الطالبین ص۲

فصل (۲)

حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب

آنحضرتؐ کی پھوپھی اور خالہ زاد بہن ہیں کیونکہ حضرت صفیہ کی والدہ ہالہ بنت وہب[1] ہیں جو حضرت آمنہؓ کی سگی بہن تھیں صفیہ حضرت حمزہ اسدالرسول کی سگی بہن ہیں آپ کے اسلام پر عامہ مورخین کا اتفاق ہے۔

نکاح و اولاد آپ کا پہلا نکاح[2] حارث بن حرب کے ساتھ ہوا یہ حارث ابوسفیان کے بھائی ہیں اور یہ نکاح جاہلیت میں ہوا تھا ان سے ایک لڑکا بھی پیدا ہوا حارث کے بعد عوام بن خویلد (برادر حضرت خدیجہ) سے نکاح ہوا ان سے زبیر، سائب و عبدالکعبہ کی ولادت ہوئی

ہجرت کے بعد ہجرت کی اگرچہ تفصیل نہیں معلوم لیکن آپ کا مکہ معظمہ سے مدینہ آنا ثابت ہے آپ نے بذات خاص بعض غزوات میں بھی شرکت کی ہے خصوصاً جنگ احد میں اس پیکر بھائی کی بہادر بہن نے خالص ہاشمی خون کا جوش و خروش دکھا کر کفار کی صفوں کو محو حیرت بنا دیا ہے حضرت صفیہ کو مدینہ میں بھائی (حضرت حمزہ) کی شہادت اور حضرت معاویہ کی والدہ محترمہ حضرت ہندہ کی جگر خواری کی حیوانیت فزا داستان معلوم ہوئی ساتھ ہی ساتھ اصحاب آنحضرتؐ کی ہزیمت شکنی اور اُنکے فرار کے حال نے آپ کو بیچین کر دیا آپ ایک طویل نیزہ لے کر اپنے بھتیجے (آنحضرتؐ) کی مدد کو آ گئیں اور جلیل القدر و طویل القامت اصحاب کو بھاگتے دیکھ کر عتاب آمیز لہجہ میں فرمانے لگیں تم رسول اللہؐ کو چھوڑ کر بھاگے جاتے ہو یہ کہکر خود نیزے سے دشمنوں کو روکنے لگیں[3]۔ میرے اس بیان سے اُردو داں پبلک کو یقیناً اچنبھا ہوگا کیونکہ اہل ترجمہ نے اُردو تاریخوں میں اس فرار کا ذکر کرنے سے خود بھی گریز کی ہے لیکن واقعہ میں اصلاح کا نام کذب و خیانت ہے حقیقت یہی ہے کہ سوا امیرالمومنین علیؑ ابن ابیطالب کے تمام چھوٹے بڑے مشہور و غیر مشہور

---

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۹۲ [2] طبقات ج ۸ ص ۲۷ [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۹۲

صحابہ آنحضرت کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے جو مسلمان بہادر عورتوں کو بھی شاق تھا۔

صفیہ کے آجانے سے آنحضرت اپنے زخموں کا درد اصحاب کی ہمت شکنی کا رنج بھول گئے اور زبیر سے فرمانے لگے کہ اپنی ماں کو حمزہ کی لاش پر جانے سے روکو کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ بہن اپنے بھائی کو اُس حالت میں نہیں دیکھ سکتی جو حضرت ہند کی قساوت قلبی نے حضرت حمزہ کی صورت بنائی ہے۔ یہ سُن کر زبیر گئے اور صفیہ کو آنحضرت کا پیام دیا آپ نے فرمایا کہ مجھے میرے بھائی کی شہادت کا حال معلوم ہو چکا ہے اور خدا کی راہ میں یہ کوئی بڑی قربانی نہیں ہے اسلیے میں تا بہ امکان ربط و ضبط و جبر و صبر سے کام لونگی یہ کہکر آپ حضرت حمزہ کی لاش پر آئیں مگر حسب وعدہ صبر سے کام لیا انا للہ وانا الیہ راجعون کہکر دعا سے مغفرت میں مشغول ہو گئیں مگر بھائی کی میت کا یہ نظارہ ایسا نہ تھا جو دل نہ ہلا دیتا اسلیے آخر آبلۂ دل کی آواز شکست فریاد بن کر زبان تک آئی اور آپ نے ایک مرثیہ میں دل کی بھڑاس نکالی جسکا ایک شعر یہ ہے جسمیں آنحضرت کو مخاطب فرمایا ہے ؎

ان یوم اتی علیک لیوم کورت شمسہ وکان مضیئاً

اُحد کے بعد حضرت ابو سفیان کی کوشش نے جنگ خندق کی بنیاد ڈال دی اور آنحضرت نے انصار کے ایک محفوظ قلعہ (فارع) میں اور مسلمان عورتوں کے ساتھ حضرت صفیہ کو بھی بٹھا دیا اور حضرت حسانؓ بن ثابت (شاعر) کو نگہبانی کا عہدہ عطا ہوا یہ قلعہ اگرچہ مضبوط تھا مگر بنی قریظہ سے قریب واقع تھا ایک یہودی قلعہ کے دروازے پر آ پہونچا جسکو حضرت صفیہ نے دیکھ لیا اور حسان سے فرمانے لگیں کہ بھائی جاؤ اور اسکا سر کاٹ لاؤ۔ حضرت حسان ایک مرض میں مبتلا ہو کر ایسے ضعیف القلب ہو گئے تھے کہ لڑنا تو درکنار میدان جنگ کی صورت بھی نہ دیکھ سکتے تھے چنانچہ انھوں نے صاف صاف کہدیا کہ اگر میں ایسا ہی ہوتا تو آنحضرت کے ہمراہ جنگ میں کیوں نہ شریک ہوتا یہ سُن کر حضرت صفیہ خود اُٹھیں

لے اصابہ جلد ۸ صفحہ ۱۲۹ ؎ طبقات ابن سعد ج ۸ صفحہ ۲۷

اور چوب خیمہ لے کر یہودی کے ایک سر کے دو سر بنا دیئے جب وہ دم توڑ چکا تو آپ نے حضرت حسان سے کہا کہ اب جا کر سر ہی کاٹ لاؤ اور اس حملہ میں کپڑے اور ہتھیار وغیرہ بھی قبضہ کرو۔ حضرت حسان نے کہا میں اس کام سے بھی باز آیا آخر حضرت صفیہ نے یہ خدمت بھی پوری کی یہودی کا سر کاٹ کر زیر قلعہ پھینک دیا جس سے تمام یہودیوں کو یقین ہوگیا کہ قلعہ تنہا نہیں ہے بلکہ اس میں بھی مسلمانوں کی تھوڑی فوج موجود ہے۔ اس بنا پر وہ حملے کے ارادہ سے باز آگئے۔

حضرت صفیہ میں شجاعت کے ماسوا شعر گوئی کا ذوق بھی موجود تھا اور آپ اس فن میں بھی کامل تھیں آپ کے اکثر اشعار آج بھی پائے جاتے ہیں آپ نے حضرت عبدالمطلب، حضرت رسالت پناہ کے مرثیہ نظم فرمائے ہیں جن سے خیالات کی بلندی نظر آتی ہے۔

وفات | حضرت صفیہ نے تہتر سال کی عمر میں ۲۰ھ بعہد حضرت عمر اس دار فانی کو وداع فرمایا اور بقیع میں دفن ہوئیں۔

فصل (۳)

حضرت عاتکہ بنت عبدالمطلب

علمائے اہلسنت کی ساری کاوش یہ رہی ہے کہ خاندان رسالت کے فضائل کو بہر امکانی کوشش سے مٹا دیں چنانچہ ان حضرات نے سبقت اسلام کا طرۂ امتیاز بھی غیروں کو دے کر چھین نہ لیا اور آنحضرتؐ کے عصمتکدہ میں کفر گری شروع کردی اعمام آنحضرتؐ میں حضرت ابوطالبؑ کو کافر بنایا اور عمات نبی میں صرف حضرت صفیہ ہی کو مومنہ بتایا چنانچہ علامہ قسطلانی نے صاف صاف لکھ دیا کہ عمات آنحضرتؐ میں صرف صفیہ ہی مسلمان ہوئیں مگر فرقہ شیعہ جو در اہلبیت سے متمسک ہے وہ حضرت عاتکہ[1] وارویٰ کو بھی مسلمان کہتا ہے

[1] مناقب ج ۱ ص۵۶۔

افسوس کہ حضرت رویدہ کے متعلق مزید حالات معلوم نہ ہو سکے البتہ یہ عاتکہ وہی ہیں جنکا خواب آج دنیا سے اسلام میں حقانیت مذہب کا ایک ثبوت سمجھا جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی ہجرت کے بعد چاہیے تھا کہ کفار مکہ کی دشمنی ختم ہو جاتی لیکن انکے دل کی آگ شعلہ فشاں ہی رہی بلکہ اہل یثرب سے بھی انتقام کی ٹھہرالی کفار مکہ جب مدینہ کی طرف جاتے نکلے غرباے مدینہ کے دس بیس اونٹ ہنکا لائے یا اُن کی زراعت اور باغات کو بے خطا روند ڈالا جب انکی شرارت انتہا کو پہونچی تو آنحضرتؐ نے بھی حکم دیدیا کہ قریش کا جو قافلہ مدینہ کی راہ سے شام یا دیگر ممالک کی طرف جائے اُسکو لوٹ لیا جائے اہل مدینہ نے یہ عمل شروع کر دیا اور پہلا قافلہ لوٹ لیا گیا اس قافلہ میں ایک شخص ضمضم بن عمر تھا وہ اس حادثہ کی خبر لے کر مکہ کی طرف بھاگا اسکی خبر رسانی کے بعد جنگ بدر واقع ہوئی جسمیں قریش کے بڑے بڑے سرگروہ ہلاک ہوئے۔

ابھی ضمضم بن عمر مکہ میں نہ پہونچا تھا کہ حضرت عاتکہ نے خواب[1] میں دیکھا کہ ایک ناقہ سوار آیا ہے اور وہ مقام البطح اور بالاے دیوار کعبہ و کوہ ابوقبیس پر ٹھہر ٹھہر کر آواز دے رہا ہے الفروا یا ال عدی الی مصارعکم (اے اولاد عدی اپنے مقتل کی طرف دوڑ چلو) پھر اس شخص نے پہاڑ پر سے ایک پتھر مکہ کی طرف پھینکا جسکا ایک ایک ٹکڑا مکہ کے ہر گھر میں پہونچا حضرت عاتکہ اس خواب سے خوف زدہ بیدار ہوئیں اور حضرت عباس سے اخفا کی تاکید کر کے تمام خواب بیان کر دیا حضرت عباس بھی خواب کی خوفناک تعبیر کے منتظر ہو بیٹھے پھر کسی طرح یہ خواب مشہور ہو کر مکہ کی گلیوں میں پھیل گیا اور ابوجہل نے حضرت عباس سے کہا کہ اے ابا الفضل تمھارے مرد تو دعواے نبوت کرتے ہی تھے اب تمھاری عورتیں بھی نبی ہونے لگیں۔ اگر یہ خواب سچ ہوا تو خیر ورنہ تحریر کے ذریعہ سے تمام عرب میں تمھارے خاندان کی دروغ گوئی کو شہرت دیجائے گی۔ اس خواب کو تین روز

[1] اعلام الوری طبرسی ۲ ص ۶۵

سے گزرے تھے کہ ضمضم بن عمر فریاد لے کر پہونچا اور جنگ بدر کا اہتمام ہو گیا اور کتنے جانے والے اپنے مقتل میں خواب موت سوئے۔

حضرت عاتکہ کے مزید حالات نا معلوم ہیں آپ نے بھی حضرت عبد المطلب کا مرثیہ فرمایا ہے۔

فصل (۴)

حضرت ام ہانیؓ بنت ابو طالبؑ

نام و نسب و اولاد فاختہ[1] یا جمانہ نام ام ہانی کنیت ہے آپکے والد ماجد حضرت ابو طالب مربی رسول اور والدہ محترمہ فاطمہ بنت اسد ہیں آپ کا نکاح ہبیرہ بن عائذ مخزومی سے ہوا اور ہانی و عمر و یوسف وجعدہ چار فرزند ہوئے۔

اسلام نیاز صاحب فتحپوری و مولانا سعید انصاری نے انکو روز فتح مکہ تک کفر میں بتایا ہے لیکن اسی روز آپ روزہ سے تھیں اور یہ زمانہ ماہ مبارک رمضان کا تھا میں نہیں جانتی کہ مشرکانِ مکہ کس شریعت کی متابعت میں روزہ رکھا کرتے تھے آپ کا روزہ سے ہونا ان دونوں حضرات نے بھی بمصداق .... حافظہ نباشد لکھا ہے۔

جلالت قدر ام ہانی شدہ روز فتح مکہ آپ کے شوہر نجران کی طرف بھاگ گئے لیکن ام ہانی کے بعض سسرالی عزیز آپ کے گھر میں پناہ گزین ہوئے امیر المومنینؑ علی ابن ابیطالب کو یہ خبر معلوم ہوئی تو آپ دروازہ ام ہانی پر آئے اسطرح کہ آپ کا چہرہ خود سے چھپا ہوا تھا آپ نے ام ہانی سے کفار کے نکالدینے کو کہا مگر ام ہانی نے بھی آپ کو دھمکی دی اور فرمایا کہ میں آنحضرتؐ کی عمزاد اور علیؑ ابن ابیطالب کی حقیقی بہن ہوں امیر المومنینؑ نے پھر پہلی بات دہرائی تو ام ہانی نے قسم کھائی کہ تمھارا شکوہ

---

[1] مناقب ج ۳ ص ۱۶۲ [2] مسند امام احمد بن حنبل ج ۶ ص ۳۴۲ [3] اعلام الوری طبرسی ص ۶۹

آنحضرت سے ضرور کرو نگی اُسوقت امیرالمومنین نے چہرۂ مبارک دکھایا بہن دوڑ کر لپٹ گئی
مگر قسم پوری کرنے کے لیے مضطر ہوئیں اور امیرالمومنین ؑ سے سوال کیا کہ میں شکایت
کرنے کی قسم کھا چکی ہوں اب کیا کروں آپ نے فرمایا کہ آنحضرت ؐ پہاڑ پر تشریف فرما
ہیں تم جا کر اپنی قسم پوری کر لو مگر امیرالمومنین ؑ بھی یہ نہ کر سکے کہ ام ہانی کے گھر سے دشمنوں
کو نکال لاتے اس مقام سے بھی ام ہانی کی ایمانداری ظاہر ہو رہی ہے کفار قریش نہ ہوا کی
قسم کھاتے اور نہ اُسکے ایفا کے لیے یوں مضطر ہوتے پھر ام ہانی آنحضرت ؐ کی خدمت میں آئیں
آنحضرت ؐ نے مرحبا فرمایا ام ہانی نے امیرالمومنین ؑ کی شکایت کے ذیل میں سارا قصہ فرما دیا
آنحضرت ؐ نے فرمایا کہ جسکو ام ہانی نے پناہ دی اُسکو میں نے بھی پناہ دی۔

پھر آنحضرت ؐ خانۂ ام ہانی میں تشریف لائے یہیں غسل بھی فرمایا اور نماز چاشت بھی
ادا فرمائی[۵۱] پھر شربت نوش فرما کر بقیہ حصہ ام ہانی کو عنایت فرمایا ام ہانی روزے سے تھیں
مگر شربت لے کر پی گئیں جب آنحضرت ؐ کو معلوم ہوا تو آپ نے روزہ شکنی کا سبب دریافت
فرمایا ام ہانی نے عرض کی کہ میں آپکا جھوٹا شربت واپس نہ کر سکتی تھی۔ ام ہانی کی ایمانداری
کی یہ تیسری دلیل ہے کسی کافر کو رسولِ خدا ؐ کا ایسا پاس و لحاظ نہیں ہو سکتا۔

روز فتح مکہ ماہ صیام کا ہونا اور آنحضرت ؐ کا روزے سے نہ ہونا بتاتا ہے کہ سفر میں
روزہ قصر ہے اور جو حضرات اختیاری طور سے سفر میں روزہ رکھتے ہیں یا وہ آنحضرت ؐ سے
زیادہ شریعت کے پابند ہیں یا آپ کے مخالف۔

آنحضرت کی محبت) آپ حضرت ام ہانی سے بہت محبت فرماتے تھے ایک روز ام ہانی[۵۲]
نے اپنے ضعف کی شکایت کرتے ہوئے عرض کی کہ مجھے کوئی ایسا وظیفہ تعلیم فرمایا جائے
جو میں ایک جگہ بیٹھے بیٹھے پڑھوں آنحضرت ؐ نے اس فرمائش کو پورا فرما دیا۔ ایک روز
ام ہانی[۵۳] سے فرمایا تم ایک بکری خرید لو یہ بڑی برکت کی چیز ہے۔

---

[۵۱] مسند امام احمد بن حنبل ج ۶ ص ۳۴۱ [۵۲] ایضاً ص ۳۴۴ [۵۳] ایضاً ص ۳۴۳

ذوق علمی آپ سے کتب صحاح میں ۴۶ احادیث مروی ہیں اور ابن عباسؓ کی طرح اکثر جلیل القدر صحابہ نے آپ سے روایت کی ہے۔ آپ کو تفسیر کا بھی شوق تھا چنانچہ آپ نے آنحضرتؐ سے ایک دن آیہ و تاتون فی نادیکم المنکر کی تفسیر دریافت فرمائی ہے جس سے آپ کا ذوق علمی معلوم ہوتا ہے۔

وفات مورخین عامہ لکھتے ہیں کہ ام ہانی امیر المومنینؑ کے بعد تک زندہ تھیں مگر شیعہ طبقہ میں روز سفر امام حسین علیہ السلام تک آپ کی زندگی معروف ہے چنانچہ امام حسینؑ مدینہ میں رہ جانے والی عورتوں کو وداع فرمانے دولتسرا میں تشریف لائے اور حضرت ام سلمہؓ بھی روکنے میں ناکام ہوئیں تو حضرت ام ہانیؓ نے بڑھکر فرمایا کہ میں روکتی نہیں مگر بیٹا صرف آج کی تاریخ سفر نہ کرو۔ امام نے اسکی وجہ پوچھی تو ام ہانی نے فرمایا کہ ہم بنی ہاشمیوں میں قاعدہ ہے کہ جب کوئی مصیبت آنے والی ہوتی ہے تو نوحہ جنات کی آواز آتی ہے بیٹا آج شام سے سُن رہی ہوں کہ بام خانہ پہ کوئی رو رہا ہے اور تمہاری خبر قتل دے رہا ہے۔

فصل (۵)

ام کلثوم و ام الحسن زینب العقیلہ بنت امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالب

نام و لقب و کنیت زینب نام ام کلثوم و ام الحسن کنیت نائبۃ الزہرا و صدیقۂ صغریٰ عالمۂ غیر معلمہ وعقیلہ لقب ہے آپ بطن سیدہ عالم فاطمہ بنت رسول اللہؐ سے امیر المومنین علیؑ ابن ابیطالبؑ کی بڑی صاحبزادی ہیں۔

ولادت آپ رمضان المبارک ۹ھ مدینہ منورہ میں پیدا ہوئیں اور آنحضرتؐ نے جنگ تبوک سے واپس تشریف لاکر زینب نام رکھا روز وفات آنحضرتؐ آپ کی عمر مبارک

سلہ اصابہ ج ۲ ص ۹۷۸ سلہ ناسخ التواریخ ج ۶ ص ۵۳ طراز المذہب مطبوعہ بمبئی صفحہ ۶۸

روضۃ شہدا ص ۳۰۵ ولدنا ص ۲۲ ۱۷

تقریباً ڈیڑھ سال اور بروز وفات سیدۂ عالم دو سال سے کچھ زیادہ اور بوقت واقعہ کربلا میں اکاون سال کی تھی آپ کا نکاح حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابیطالبؓ آپ کے برادر عمزاد سے ہوا اور علی و عونؑ اکبر و محمد و عباس و ام کلثوم پیدا ہوئے دنیا میں انھیں سے نسل جعفرؓ چلی آپ نے بعد واپسی شام مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا اور وہیں دفن ہوئیں۔

فصل (۶)

ام کلثوم رقیۃ الکبریٰ بنت امیرالمومنین علی ابن ابیطالب

نام و کنیت } رقیۃ الکبریٰ نام ام کلثوم کنیت ہے آپ کو بھی بطن حضرت سیدہ صلوٰۃ اللہ علیہا سے کہا جاتا ہے لیکن تحقیق سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ام کلثوم و زینب ایک ہی ذات کے دو نام ہیں چونکہ آپ کو حضرت زینبؓ سے چھوٹا کہا جاتا ہے اسلیے آپ کی ولادت کو ۱۰ھ میں ماننا پڑے گا اور حمل و وضع حمل کے لیے یہ مدت کافی نہیں ہے اسلیے کہ ۱۳ جمادی الثانی ۱۱ھ روز وفات حضرت سیدہ کی تاریخ ہے۔ دوسرے عرب میں ہمیشہ اولاد کے نام سے کنیت ہوا کرتی ہے کاش حضرت ام کلثوم کے یہاں کسی کلثوم کا ہونا بھی ثابت کیا جاتا لیکن بالمقابل حضرت زینب کی اولاد میں ایک صاحبزادی ام کلثوم بتائی جاتی ہیں ممکن ہے کہ لفظ ام زیادہ ہو گئی ہو اور اسی صاحبزادی کے نام سے حضرت زینب کی کنیت ام کلثوم مشہور ہو گئی۔

نکاح حضرت ام کلثوم و حضرت عمر کا قصہ ایک عظیم مغالطہ ہے جسکو چاہے روایت ثابت ہی کیوں نہ کرے مگر درایت قبول کرنے کو تیار نہیں ہے البتہ ممکن ہے کہ ام کلثوم نامی امیرالمومنینؑ کی کسی دوسری صاحبزادی سے یہ نکاح واقع ہوا ہو تاریخ عامہ و خاصہ میں پیام حضرت عمر کے بعد جو الفاظ عذر امیرالمومنین کی طرف سے نقل کیے گئے وہ یہ ہیں کہ ام کلثوم

ــــــــــــــــ

۱ طراز المذاہب مطبوعہ بمبئی ص ۵۶۵ ۲ ایضاً ص ۵۶۲

ابھی نہایت کمسن ہے درانحالیکہ یہ نکاح قریب ... زمانہ قتل حضرت عمر واقع ہوتا ہے آپ کا انتقال ۲۳ھ میں ہے اگر ۲۱ھ میں بھی اس نکاح کو مانا جائے تو اسوقت عمر حضرت اُم کلثوم دس سال کی تھی اور عرب کی لڑکی نو برس کے سن میں بالغ ہو جاتی ہے ورنہ حضرت ابوبکر کو نکاح حضرت عائشہ میں بھی اسی کمسنی کا عذر کرنا پڑتا

حضرت عمر کے بعد حضرت عون و حضرت محمد بن جعفر سے حضرت ام کلثوم کا نکاح ثانی و ثالث بتایا جاتا ہے اور پھر حضرت عبداللہ بن جعفر سے عقد رابع کا تذکرہ ہے۔

غرض ان دونوں بہنوں اور دختران امام حسنؑ و امام حسینؑ کے تفصیلی حالات دیکھنے کے لیے میری دوسری تصنیف "گلوبند فاطمہ کے موتی" کا انتظار کیجیے جو زیر نظر ثانی ہے اور انشاء اللہ عنقریب ہدیۂ ناظرین ہوگی۔ مجھے افسوس ہے کہ میں اس کتاب میں ان دونوں بہنوں کا مفصل تذکرہ نہ کر سکی اسکی وجہ ظاہر ہے کہ حضرت زینبؑ ام کلثومؑ کا واقعہ کربلا ایسے مہتم بالشان واقعہ سے گہرا تعلق ہے جو تفصیل چاہتا ہے اور یہ کتاب اسکی متحمل نہیں ہے پھر بھی مختصر تذکرہ ناگزیر تھا کیونکہ علامہ بخاری ہر اُس شخص کو بلا شرط صحابی مانتے ہیں جس نے حیاً و میتاً آنحضرتؐ کی زیارت کی ہو چنانچہ تمام مورخین نے ان دونوں صاحبزادیوں کا نام ذیل صحابیات میں لکھا ہے البتہ نیاز صاحب و مولانا سعید انصاری نے نام لینا گوارا نہ فرمایا چونکہ دونوں حضرات خاندان رسالت کے دوست ہیں اس لیے میں ترک کی وجہ تعصب تو نہ کہونگی لیکن ممکن ہے کہ علامہ بخاری کی مخالفت ورزی مقصود ہو اور میں یہ بھی نہ کر سکتی تھی۔

فصل (۷)

حضرت امامہؓ بنت ابی العاص

نام ونسب } آپ کا نام امامہ ہے آپ کے پدر بزرگوار ابی العاص بن ربیع بن عبدالعزیٰ تھے اور آپ کی والدہ ماجدہ حضرت زینب بنت رسول اللہ ہیں۔

نکاح } آپ کی ولادت عہد[1] آنحضرتؐ میں ہوئی اگرچہ سنہ ولادت نامعلوم ہے مگر سالہ سن وفات حضرت سیدۂ عالم میں آپ سن شباب[2] تک پہونچ چکیں تھیں جب حضرت سیدہؑ کا وقت وفات قریب پہونچا تو آپ نے امیرالمومنینؑ سے وصیت[3] فرمائی کہ آپ میری بھانجی حضرت امامہ سے نکاح فرمالیجیے گا وہ بسبب قرابت قریبہ میرے کمسن بچوں کا پاس خاطر کریں گی۔

امیرالمومنینؑ نے بعد حضرت سیدہؑ اس وصیت کو پورا کیا اور حضرت زبیر بن العوام[4] (جن سے ابوالعاص نے نکاح امامہ کردینے کی وصیت کی تھی) کے انتظام سے یہ عقد ہوا اور محمد[5] الاوسط ان ہی کے بطن سے پیدا ہوئے۔

سنہ ۴۰ھ میں جب امیرالمومنینؑ زخمی ہوئے تو آپ کو خیال تھا کہ حضرت معاویہ امامہ سے نکاح کی سعی بلیغ کرینگے اسلیے کہ آنحضرتؐ کے نواسہ داماد بن کردنیا کو اس سے زیادہ دھوکا دے سکیں گے جسقدر کہ صرف کاتب رسول ہونے سے دیا گیا لہذا آپ نے وصیت فرمائی کہ میرے بعد[6] مغیرہ بن نوفل (حضرت عبدالمطلب کے پرپوتے) امامہ سے نکاح کریں امیرالمومنینؑ کا یہ خیال غلط نہ تھا آپ کی شہادت کی خبر پاتے ہی حضرت معاویہ نے مروان بن حکم کو اس عقد[7] میں صرف کرنے کے لیے ایکہزار اشرفی کا حکم دیدیا مگر یہ خبر مغیرہ کو بھی معلوم ہو گئی اور انھوں نے امام حسنؑ سے اجازت لے کر فوراً نکاح کر لیا۔

[1] طبقات ابن سعد ج ۸ صفحہ ۱۶۔ [2] ناسخ التواریخ حالات حضرت سیدہؑ [3] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۰۰ [4] مناقب ابن شہر آشوب ج ۳ ص ۱۶۲ [5] استیعاب ج ۲ ص ۷۲۴ [6] [7] طبقات ج ۸ ص ۲۸

امامہ سے آنحضرت کی محبت | آپ امامہ کو بہت چاہتے تھے اکثر نماز کی حالت میں بھی اپنے کاندھے سے جدا نہ کرتے تھے ایک مرتبہ نجاشی بادشاہ حبش نے ایک انگوٹھی ہدیۃً بھیجی آنحضرت وہ انگوٹھی لیے ہوئے دولتسرا میں تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے اہلبیت میں جو سب سے زیادہ میرا محبوب ہے اسکو دوں گا۔ ازواج نبی نے خیال کیا کہ حضرت عائشہ کا نصیبہ کھلا مگر آپ نے وہ انگوٹھی حضرت امامہ کو عطا فرمائی۔

اولاد و وفات | حضرت امامہ کے یہاں مغیرہ سے ایک صاحبزادہ یحیٰی نام پیدا ہوئے اور اسی سے مغیرہ کی کنیت ابو یحیٰی مشہور ہوئی افسوس کہ حضرت امامہ کا سنہ وفات معلوم نہ ہوا لیکن آپ نے خانۂ مغیرہ ہی میں انتقال فرمایا۔

فصل (۸)

درہ بنت ابی لہب

نام و نسب نکاح و اولاد | نام ہے اور ابولہب سے کفر مجسم کی مومنہ بیٹی اور آنحضرت کی خواہر عم زادہ ہیں۔ حارثہ ابن نوفل سے عقد ہوا اور عتبہ و ولید و ابو مسلم پیدا ہوئے۔

اسلام و ہجرت | مکہ میں ایمان لائیں اور مدینہ منورہ کی ہجرت فرمائی۔

عام حالت | آپ مدینہ میں رافع ابن معلی زرقی کے گھر اتریں اس خاندان کی بعض عورتیں آپ سے ملنے آئیں اور کہنے لگیں کہ تم ہی ابولہب کی بیٹی ہو جسکے واسطے سورۂ تبت یدا ابی لہب نازل ہوا۔ بھلا تم کو تو آپ ہجرت کی کیا امید۔ حضرت درہ کو اس کلام سے سخت ایذا ہوئی اور آپ آنحضرت کی خدمت میں شکایت لے کر آئیں۔

لہ طبقات ج ۸ صفحہ ۲۸ و زرقانی ج ۳ صفحہ ۲۲۵ ۵۳ اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۴۰

آنحضرتؐ نے آپ کو تشفی و تسکین دے کر بٹھایا اور نماز ظہر کے بعد منبر پر تشریف لیجاکر فرمایا کہ لوگ مجھکو میرے خاندان کے بارے میں تکلیف پہونچاتے ہیں خدا کی قسم میرے اقربا کو میری شفاعت کا فیض ضرور پہونچے گا یہاں تک کہ صدد۔ حکم۔ وسلہب۔ (یعنے بہت دور کے قرابت دار، یہ تینوں قبیلے قریش سے دور کا رشتہ رکھتے تھے) بھی محروم نہ رہیں گے۔ میں نہیں جانتی کہ اس حدیث کے پڑھنے والے اور آنحضرت کو ناطق بحق جاننے والے اب حضرت ابو طالب کے متعلق کیا کہیں گے (حالانکہ اُنکے ایمان سے انکار ہی ہٹ دھرمی ہے) حضرت درہ سے بھی چند حدیثیں نقل ہوئی ہیں۔

فصل (۹)

ہند بنت عتبہ

نام ونسب } ہند نام (آکلۃ الاکباد (جگر خوارہ) لقب ہے آپ عتبہ بن ربیعہ عبد الشمس کی بیٹی ہیں۔

نکاح } آپ کا پہلا نکاح فاکہ بن مغیرہ سے اور دوسرا حضرت ابو سفیان مشہور اموی سردار سے ہوا حضرت ہند کی کئی اولادیں تھیں مگر حضرت ابو سفیان سب کے باپ مشکل سے کہے جا سکتے ہیں اسکے متعلق ایک ناگوار طویل بحث ناگزیر ہے اسلیے حضرت حسان بن ثابت کے چند شعروں پر اکتفا کرتی ہوں جو حضرت ہند کے کیرکٹر کو اچھی طرح واضح کر دیں گے۔

لمن الصبی بجانب البطحاء[1] — فی الترب ملقی غیر ذی مھد

نجلت بہ بیضاء آنسۃ — من عبد الشمس صابتہ الخد

[1] نصائح الکافیہ منقول از ربیع الابرار زمخشری ۱۲

ولہ

ونسیت فاحشۃ اتیت بھا[1] یا ھند ویحک سبۃ الدھر

زعم القوابل انھا ولدت ابنا صغیرا کان من عھر

عام حالت } بنو امیہ نہ صرف شر قبائل عرب[2] و آفت دین[3] اسلام کے لقب سے ملقب تھے بلکہ دنیا بھر سے زیادہ آنحضرتؐ کے دشمن تھے چنانچہ عمران بن حصین سے جب[4] سوال کیا گیا تو اُنہوں نے راوی سے اپنی زندگی بھر ظاہر نہ کرنے کا عہد لے کر بنو امیہ و ثقیف و بنو حنیفہ کو آنحضرتؐ کا سب سے بڑا دشمن بتایا۔ سنگدلی اور کینہ پروری کا اس خاندان پر خاتمہ تھا اور سچ تو یہ ہے کہ خدا کو اپنا دین پھیلانا تھا ورنہ اس خاندان نے آنحضرتؐ کے جان و مال و عزت کے برباد کر دینے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔

ابوجہل کے بعد حضرت ابوسفیان اُنکے جانشین ہوئے اور آنحضرتؐ کے ایذا دینے میں تمام کاوشیں ختم کر دیں جنگ بدر جس میں ابوجہل و عتبہ پدر ہندہ اور دیگر اعزائے ہندہ قتل ہوئے اسکے انتقام میں اُحد کی لڑائی لڑی گئی۔ لیکن یہ تاریخی غلطی ہوگی اگر صرف جنگ احد ہی کو انتقامی جنگ سے تعبیر کیا جائے بلکہ احد کے بعد عہد رسول اور بعد عہد رسول تمام لڑائیوں میں اس انتقام کا جذبہ موجود تھا چنانچہ صفین و کربلا کے واقعات کو بدر کی چنگاری کا شعلہ کہنا غلط نہیں ہو سکتا عہد آنحضرتؐ میں حضرت ابوسفیان و ہندہ جو کام کر رہے تھے آنحضرتؐ کے بعد اُس سے دس گُنا زیادہ حضرت معاویہ و یزید نے کیا چنانچہ سر حسینؑ اپنے سامنے طشت طلا میں رکھ کر یزید نے جو اشعار پڑھے وہ ہدیہ ناظرین ہیں

لیت اشیاخی ببدر شھدوا وقعۃ الخزرج من وقع الاسل

لعبت ھاشم بالملک فلا خبر جاء ولا وحی نزل

[1] نصائح الکافیہ منقول از اغانی حاشیہ ص۱۱ [2] ایضاً ص۱۲ [3] ایضاً [4] ایضاً

صبر و استقلال | آپ کے فرزند عمیر کا انتقال ہوگیا ابوطلحہ اسوقت موجود نہ تھے ام سلیم نے غسل و کفن کے فرائض پورے کرکے میت کو ایک طرف رکھدیا جب ابوطلحہ آئے اور لڑکے کی خیریت پوچھی تو آپ نے کہا کہ اب بہتر حال میں ہے پھر کھانا کھلایا پانی پلایا اسکے بعد آپ نے ابوطلحہ سے کہا کہ اگر کوئی شخص عاریۃً تم کو کوئی شے دے اور پھر وہ اسکو واپس مانگے تو کیا تم واپس دینے سے انکار کروگے ابوطلحہ نے کہا نہیں۔ اسوقت ام سلیم نے کہا کہ خدا نے تم کو بیٹا دیا تھا اور اسی نے لے لیا

وفات | سنہ وفات کا علم نہیں مگر خلافت حضرت ابوبکرؓ تک زندہ تھیں۔

فصل (۴۱)

شفا بنت عبداللہ

نام و نسب | شفا نام ہے قرشی النسل تھیں، باپ عبداللہ بن عبد شمس بن خلف اور ماں فاطمہ بنت وہب بن عمرو بن عائذ ہیں۔

نکاح و اولاد | ابوحثمہ بن حذیفہ عدوی سے نکاح ہوا اور سلیمان[1] پیدا ہوئے (اور اولاد کا حال نہیں معلوم)

اسلام و ہجرت | عہد ہجرت سے پہلے مسلمان ہوئیں اور سابقین مہاجرین کیساتھ ہجرت کی۔

عام حالت | آنحضرتؐ انکے یہاں کبھی کبھی آکر آرام فرمایا کرتے تھے انھوں نے آنحضرت کیلئے ایک تہمد اور ایک بستر بنوا رکھا تھا جس میں آنحضرتؐ کا پسینہ جذب ہوا کرتا تھا یہ ایک نہایت باعث برکت شے انکی اولاد میں محفوظ تھی مگر خلیفۃ المسلمین حضرت مروان بن حکم نے اسکو جبراً چھین لیا۔ چونکہ خلافت خود ہی مغصوب ہے اسلیے ان مختصر اشیائے غصب کا شکوہ بیکار ہے۔

[1] اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۸۶ [2] استیعاب ج ۲ ص ۷۲۷

حضرت شفا نہایت عقلمند تھیں چنانچہ حضرت عمرؓ بھی ان سے عقل کی باتیں پوچھا کرتے تھے اور ان کی رائے کو مقدم جانتے تھے بازار کا کام بھی اکثر انکے سپرد ہوا کرتا تھا شاید اسکا سبب یہ ہو کہ حضرت شفا حضرت حفصہ کی استانی بھی تھیں آپ نے چونٹی کے کاٹنے کا منتر اور لکھنا سکھایا تھا حضرت عمر اکثر رعایت کرتے تھے چنانچہ ایک روز آپ نے شفا اور عاتکہ بنت اسید دونوں کو ایک ایک چادر بھیجی حضرت عاتکہ کی چادر نسبتاً اچھی تھی اسپر شفا برہم ہوئیں اور کہنے لگیں خدا تمہارے ہاتھوں کو مٹی میں ملائے تم نے عاتکہ کو اچھی چادر دی درانحالیکہ میں پہلے اسلام لائی اور عاتکہ بے بلائے بھی آگئیں حضرت عمر نے فرمایا اب وہ آگئیں تو میں کیا کروں وہ قرابتاً آنحضرت صلعم سے قربت رکھتی ہیں اگر حضرت عمر قرابت کا خیال چادر سے پاؤں پھیلا کر کرتے تو شاید جامہ خلافت خود آپ کے جسم پر بھی نہ ہوتا مگر قول و فعل میں ہاتھ بھر کا فاصلہ ہے

حضرت شفا سے بھی چند روایتیں نقل ہوئی ہیں سن وفات معلوم نہیں۔

فصل (۲۳)

فاطمہ بنت خطاب

نام و نسب } فاطمہ نام ہے اور آپ حضرت عمر کی ہمشیرہ ہیں حضرت سعید بن زید کے نکاح میں آئیں اور عبداللہ و عبدالرحمٰن و زید و اسود چار فرزند پیدا ہوئے۔

اسلام } آپ اپنے شوہر کے ساتھ مسلمان ہوئیں اور آپ کے دم قدم سے حضرت عمر مسلمان ہوئے چنانچہ حضرت عمر نے اس واقعہ کو خود بیان فرمایا ہے۔

حضرت نیاز لکھتے ہیں کہ حضرت حمزہ کے ایمان لانے کے تیسرے دن حضرت عمر گھر سے نکلے تو راستے میں ایک مخزومی صحابی سے تصادم ہوا تصادم نے آپکے بہنوئی اور بہن سے

۱ء اصابہ ج ۸ ص ۱۲۱ ۲ء ایضاً ص ۵۳ ۳ء اسد الغابہ ج ۵ ص ۴۹

بہ تھا یہاں صرف ملاقات ہوئی اور ذیل کی گفتگو ہوئی:۔

حضرت عمرؓ "تم نے اپنے آبائی مذہب کو ترک کرکے محمدؐ کا دین اختیار کر لیا"

صحابی "ہاں مگر تم اپنے گھر کی تو خبر لو تمہاری بہن اور بہنوئی بھی مسلمان ہو گئے"

حضرت عمر یہ سُن کر آگ بگولا ہو گئے اور سیدھے بہن کے گھر پہنچے دروازہ بند تھا اور کلام پاک کی تلاوت کی آواز سُنائی دی۔ حضرت عمرؓ نے دروازہ کھلوایا اور پوچھا یہ آواز کیسی تھی بہن نے کہا کچھ نہیں اس پر حضرت عمرؓ کو تاب ضبط باقی نہ رہی اور بہنوئی سے لپٹ پڑے اور دیر تک کشتی جاری رہی بہن بیچ بچاؤ کے لیے درمیان میں آئیں تو آپ نے انکے بال پکڑ کر خوب مارا یہاں تک کہ لہولہان کر دیا مگر فاطمہ کے جوش ایمان میں کمی نہ ہوئی اور آپ نے کہا اے عمر اب جو چاہے کرو اسلام نہ چھوٹے گا۔ اس فقرہ نے آپ پر امید سے زیادہ اثر کیا اور آپ نے قرآن مجید منگا کر سُنا اور مسلمان ہو گئے۔

اخلاق | فاطمہ ادیبؓ و فاضل و عاقل وغیرہ دوست و پابند شریعت تھیں۔

وفات | حضرت عمر کے عہد خلافت میں انتقال کیا سن وفات نہیں معلوم۔

فصل (۲۳)

زینب بنت ابی سلمہ

نام و نسب نکاح و اولاد | زینب نام ہے آپ مخزومیہ تھیں ابو سلمہ آپ کے باپ اور ام المومنین حضرت ام سلمہ ماں ہیں حضرت اسما بنت ابی بکر نے آپ کو دودھ[۵۱] پلایا ہے عبداللہ بن زمعہ سے نکاح ہوا اور عبدالرحمٰن[۵۲] یزید وہب صاحبزادے اور قریبہ وام کلثوم ام سلمہ صاحبزادیاں پیدا ہوئیں حضرت یزید نے جب مدینہ منورہ کی لوٹ کیلیے مومنین کا لشکر بھیجا اور

---

۵۱ اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۴۵۴ ۵۲ استیعاب ج ۲ صفحہ ۷۵۳ ۵۳ طبقات ج ۸ صفحہ ۳۳۸ ۵۴ ایضاً

اُس نے اصحاب رسول کو خاک و خون میں ملا دیا اُسوقت حضرت زینب کے ایک صاحبزادے نے میدانِ جنگ میں شہادت پائی مومن کامل حضرت مسلم بن عقبہ نے مدینہ پر فتح پائی اور مسجد نبوی میں داخلہ فرمایا۔ امن و امان کے اعلان کے ساتھ ساتھ لقبیۃ السیف گروہ حضرت یزید کی بیعت حاصل کرنے کی غرض سے طلب ہوا بدنصیبی سے سب سے پہلے آنے والے حضرت زینب کے دوسرے صاحبزادے عبداللہ تھے حضرت مسلم نے بیعت یزید کے لیے ان سے کہا یہ غریب مرتا کیا نہ کرتا کے اصول پر بیعت کرنے کیلئے تیار تو ہوئے مگر غلطی یہ ہوئی کہ آپ نے کتاب خدا و سُنت پیغمبر کی متابعت بھی مشروط کر دی حضرت مسلم ان شرائط کو کیونکر قبول کرتے آپ چاہتے تھے کہ حضرت یزید کی بیعت ہر شرط سے پاک ہو اگر وہ بنا بر مصلحت دار الخلافۃ سے دین قدیم (بت پرستی) کی طرف ارتداد کا حکم دیدیں تو جملہ مسلمانان عالم سرِ تسلیم خم کر دینے میں عذر نہ کریں حضرت عبداللہ سے دوسری غلطی یہ ہوئی کہ آپ نے اس طرح کی بیعت سے انکار کر دیا حضرت مسلم نے آپ کو فوراً قتل کرا دیا۔ حضرت زینب فرمایا کرتی تھیں کہ مجھ پر بڑی مصیبت پڑی ایک بیٹا لڑکر شہید ہوا دوسرا گوشہ نشین تھا اُسکو بلا کر قتل کر دیا[۱]۔

آنحضرت کی محبت حضرت ام سلمہ جب آنحضرت کے حبالۂ نکاح میں آئیں اُسوقت حضرت زینب شیر خوارہ تھیں آنحضرت جب گھر میں تشریف لاتے تھے تو زینب کو ماں کی گود میں دیکھکر پلٹ جاتے تھے۔ جب ماں کی گود سے اُتر کر چلنے لگیں تو کبھی اُدھر بھی آنکلیں جہاں آنحضرت غسل فرما رہے تھے آنحضرت محبت سے ان کے منھ پر پانی کے چھینٹے دینے لگے اسکا یہ اثر تھا کہ بوڑھی ہوگئیں مگر چہرے پر آثار شیب ظاہر نہ ہوئے[۲]۔

فضائل علمی بقول علامہ عبد البر آپ اپنے عہد میں افقہ ناس تھیں حضرت ابو رافع کا قول تھا کہ مدینہ کی فقیہ عورتوں میں ان کا ذکر ضروری ہے آپ سے بعض احادیث بھی مروی ہیں۔

---

[۱] روضۃ الصفا ج ۲ ص ۱۹۳ [۲] استیعاب ج ۸ ص ۷۵۱ [۳] اصابہ ج ۸۔

وفات سنہ ۳۲ ھ میں انتقال فرمایا بقیع میں دفن ہوئیں۔

فصل (۲۴)

ام حکم بنت حارث

نام ونسب ونکاح آپ کا نام معلوم نہیں ام حکم کنیت ہے خاندان مخزوم سے تعلق ہے حضرت خالد بن ولید کی بھانجی ہیں عکرمہ بن ابوجہل سے نکاح ہوا۔

اسلام جنگ احد میں حضرت ہند کی طرح آپ بھی کفار قریش کو آنحضرت پر ابھار رہی تھیں جب خدا نے مکہ کو فتح کرادیا اور کسی نہ کسی طرح اہل مکہ کو اسلام لانا پڑا تو حضرت ام حکم بھی مسلمان ہوئیں پھر حضرت عکرمہ یمن کی طرف بھاگ گئے حضرت ام حکم عکرمہ کو لائیں اور ان کو بھی مشرف باسلام کرایا آخر عکرمہ جنگ اجنادین میں شہید ہوئے جہاں حضرت ام حکم بھی موجود تھیں۔

دوسرا نکاح عدت کے دن گزر جانے کے بعد خالد بن سعید بن العاص سے نکاح ہوا قنطرہ ام حکم (پل) کے پاس رسم عروسی ادا ہوئی طعام ولیمہ دیا گیا مگر ابھی ولیمہ سے پوری فرصت نہ ہوئی تھی کہ نصاریٰ کی فوج آگئی اور جنگ چھڑ گئی حضرت سعید شہید ہوئے اور اس تازہ دولھن نے چوب خیمہ لے کر سات نصرانیوں کو شوہر کے انتقام میں قتل کر ڈالا۔ باقی حالات نامعلوم ہیں۔

فصل (۲۵)

حمنہ بنت جحش

نام ونسب ونکاح واولاد حمنہ نام ہے اور آپ ام المومنین حضرت زینب بنت جحش کی

بہن ہیں پہلا نکاح حضرت مصعب بن عمیرؓ سے ہوا جب حضرت مصعبؓ میدان احد میں شہید ہوئے تو حضرت طلحہ سے نکاح ہوا ان سے محمد و عمران پیدا ہوئے۔

اسلام و ہجرت حضرت مصعب کے ساتھ مسلمان ہوئیں اور مدینہ کی ہجرت بھی کی۔

عام حالات جنگ احد میں زخمیوں کو پانی پلاتا اور مدینہ پہونچا نے کی خدمت انکے متعلق تھی واقعہ افک میں حضرت عائشہ کے مخالفین میں حمنہ شریک تھیں وفات کا حال نامعلوم ہے۔

فصل (۲۵)

ام ابی ہریرہ

نام و نسب امیمہ نام تھا اور آپ کے باپ صفیح بن الحارث ہیں آپکے نسبی حالات کی طرح عام حالات بھی روشنی میں نہیں ہے صرف اسقدر معلوم ہے کہ آپ حضرت ابوہریرہ کے اسلام لانے پر بھی مشرک تھیں حضرت ابوہریرہ کی عرض پر آنحضرتؐ نے دعا فرمائی تو آپ مسلمان ہوئیں۔[1]

فصل (۲۷)

خولہ بنت ثعلبہ

نام و نسب خولہ نام ہے اور ثعلبہ بن احرم بن فہر بن ثعلبہ کی نور دیدہ ہیں اوس بن صامت سے نکاح ہوا یہ وہ بی بی ہیں جنکی آواز فریاد تا عرش گئی اور آیت بنکر جواب آیا۔

ظہار اوس بن صامت ایک بوڑھے آدمی تھے اور غصہ سن سے بھی زیادہ تھا خولہ سے روز بک بک جھک جھک ہوا کرتی تھی ایک روز تاؤ ذرا بڑھ گیا اور کہہ بیٹھے انت علیّ کظھر امی (تم مجھپر میری ماں کی طرح حرام ہو) کہنے کو تو کہہ دیا مگر ہوش آیا تو ہاتھوں کے

[1] صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۵۷

طوطے اُڑ گئے خولہ نے کہا کہ بس تم پر حرام ہو گئی البتہ آنحضرتؐ سے جا کر عرض کرو خدا کا رسول جو فیصلہ کرے وہ قابلِ قبول ہے اوس نے کہا کہ مجھے تو شرم آتی ہے تمھیں جاؤ خولہ آنحضرتؐ کی خدمت میں آئیں اور سارا ماجرا بیان کیا بقول امام بحق ناطق امام جعفر صادق علیہ السلام آنحضرتؐ نے فرمایا کہ میرے خیال میں تو تم اوس پر حرام ہو گئیں خولہ نے رونا اور فریاد کرنا شروع کیا یا رسول اللہؐ اوس میرا ابن عم اور شوہر اور میری اولاد کا باپ ہے مجھے اس سے محبت ہے۔ پھر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر شوہر سے جدائی کا رنج و غم بیان کرنے لگیں مسجد میں جسقدر لوگ موجود تھے خولہ کی دردناک آواز سے رونے لگے اور آنحضرتؐ پر آثارِ وحی نمایاں ہوئے جب آپ بیدار ہوئے تو فرمایا کہ تمہاری دعا قبول ہوئی اور آیاتِ ذیل کی تلاوت فرمائی [1]

	بیشک خدا نے اس عورت کی بات سنی جو اپنے شوہر کے بارے
قد سمع اللہ قول التی تجادلک فی	میں جھگڑا کرتی ہے اور خدا کے حضور میں شکایت کرتی ہے
زوجھا وتشتکی الی اللہ واللہ یسمع	اللہ تم دونوں کی گفتگو سنتا ہے یقیناً خدا بڑا سننے اور دیکھنے والا
تحاورکما ان اللہ سمیع بصیر الذین	ہے تم میں سے جو لوگ اپنی عورتوں سے ظہار کرتے ہیں
یظھرون منکم من نسائھم ما ھن	وہ اُن کی مائیں نہیں ہو جاتیں اُنکی مائیں تو صرف
امھاتھم ان امھاتھم الا الّٰئی ولدنھم	وہی ہیں جن سے وہ پیدا ہوئے ہیں ایسا کہنے والے
وانھم لیقولون منکرا من القول وزورا	بیہودہ اور جھوٹ کہتے ہیں یقیناً خدا بڑا معاف
وان اللہ لعفو غفور	کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔

آنحضرتؐ نے آیات تلاوت کرنے کے بعد فرمایا کہ جا کر اپنے شوہر سے کہو کہ وہ ایک غلام آزاد کرے خولہ نے کہا ہمارے پاس کوئی غلام نہیں آپ نے فرمایا تو پھر [illegible] روزے رکھو خولہ نے کہا اوس بوڑھا ہے یہ بھی نہ ہو سکے گا آپ نے فرمایا اچھا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے خولہ نے کہا اتنی استطاعت بھی نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ پھر ام المنذر بنت قیس سے کچھ [illegible] کا

[1] تفسیر قمی قلمی ۱۲

بارے کرساٹھ مسکینوں پر صدقہ کردو[1]۔ خولہ یہ سن کر خوشی خوشی گھر میں آئیں اوس بھی دروازے ہی پر منتظر تھے اس خبر کو سن کر خوش ہوگئے۔ حضرت عمر بھی خولہ کی بڑی عزت کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ دور خلافت میں یہ راستہ میں مل گئیں آپ کھڑے ہوگئے اور دیر تک باتیں کرتے رہے۔ ایک شخص نے کہا کہ اس بڑھیا سے تو سب لوگ تنگ ہو گئے ہیں حضرت عمر نے کہا کمبخت اسکو پہچانتا بھی ہے یہ خولہ ہیں جنکے لیے خدا نے آیات نازل کیں اگر یہ شام تک باتیں کیے جائیں تو میں سوا نماز کے اور کوئی کام نہ کرتا[2]۔ وفات کا حال نامعلوم ہے۔

فصل (۲۸)

ام الدرداء

اس کنیت سے دو خاتونیں مشہور ہیں حضرت ابودرداء نے اپنے نام کی مناسبت ان دونوں سے پوری کرائی یعنی دونوں سے نکاح کیا جو بڑی بیوی تھیں وہ صحابیہ ہیں انکا نام خیرہ بنت ابوحدرد اسلمی ہے علامہ عبدالبران کو عاقلہ فاضلہ صائب الرائے وعبادت گزار لکھتے ہیں چند حدیثیں ان سے نقل ہوئی ہیں حضرت ابودرداء سے دو سال قبل انتقال ہوا ہے۔

فصل (۲۹)

حضرت اسماء بنت ابی بکر

نام ونسب؛ اسماء نام ذات النطاقین لقب ہے آپ حضرت ابوبکر کی بڑی صاحبزادی تھیں ماں کا نام قتیلہ بنت عبدالعزیٰ ہے ہجرت سے ستائیس سال قبل مکہ میں ولادت ہوئی۔

---

[1] طبقات ج ۸ ص ۲۷۵ [2] اسدالغابہ ج ۵ ص ۴۴۲

نکاح | حضرت زبیرالعوام سے نکاح ہوا دو باندیاں مہر میں مقرر ہوئیں۔

اسلام و ہجرت | ابن اسحٰق آپ کو سابقین اولین میں اٹھارواں نمبر دیتے ہیں آپ نے روز ہجرت آنحضرتؐ کی بہت خدمت کی چنانچہ غار میں کھانا لیجانا ضروریات کو پورا کرنا آپ کے فرائض میں تھا آنحضرتؐ کے روز روانگی آپ نے ناشتہ تیار کیا اور ناشتہ دان میں رکھکر باندھنا چاہا مگر گھبراہٹ میں کوئی رسی وغیرہ نہ ملی آپ نے اپنا کمربند پھاڑ کر ناشتہ کی بندش پوری کی اسی بنا پر آپ کو ذات النطاقین کا لقب ملا۔ آنحضرتؐ اور حضرت ابوبکرؓ تو ڈیڑھ ہزار درہم لیکر ساتھ روانہ ہوگئے مگر حضرت ابو قحافہ جو اسوقت تک مشرک تھے سخت بیچین ہوئے اور آپ سے فرمایا کہ ابوبکر خود تو گئے ہی تھے سارا مال بھی لیگئے حضرت اسماء نے ایک تھیلی میں کنکر پتھر رکھکر آپ سے کہا کہ دادا ابا وہ بہت کچھ چھوڑ گئے ہیں ذرا دیکھئے تو حضرت ابو قحافہ چونکہ اندھے تھے اسلیے آپ نے ٹٹول کر دیکھا اور صبر آگیا۔ چند روز کے بعد آنحضرتؐ نے سب کے ہمراہ حضرت اسماء کو بھی بلا بھیجا مقام قبا میں پہونچکر حضرت عبداللہ ابن زبیر کی ولادت ہوئی۔

طلاق | حضرت عائشہ کو تو صرف دھمکی ہی دیگئی تھی مگر حضرت اسماء کو انکے شوہر نے طلاق دے ہی دی طلاق کے اسباب میں صرف دو وجہیں بیان کی گئی ہیں (۱) حضرت اسماءؓ بوڑھی اور نابینا ہوگئی تھیں (۲) حضرت زبیر نہایت گرم مزاج و تندخو تھے زن و شوہر میں ان بن رہتی تھی نیاز صاحب پہلی وجہ کو درست نہیں جانتے آپ تحریر فرماتے ہیں کہ پہلی صورت اسلیے قابل تسلیم نہیں کہ اسوقت اسلام کے اخلاق اتنے کمزور نہ تھے کہ حضرت زبیر جیسے مقدس بزرگ [illegible] اس قصور پر طلاق دیدیتے کہ وہ نابینا ہوگئی تھیں۔ مجھے افسوس ہے کہ جس اخلاقی کمزوری کی نسبت نیاز صاحب حضرت زبیر کے لیے مکروہ جان کر تردید کرتے ہیں بالکل وہی نسبت حضرت سودہ بنت زمعہ کے طلاق کے معاملہ میں آنحضرتؐ کے لیے قبول کر لیتے ہیں۔ میں نہیں مانتی

لہ طبقات ج ۸ صفحہ ۱۸۲ ۔ نطاق وہ کپڑا جسکو قمیص کے اوپر سے کمر میں باندھا جاتا ہے [illegible] امام احمد بن حنبل ج ۶ صفحہ ۳۵۲ [illegible]

کہ انک لعلی خلق عظیم آنحضرت کیلئے نازل ہوا تھا یا حضرت زبیر کے لئے۔

یہ وہ جادو ہے جو سر چڑھ کے بولتا ہے

مگر کبھی اس سے اتفاق ہے کہ حضرت زبیر شعلہ مزاج بزرگ تھے اور آپ غصہ سے بے قابو ہو کر بیجا حرکات کر گزرتے تھے چنانچہ ایک روز زبان سے ہاتھ تک بات آرہی حضرت اسما کو زدوکوب کرنے لگے جو شریفانہ طرز عمل نہ تھا مگر حضرت زبیر غصہ سے بے قابو تھے پھر مارا بھی تو یوں کہ کسی طرح چھوڑتے ہی نہ تھے آخر حضرت اسما نے اپنے فرزند عبداللہ سے فریاد کی جب حضرت عبداللہ بچانے کو دوڑے تو حضرت زبیر نے فرمایا کہ تم یہاں آئے تو تمہاری ماں پر طلاق ہے۔ پھر بھی حضرت عبداللہ نے ماں کی مدد کی اور کسی نہ کسی طرح اُن کے پنجہ سے رہائی دلوائی شاید یہی قسم پوری کر دی گئی اور حضرت زبیر نے اُسوقت طلاق دیدی جب آپ سے پانچ فرزند عبداللہ، عروہ منذر، عاصم، مہاجر اور تین صاحبزادیاں خدیجۃ الکبریٰ ام الحسن، عائشہ پیدا ہو چکی تھیں۔ طلاق کے بعد آپ اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ ہی کے ساتھ رہیں۔

عام حالات | حضرت اسما نہایت منکسر المزاج جفاکش بی بی تھیں حضرت زبیر عہد رسالت تک نہایت تنگدست تھے لہذا گھر کے تمام خدمات اسما انجام دیتی تھیں گھوڑے اور اونٹ کی خبرگیری، دانہ دلنا تین فرسخ سے گھوڑے کے لئے خرمہ کی گٹھلیاں چن کر سر پر لاد کر لانا پانی بھرنا غرض یہ تمام امور اپنے ہی ہاتھ سے کرنا پڑتے تھے۔ ایک روز[1] حضرت اسما باغ سے گٹھلیاں سر پر رکھے آرہی تھیں راستے میں آنحضرت سے ملاقات ہوئی آپ نے ناقہ روک لیا اور فرمایا کہ آؤ بیٹھ جاؤ مگر حضرت اسما شرم سے سوار نہ ہوئیں جب حضرت زبیر سے یہ واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ سر پر ٹوکری رکھنے سے سوار ہو لینے میں تو شرم نہ تھی حضرت اسما تنگدستی کی وجہ سے جو چیز صرف کرتی تھیں اُسکو تول ناپ لیتی تھیں آنحضرت نے

---

[1] طبقات ج ۸ ص ۱۸۲

یہ دیکھ کر فرمایا کہ کہیں خدا بھی تول ناپ کر نہ دینے لگے۔[1]

حضرت اسما کی والدہ عرصہ تک دام کفر و شرک میں گرفتار رہیں مگر حضرت اسما راسخ العقیدہ مسلمان تھیں چنانچہ انکی کافرہ ماں جب انکے پاس کچھ روپیہ مانگنے مدینہ آئیں تو آپ نے دینے سے انکار کر دیا مگر جب آنحضرت ؐ نے حکم دیا تب آپ نے ماں کو روپیہ دیا۔[2]

حضرت عائشہ نے اپنے بعد ایک جائداد ترکے میں چھوڑی جو حضرت اسما کو ملی آپ نے ایک لاکھ درہم کو اسے بیع کیا اور تمام اعزا پر تقسیم کر دیا۔[3] آپنے کئی حج بھی کیئے آنحضرت ؐ کے ہمراہ بھی شرف حج حاصل ہوا۔

حضرت عائشہ کے بعد آنحضرت ؐ کا جبہ مبارک بھی حضرت اسما کے حصہ میں آیا آپ اسکے پانی سے مریضوں کو شفا بخشا کرتی تھیں۔

صبر و صداقت } حضرت یزید جب سبط رسول الثقلین امام حسین ؓ کی زندگی کا خاتمہ کر چکے تو انکو حضرت عبداللہ بن زبیر کی بڑی فکر پڑی جنھوں نے نقارۂ خلافت پر قبضہ کر کے جیدچوبیں اپنے نام کی لگادی تھیں اور ملک میں اثر بڑھ رہا تھا مگر حضرت یزید موت کی جلد بازی سے کوئی زک نہ پہونچانے پائے تھے کہ خود چل بسے اور اس کار خیر کو حضرت عبدالملک بن مروان نے پورا کیا یعنی یکم ذی الحجہ ۷۲ھ کو مکہ معظمہ کا محاصرہ ہوگیا اور شامی مومنین نے کعبہ کو توپوں سے ڈھانا شروع کر دیا حضرت عبداللہ قلعہ میں محصور ہو گئے اور رسد بند ہو گئی۔

آپ حضرت اسما کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اماں بیوفاؤں کی بے وفائی اور لوگوں کی ہلچل سے پریشان ہوں کہیے تو صلح کرلوں اسطرح ممکن ہے کہ حجاج بن یوسف ثقفی شرائط صلح میں رعایت کرے حضرت اسما نے کہا کہ اپنے حق کو تو تم ہی جان سکتے ہو اگر تمھیں یقین ہو کہ میں حق پر ہوں تو ثابت قدمی سے مردوں کی طرح لڑ مرو جان سی ناپائدار شے

---

[1] مسند ج ۶ ص ۳۵۴ [2] صحیح بخاری شریف ج ۲ ص ۸۸۳ [3] ایضاً باب ہبۃ الواحد للجماعۃ ۱ ص ۳۵۹
حضرت عبداللہ بن زبیر صاحب کا یہ واقعہ وطبری و صفوۃ الصفا سے ماخوذ ہے ۱۲

کے لیے ذلت کو گوارا نہ کرو عزت کی موت ذلت کے عیش سے بہتر ہے اگر تم حق کی راہ میں شہید ہوگئے
تو میری مسرت کا سبب ہے اور اگر تم دنیا کے طالب نکلے تو تم سے بُرا اور کون ہوگا جو اپنے
ساتھ اتنوں کو ہلاکت و قعر ذلت میں ڈالے مانا کہ تم کو تنہائی کا خیال ہے اسلیے اطاعت پر
آمادہ ہو مگر کب تک جیو گے اسلیے نیکنامی سے مرجاؤ تاکہ میرا دل شاد ہو۔ حضرت عبداللہ
ابن زبیر نے کہا اے مادر گرامی مجھے ڈر ہے کہ میرے بعد میری لاش پر اہل شام طرح طرح کے ظلم
کرینگے حضرت اسما نے کہا یہ سچ ہے مگر بکری کو حلال کرنے کے بعد خواہ اسکی کھال کھینچیں یا
اسکا قیمہ بنائیں بکری پر کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ حضرت عبداللہ نے ماں کی نصیحت قبول
کی اور مرنے کے لیے آمادہ ہو کر چلنے لگے تو ماں سے آخری بار ملنے کے لیے پھر آئے ماں نے
لخت دل کو گلے سے لگانے میں عبداللہ کے جسم پر زرہ کو محسوس کیا اور فرمایا کہ شہادت کے
طلبگار زرہ نہیں پہنتے عبداللہ نے کہا کہ میں نے آپ کے اطمینان کے لیے زرہ پہنی تھی فرمایا
مجھے اس سے اطمینان نہیں دامن کمر سے باندھو اور حملہ شروع کردو۔

امام حسینؑ اور عبداللہ بن زبیر کے استقلال کا فرق اس جگہ نظر آتا ہے اگر حضرت اسما
نہ ہوتیں تو حضرت عبداللہ بن زبیر صلح کر لیتے مگر امام حسینؑ نے روز اول جو کہہ دیا تھا اس سے
بال بھر نہ ہٹے۔ عبداللہ کی جبین شجاعت پر موت کی کراہت کے آثار جھلک رہے ہیں
مگر امام حسینؑ کے چہرہ پر کبھی میل نظر نہ آیا۔ اور آپ بیعت کرنے کے وہم میں دم بھر کیلیے
بھی مبتلا نہیں ہوئے۔

این فضیلت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت عبداللہ بن زبیر شہید ہوئے اور آپ کی لاش کو مقام حجون پر لٹکا دیا گیا
تیسرے روز حضرت اسما ادھر سے گزریں اور پوچھنے لگیں کہ کیا ابھی اس شہسوار کو سواری
سے اترنے کی اجازت نہیں ہے حجاج نے حضرت اسما کو بلا بھیجا آپ نے جانے سے انکار
کردیا اس نے دوبارہ طلب کیا اور کہلوا بھیجا کہ اگر اس مرتبہ نہ آئیں تو ایسا شخص بھیجا جائیگا

جو بال پکڑ پکڑ کر کھینچتا لائے گا مگر حضرت اسما یوں بھی نہ گئیں تو حجاج خود آیا اور اس نے کہا کہ تم نے دیکھا کہ میں نے دشمن خدا (عبد اللہ) کے ساتھ کیا سلوک کیا آپنے کہا ہاں تو نے اسکی دنیا خراب کردی اور اس نے تیرا دین بگاڑ دیا۔ چند روز کے بعد عبد اللہ بن مروان کے حکم سے عبد اللہ بن زبیر کی لاش اتاری گئی حضرت اسمار نے لاش کو منگا کر غسل و کفن دیا مگر غسل میں بڑی دقت پیش آئی اسلیے کہ جو عضو چھوا جاتا تھا وہ ہاتھ میں آجاتا تھا میت پر کئی روز گزر چکے تھے حضرت اسما اس وقت زندگی کے سو سال پورے کر چکی تھیں آپ کی دعا تھی کہ عبد اللہ کی لاش دیکھ کر موت آئے چنانچہ اس وفات کے واقعہ کے دس روز بعد جمادی الاول ۷۳ھ میں دار فانی کو وداع کیا۔

فصل (۳۰)

ام خالد بنت خالد بن سعید

نام و نسب نکاح و اولاد کی آمنہ نام ام خالد کنیت خالد بن سعید اموی کی بیٹی ہیں حضرت زبیر بن العوام سے نکاح ہوا اور عمرو خالد پیدا ہوئے خالد بن سعید نے حبشہ کی ہجرت کی تھی چنانچہ انکی ولادت بھی حبشہ ہی میں ہوئی۔ واپسی کے وقت ہوشیار ہو چکی تھیں خود ناقل ہیں کہ جب ہم لوگ بارادۂ واپسی کشتیوں پر بیٹھے تو نجاشی بادشاہ حبش نے ہم سب سے کہا (اقرئا جمیعا رسول اللہ منی السلام (تم سب میری طرف سے خدا کے رسول کو سلام کہہ دینا) چنانچہ انھوں نے بھی سلام نجاشی آنحضرت ﷺ تک پہونچایا ان سے چند حدیثیں بھی نقل ہوئی ہیں۔

فصل (۳۱)

معاذہ بنت عبد اللہ

نام ونسب معاذہ بنت عبد اللہ بن جریر بن انصر یہ نام ہے عبد اللہ بن ابی سلول کی کنیز تھیں خدا نے دولت ایمان دے کر آزادی بھی دی۔

نکاح واولاد پہلا نکاح سہل بن قرظہ سے ہوا اور عبد اللہ وام سعید پیدا ہوئے دوسرا نکاح حمیر بن عدی سے ہوا اور حارث وعدی توام پیدا ہوئے اور ایک لڑکی ام سعد بھی حمیر سے بتائی جاتی ہے حمیر سے طلاق مل جانے پر عامر بن عدی سے نکاح ہوا اور اُم حبیبہ پیدا ہوئیں۔

اسلام مدینہ میں مشرف باسلام ہوئیں اور آنحضرتؐ کے دست حق نما پر بیعت کی ابھی تک یہ آزاد نہوئی تھیں لہذا ابن ابی سلول آپ کو ایذائیں دینے لگا اُسکو یقین تھا کہ مسلمانوں سے اسطرح وہ زر فدیہ حاصل کرسکے گا مگر انکے استقلال میں کوئی لغزش پیدا نہوئی یہانتک کہ خدا نے آزادی عطا فرمائی استیعاب میں ہے کہ یہ ایک فاضلہ بی بی تھیں۔

فصل (۳۲)

حوا بنت یزید

نام ونسب ونکاح حوا نام اور بنی عبد الاشہل میں شمار ہے باپ یزید بن سنان بن کرز ہیں۔ قیس بن حطیم سے نکاح ہوا۔

اسلام یہ بی بی بھی اُنھیں بیجگر مسلمانوں میں ہیں جو کفار کے ظلم وستم اُٹھانے پر دل وجان سے آمادہ تھے اور اسلام لانے میں سبقت کر رہے تھے ان کا شمار سابقین

اہل اسلام میں سے شوہر سے چھپ کر ایمان لائیں مگر جب اسکو معلوم ہوا تو اُس نے طرح طرح کی ایذائیں دینا شروع کیں انتہا یہ ہے کہ نماز نہ پڑھ سکتی تھیں حالت سجدہ میں شوہر ڈھکیل دیا کرتا تھا۔ آنحضرتؐ کو حوا رضکے اسلام اور اُنکے مصائب کا حال معلوم تھا قیس نے آپ سے ملاقات ہوئی تو آپ نے اُس سے بھی اسلام لانے کو کہا۔ اُس نے چند روز کی مہلت چاہی آپ نے فرمایا کہ اس عرصہ میں حوا پر ظلم نہ کرنا وہ مسلمان ہو چکی ہے قیس نے آنحضرتؐ کی نصیحت پر عمل کیا جسپر آپ نے اظہار مسرت فرمایا۔

فصل (۳۲)

ام الخیر بنت صخر

نام و نسب ﴾ ام الخیر کنیت ہے اور نام مورخین کے احاطہ حفظ سے باہر ہے آپ حضرت ابو بکرؓ کی والدہ ماجدہ ہیں۔

اسلام ﴾ حضرت ابو بکرؓ اسلام لائے تو آپ نے اپنے قرابت داروں کو بھی توجہ دلائی اسپر کفار نے گھیر کر آپ کو خوب مارا چونکہ حضرت ابو بکرؓ ایک تجارت پیشہ بزرگ تھے آپ کو جنگ و جہاد سے کوئی ربط نہ تھا چنانچہ زندگی بھر میں آپ کے دست پاک سے کوئی قتل عمد نہیں ہوا اسی بنا پر آپ کو مار لینا کفار کے لیے آسان ہو گیا ورنہ حضرت امیر المومنین علیؑ ابن ابیطالب بھی کارہ تبلیغ انجام دے رہے تھے اور آپ کمسن بھی تھے مگر کفار کو کبھی اس قسم کی جرات نہ ہوئی اسلیے کہ وہ جانتے تھے کہ تلوار خواہ چھوٹی ہو یا بڑی کاٹ دینا اسکا فطری کام ہے اگر ہم علیؑ پر حملہ کرینگے تو یہ بھی کوئی کمی نہ کریں گے۔

غرض حضرت ابو بکرؓ کو اسقدر بیدردی سے مارا کہ آپ بیہوش ہو گئے اور عتبہ بن ربیعہ کی

لہ اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۵۸

طرح ایک کپڑے میں لپیٹ کر گھر لائے گئے آپ نے آنکھ کھولتے ہی آنحضرتؐ کے حالات دریافت فرمائے لوگ ملامت کرنے لگے مگر آپ برابر آنحضرتؐ کو پوچھے گئے آخر آنحضرتؐ تشریف لائے اور آپ نے پیشانی پر بوسہ دیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ یہ میری والدہ (ام الخیر) ہیں آپ ان کے اسلام لانے کی دعا فرمائیے چنانچہ آنحضرتؐ کی ہی دعا نے آپ کو مسلمان کر دیا۔

وفات حضرت ابوقحافہ سے پہلے آپ[۱] کا انتقال ہوا۔

فصل (۳۴)

لیلیٰ بنت ابی حثمہ

نام ونسب و نکاح لیلیٰ نام ام عبداللہ کنیت ہے آپ قریشی النسل تھیں آپکے باپ ابی حثمہ بن حذیفہ بن غانم بن عامر ہیں عامر بن ربیعہ عنبری سے نکاح ہوا۔

اسلام و ہجرت آپ شوہر کے ہمراہ مسلمان ہوئیں اور دو ہجرتیں کیں پہلے حبشہ تشریف لے گئیں اور پھر مدینہ آئیں سابقین اہل اسلام کی صف میں سے ہیں اور مہاجرین اولی میں شمار ہے آپ ایسے وقت ایمان لائیں ہیں جب مسلمان بیت المقدس کی طرف سجدہ کرتے تھے اس بنا پر آپ نے قبلتین کی طرف سجدہ کا شرف حاصل کیا ہے۔

عام حالات آپ کو حضرت عمرؓ سے ظلم و ستم کی شکایت تھی چنانچہ آپ حبشہ کی طرف جانے کے لیے ناقہ پر سوار ہو رہی تھیں کہ حضرت عمرؓ تشریف لائے اور پوچھنے لگے کہ اے ام عبداللہ کہاں کا ارادہ ہے ام عبداللہ نے کہا کہ اے عمر تم نے ہم کو اذیت کے لیے وہ وہ ایذائیں دیں کہ آخر ہم وطن چھوڑ دینے پر مجبور ہو گئے

---

[۱] اسد الغابہ ج ۵ صفحہ ۵۔ [۲] الضاً صفحہ ۱۲۱

ملک خدا تنگ نیست پائے مرا لنگ نیست

غرض حضرت عمر پر اس بیان سے رقت طاری ہو گئی - میں نہیں جانتی کہ جب ظلم کرنے میں آپ کا دل نہ کانپتا تھا تو آپ کا بیان ستم پر رو دینا کیا معنی رکھتا تھا

فصل (۳۵)

خلیدہ بنت قیس

نام ونسب ونکاح } آپ کا نام خلیدہ بنت قیس بن ثابت ہے۔ براء بن معرور سے نکاح ہوا۔

عام حالات } خیبر سے واپسی پر جب آنحضرت کو زہر دیا گیا اس وقت انکے بیٹے ہمراہ رکاب تھے اور انھوں نے بھی وہ زہر آلود گوشت کھایا تھا چنانچہ جب خلیدہ مرض الموت میں آنحضرت کی عیادت کے لیے آئیں اور بخار کی تیزی پر تعجب و افسوس کرنے لگیں تو آپ نے فرمایا کہ لوگ میرے لیے کیا مرض تشخیص کرتے ہیں خلیدہ نے ذات الجنب کا نام لیا آپ نے فرمایا یہ وسوسۂ شیطانی ہے خدا اس بلا کو میرے اوپر مسلط نہ کریگا یہ تو وہ زہر کام کر رہا ہے جسکو میں نے اور تمھارے بیٹے نے کھایا تھا۔[1]

خلیدہ سے چند روایات نقل کی گئی ہیں ان میں سے قابلِ ذکر یہ حدیث ہے جو نقل کی جاتی ہے۔ آپ نے آنحضرت سے پوچھا کہ کیا مُردے پہچانے جاتے ہیں آپ نے فرمایا کہ جنتی روحیں سبز پرندوں کی طرح ہیں اگر پرندے درخت پر پہچانے جاتے ہیں تو روحیں بھی پہچانی جا سکتی ہیں

---

[1] طبقات ج ۸ ص ۲۲۹

فصل (۳۶)

رُبیّع بنت نضر

نام ونسب:- رُبیّع انصاریہ کے نام سے مشہور ہیں آپ کے باپ نضر بن ضمضم بن زید ہیں آپ حضرت انس بن مالک کی پھوپھی تھیں۔

عام حالت:- حارثہ بن سراقہ ان کے بیٹے جنگ بدر میں شہید ہوئے آپ بہت گریہ وزاری کیا کرتی تھیں آخر دل سے مجبور ہو کر آنحضرت کی خدمت میں عرض کی کہ یا رسول اللہ اگر حارثہ کو جنت ملی ہو تو مجھے بشارت دیجیے تاکہ اُن کی راحت کا خیال کر کے آنسو روک لوں ورنہ رونا تو زندگی بھر کا ہے آپ نے فرمایا انہ اصاب الفردوس الاعلیٰ اُسکو جنت اعلیٰ مل گئی۔

فصل (۳۷)

زوجہ ابن ابی کبشہ انصاری

نام ونسب:- افسوس کہ نام ونسب کچھ بھی معلوم نہیں البتہ ان پر واقعہ حرہ میں جو قیامت ڈھائی گئی وہ انصاف پسند دنیا کے یاد رکھنے اور مسلمانان عالم کے رونے کیلئے کافی ہے حقیقت یہ ہے کہ اسلام ان ہی چیزوں سے بدنام کیا گیا۔

اسلام وبیعت:- یہ بی بی اپنے شوہر کے ہمراہ اسلام لائیں اور بیعت رضوان (حدیبیہ میں) سے مشرف ہوئیں۔

یوم حرہ جو مظالم مدینہ اور اہل مدینہ پر جائز کیے گئے اُن کا مختصر بیان یہ ہے کہ مومنین

سلہ اسد الغابہ جلد ۵ صفحہ ۴۵۲

شام کی فوج نے تین سو سے زیادہ لاکتخدا عورتوں کی آبرو لی اور ایک ہزار سے زیادہ حرامی اولاد مدینہ میں پیدا[1] ہوئی دروازہ مدینہ توڑ کر اہل شام داخل ہوئے چونکہ حضرت یزید سے پہلے ہی آزادانہ لوٹ کی اجازت پا چکے تھے اسلیے وہ انصار لٹنے اور قتل ہونے لگے جنھوں نے آنحضرت کو پناہ دی تھی اور اپنا جان و مال و عیش و آرام آپ پر تصدق کر دیا تھا۔ اسی[2] عالم میں زوجہ ابن ابی کبشہ اپنے ننھے سے بچے کو گود میں لیے ہوئے پناہ گاہ عالم باب مسجد نبوی پر آ بیٹھیں یہاں ایک شامی آیا اور ذیل کی گفتگو شروع ہو گئی:

شامی: "لا کچھ مال دیتی ہے"

انصاریہ: "میرے پاس کچھ نہیں چھوڑا سب لٹ گیا میں کیا دوں"

شامی: "میں اسکو کچھ نہیں جانتا یا مال دے ورنہ تجھکو اور تیرے اس بچے کو مار ڈالونگا"

انصاریہ: "یہ لڑکا ابی کبشہ انصاری کا نور نظر ہے جو آنحضرت کے مصاحب تھے اور میں نے آنحضرت سے بیعت رضوان کی ہے اے شخص خدا سے ڈر" اس بیان پر بھی جب اس شخص کے تیور نہ بدلے تو ماں نے مایوس ہو کر گود کے بچے سے کہا یا بنی واللہ لو کان عندی شیء لافتدیتک بہ اے فرزند خدا کی قسم میرے پاس کوئی شے بھی (قسم مال سے) ہوتی تو فدیہ دے کر تم کو ضرور بچا لیتی۔ اُس شامی نے بچے کی ٹانگ پکڑ کر کھینچا جبکہ بچہ ماں کا دودھ منھ میں لئے ہوئے تھا اور سامنے کی دیوار پر کھینچ کر مار دیا کہ بچہ کا مغز سر زمین پر پھیل گیا لیکن خود بھی ظالم کو سزا ملی اور ہٹنے نہ پایا تھا کہ نصف منھ کالا ہو گیا۔

تمت

---

[1] نصائح الکافیہ صفحہ ۳۹ [2] ایضاً صفحہ ۴۰ منقول از کتاب الامامۃ والسیاسۃ ابن قتیبہ ومحاسن بیہقی وغیرہ ۱۲